قال اللہ تعالیٰ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

الحمد للہ کہ مبارک اور مفید رسالوں کا مجموعہ

جنمیں سے پہلا رسالہ

دلیل الخیرات فی ترک المنکرات

اور دوسرا

خیر الصلات فی حکم الدعاء للاموات

معہ

ضمیمہ اولیٰ و ضمیمہ ثانیہ

از افادات طیبہ

حضرت علامہ اہل فضل فاضل اکمل مولانا مولوی مفتی محمد کفایت اللہ صاحب

دامت فیوضہم مدرس اول و مفتی و مہتمم مدرسہ امینیہ دہلی

میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی

قال اللہ تعالیٰ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

الحمدللہ کہ مبارک اور مفید رسالوں کا مجموعہ

جنمیں سے پہلا رسالہ

دلیل الخیرات فی ترک المنکرات

اور دوسرا

خیر الصلات فی حکم الدعاء للاموات

معہ

ضمیمہ اولیٰ وضمیمہ ثانیہ

از افادات طیبہ

حضرت علامہ اجل فاضل اکمل مولانا مولوی مفتی محمد کفایت اللہ صاحب

دامت فیوضہم مدرس اول ومفتی ومہتمم مدرسہ امینیہ دہلی

میر محمد کتب خانہ آرام باغ، کراچی

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

دلیل الخیرات فی ترک المنکرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وّ اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

امابعد خاکسار سے بعض مخلصین نے رنگون (برما) سے بعض رسموں کا حکم شرعی دریافت کیا ہے مفصل جواب دینے سے پہلے مناسب ہے کہ بطور تمہید کے کچھ عرض کرکے پھر ان رسوم کے شرعی احکام ذکر کئے جائیں

قال اللہ عزوجل لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ	حق جل شانہ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے (مسلمانو) تمہارے لئے رسول اللہ صلعم کی ذات مبارک میں اچھی اقتداء ہے یعنی رسول خدا صلعم کی ذات بابرکات تمہارے لئے نہایت بہترین نمونہ ہے
وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو ردٌّ متفق علیہ (مشکوٰۃ)	اور آن حضرت صلعم نے فرمایا کہ جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالی جو دین میں داخل نہیں تو وہ بات اسی شخص پر مردود ہے۔ (بخاری ومسلم)
وقال علیہ السلام من یعش منکم فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ (مشکوٰۃ)	اور فرمایا آن حضرت صلعم نے کہ جو شخص تم میں سے زندہ رہیگا وہ بہت اختلافات دیکھیگا تو تم میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑ لینا سنت کو مضبوطی سے اختیار کرنا اور کچلیوں سے پکڑنا۔ اور نئی باتوں سے بچنا۔ کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی۔ (امام احمد، ابو داؤد ترمذی۔ ابن ماجہ)
وقال علیہ السلام ما احدث قوم بدعۃ	اور فرمایا آن حضرت صلعم نے کہ جو قوم کوئی بدعت ایجاد

الا رفع مثلھا من السنۃ رواہ احمد۔ (مشکوٰۃ)	کرتی ہے تو اُن میں سے اُس بدعت کے برابر سنت پر عمل کی توفیق اٹھ جاتی ہے (امام احمد)
وقال علیہ السلام من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام رواہ البیہقی (مشکوٰۃ)	اور فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم و توقیر کی اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد کی (بیہقی فی شعب الایمان)

خدائے عزوجل کے کلام بلاغت نظام اور احادیث خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اچھی طرح واضح ہے کہ اہل اسلام کا اولین فرض یہی ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تمام اعمال و افعال میں پیش نظر رکھیں اور انہیں کو اپنا حقیقی راہبر و رہنما سمجھیں اور اپنی نجات اُخروی اور حیات ابدی کو انہیں کے اتباع میں منحصر جانیں +

انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے ہی خدا کی رضامندی اور ناراضی کا علم حاصل ہوتا ہے بغیر اُن کے بتلائے اور سکھائے ہوئے عقل انسانی ہرگز معلوم نہیں کر سکتی۔ کہ کن چیزوں سے خدا تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور کن کاموں سے ناراض +

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہمارے لئے نمونہ کاملہ ہے اور ہمارا اولین فرض ہے کہ ہم آپ کی تابعداری اور پیروی کریں اور قدم بقدم آپ کے نشان قدم سے نہ ہٹیں ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آیت کریمہ مرقومہ بالا میں ہمیں یہی ہدایت فرمائی ہے کہ ہم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مظہر آیات کو اپنے لئے نمونہ کاملہ سمجھیں اور آپ کی سنت پر نہایت پختگی اور استحکام سے قائم رہیں یہی ہماری منزل مقصود ہے اور یہی معراج کمال۔

پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دین و شریعت کے متعلق ہمیں ایسی کامل و مکمل تعلیم دی جس کی نظیر صفحات تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ معاش و معاد۔ شادی و غمی۔ تجارت و حرفت۔ تمدن و خلوت غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے متعلق ہمیں اصول کلیہ یا مسائل جزئیہ تعلیم نہ فرمائے ہوں +

ایسے شفیق معلم اور مہربان مبلغ کے قربان جس نے ہماری تہذیب و تعلیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت

نہیں کیا۔ اور کوئی ضروری بات سکھانے سے اٹھا نہیں رکھی۔ بتایا۔ سکھایا۔ کر کے دکھا دیا۔ اور اس وقت تک ہم سے جدا نہیں ہوئے جبتک کہ شریعت کو ہمارے لیے آفتاب کی طرح روشن اور صاف نہ کر دیا

فَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ مِنْ مُّبَلِّغٍ اَدّٰى حَقَّ الرِّسَالَةِ وَالتَّبْلِيْغِ وَبَلَغَ اَقْصٰى مَدَاهُ وَلَمْ يُفَارِقْنَا حَتّٰى جَعَلَ لَنَا الشَّرِيْعَةَ بَيْضَاءَ الَّتِيْ لَيْلُهَا وَنَهَارُهَا سَوَاءٌ

یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے ان رحمتیں نازل فرمائے اس مبلغ پر جس نے رسالت اور تبلیغ کا حق ادا فرمادیا۔ اور اس وقت تک ہم سے مفارقت نہ فرمائی جبتک کہ شریعت کو ہمارے لیے آفتاب کی طرح روشن اور منور نہ کر دیا ایسا روشن جسکی رات بھی دن کی طرح نورانی ہے

بایں ہمہ اختلاف رائے انسانی فطرت کا مقتضےٰ تھا اور نفس و شیطان انسان کے پکے دشمن جن کا ہر وقت یہی قصد و ارادہ کہ انسان کو مردود بنا دیں۔ مسلمان بھی ان دونوں فتنوں سے بےخوف اور مطمئن نہ تھے۔ اور وہ مرشد کامل (یعنی پیغمبر اسلام روحی فداہ) بھی اس پیش آنے والے فتنہ سے پورے واقف اور خبردار تھے۔ آپ کو معلوم تھا کہ ظل نبوت مسلمانوں کے سر سے اٹھ جانے کے بعد ان میں طرح طرح کے اختلاف پیدا ہوں گے۔ اور ایسے وقت میں نفس و شیطان کو موقع ملیگا۔ کہ وہ میری امت کو گمراہی کے غار میں گرادیں۔ اور ہوائے نفسانی کا تبع بنا کر نار جہنم میں پہنچا دیں اس لیے آپ نے امت کو صاف صاف الفاظ اور کھلے کھلے بیان سے اس فتنہ سے محفوظ رہنے کا طریقہ اور اس روحانی مرض کا علاج بتا دیا اور سمجھا دیا فرماتے ہیں کہ جو شخص زندہ رہیگا وہ اختلافات کثیرہ دیکھے گا۔ لیکن اس کا علاج یہ ہے کہ اس وقت تم میری سنت کو نہایت مضبوطی اور استحکام سے پکڑ لینا۔ اور خبردار کسی نئی بات (بدعت) کو اختیار نہ کرنا۔ کیونکہ ہر نئی بات (بدعت) گمراہی ہے اور گمراہی کا مآل اور نتیجہ دوزخ ہے۔ اور فرمایا کہ جو شخص ہمارے دین میں کوئی نئی بات نکالے وہ اسی پر مردود ہے یعنی خدا اور رسول کے یہاں وہ مقبول نہیں۔

اور فرمایا کہ جب کوئی قوم کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو ان میں سے اسی کے مثل ایک سنت کی توفیق اٹھا لیجاتی ہے۔

اور فرمایا کہ جو شخص بدعتی کی توقیر اور تعظیم کرتا ہے وہ گویا اسلام کے ڈھانے پر مدد کرتا ہے۔ یہ کیوں اس لیے کہ بدعتی خدا اور رسول کی توہین کرتا ہے کہ انکی کامل و مکمل شریعت میں اپنی طرف سے ایجاد کرکے گویا خدا اور رسول کی جانب کوتاہی اور نقصان کی نسبت کرتا ہے یا خود احکام تجویز کرکے اپنے لیے تشریع احکام کا، خدائی منصب تجویز کرتا ہے اس لیے وہ تو در حقیقت اسلام کو ڈھاتا ہے اور جو اس کی

تعظیم و تکریم کرے وہ اسلام کے ڈھانے میں اس کا مددگار رہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

مسلمانو! یاد رکھو اور خوب سمجھ لو کہ شرعی احکام میں بغیر خدا اور رسول کی اتباع کے نجات ناممکن ہے۔ اور بدعت نہایت سخت اندیشناک چیز ہے کیونکہ اور گناہ تو ایسے ہیں کہ ان سے ڈر کر انسان کبھی توبہ کر لیتا ہو لیکن بدعتی کو توبہ نصیب نہیں ہوتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بدعت کا ارتکاب دینداری سمجھ کر کرتا ہے اور اپنے خیال میں اسے نیک کام سمجھتا ہے اس لیے توبہ کی طرف اس کا دھیان اور خیال بھی نہیں جاتا۔

بدعت اگرچہ بظاہر کیسی ہی بھلی اور نیک معلوم ہو لیکن بڑے گناہ کی چیز ہے اس امر کی صاف اور روشن دلیل یہ روایت ہے +

اخبر عبد اللہ بن مسعود رض بالجماعۃ الذین کانوا یجلسون بعد المغرب وفیہم رجل یقول کبروا اللہ کذا وکذا وسبحوا اللہ کذا وکذا واحمدوا اللہ کذا وکذا فیفعلون فحضرہم فلما سمع مایقولون قام فقال انا عبد اللہ بن مسعود فواللہ الذی لا الہ غیرہ لقد جئتم ببدعۃ ظلما او لقد فقتم علی اصحاب محمد علیہ الصلوۃ والسلام علما مجالس الابرار

یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رض کو خبر دی گئی کہ ایک جماعت بعد مغرب بیٹھتی ہے اور ان میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ اتنی مرتبہ اللہ اکبر کہو اور اتنی مرتبہ سبحان اللہ کہو اور اتنی مرتبہ الحمد للہ کہو اور سب لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رض ان کی مجلس میں گئے اور جب انکی یہ باتیں سنیں تو کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں عبد اللہ بن مسعود ہوں اور خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم لوگوں نے نہایت تاریک بدعت اختیار کی ہے یا تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے علم میں بڑھ گئے ہو +

اس روایت سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ان لوگوں کا فعل باوجودیکہ ذکر الٰہی اور تکبیر و تسبیح و تہلیل ہی تھا۔ مگر چونکہ اسکی وضع اور ہیئت ایسی مقرر کی گئی تھی جس کا ثبوت شریعت مطہرہ سے نہیں تھا حضرت عبد اللہ بن مسعود رض کے نزدیک ناجائز اور بدعت تھا۔

اس پر بدعت کا حکم لگانے کی وجہ کیا تھی۔ صرف یہی کہ ذکر اللہ اگرچہ ہر وقت مطلوب اور محبوب ہے مگر اس کے لیے یہ اہتمام و اجتماع کرنا حدود شریعت سے تجاوز کرنا تھا۔ ہر شخص کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بطور خود جس قدر چاہے ذکر اللہ کرے۔ لیکن یہ اختیار نہیں کہ ایک جدید اور نئی صورت اور ہیئت ایجاد کرے اور پھر اسے طریق شرعی اور موجب ثواب اعتقاد کرے +

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کے علوم مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ اور جن کے سینے نور وحی سے بوجہ فیض صحبت منور تھے جنہوں نے خدا و رسول کی محبت میں اپنے گھربار آل اولاد اعزا و اقارب کو چھوڑ دیا اور آستانۂ نبوت کی جاروب کشی کو سرمایہ سعادت سمجھ کر دل و جان سے نبی امی روحی فداہ کے خادم جاں نثار بن گئے اُن سے زیادہ اتباع سنت کا دعویٰ کون کر سکتا ہے اور ان سے بڑھ کر فنا فی اللہ و فنا فی الرسول ہونیکا کون ادسکتا ہے ٭

وہ اتباع سنت سنیہ و اقتفاء آثار نبویہ کے برکات کو خوب سمجھتے تھے وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام کہ خود کیا یا جس کے کرنیکا حکم دیا اس کے خلاف کسی کام میں خیریت اور برکت نہیں ہو سکتی انہیں اس بات کا یقین تھا کہ بدعات میں نجات کی اسیقدر امید ہے جس قدر کہ حنظل (اندرائن) سے شہد حاصل کرنے کی آرزو وہ بیقینی اتم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حرکات و سکنات کا اتباع کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہی اتباع نجات کا کفیل اور مغفرت کا ضامن ہے۔

وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قصر نبوۃ کا حقیقی مکمل اور حسب ارشاد الیوم اکملت لکم دینکم اسلام کے عالیشان قصر کو ہر طرح کامل و مکمل اعتقاد کرتے تھے ٭

انہیں وجوہ سے اُن کو بدعات مخترعہ سے سخت نفرت تھی اور جس کام کو سنت نبویہ کے صراط مستقیم سے ایک بال کی برابر بھی ہٹا ہوا سمجھتے اُس سے دور بھاگتے تھے۔ اسی خیال سے حضرت عبداللہ بن مسعود رض نے اس جماعت کے حلقۂ ذکر کو چونکہ اس خاص ہیئت و اہتمام کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کی پاک تعلیم میں نہیں پایا بدعت فرما دیا۔ اور سچ فرمایا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے معلم خلق اور صحابہ کرام جیسے خیرات و مبرات کی حریص ترین جماعت سے جب یہ اہتمام خاص منقول نہیں تو اب بعد میں کے ایجاد کرنے والوں کو کہاں سے اس کی خیریت اور بھلائی کا علم ہو گیا کیونکہ خدا کے نزدیک کسی کام کی بھلائی معلوم ہونے کا ذریعہ صرف مشکوٰۃ نبوت ہے۔

کتب احادیث و سیر میں صحابہ کرام سے بکثرت ایسے واقعات منقول ہیں کہ انہوں نے سنت نبویہ کے ذرا سے خلاف کو برا سمجھا اور نفرت ظاہر کی اور اس مجلس سے اٹھ کر چلے گئے حالانکہ بظاہر وہ افعال بھلے معلوم ہوتے تھے۔ بخلاف اس کے آجکل کے اہل بدعت اس قسم کے کاموں کو اصل دین بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی حضرت عبداللہ بن مسعود رض کا واقعہ ہے۔ اگر آجکل کے

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

ان علماء سے سوال کیا جائے کہ ایک جماعت مغرب کے بعد اس ہیئت و وضع سے تکبیر و تحمید و تہلیل کرتی ہو اس کا کیا حکم ہے تو وہ بجائے اسکے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ فتویٰ جواب میں پیش کریں بڑے زور سے کہیں گے کہ ذکر اللہ ہے۔ اور ذکر اللہ ہر حال میں باعث خیر و برکت ہے اور اس ہیئت وضع کا یا تو بالکل ذکر نہ کریں گے یا اگر کیا تو اس کو بھی جائز بلکہ مستحب بنانے میں اپنی تمام کوشش صرف کر دیں گے

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

لیکن ایک عاشق سنت اور قدر شناس ملت اگر اپنے سینہ میں حق شناس دل اور دماغ میں سنت نبویہ سے محبت رکھنے والی عقل رکھتا ہے تو وہ صاف کہدیگا کہ ان آج کل کے نام کے علماء سے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ بدرجہا علم اور ذکر اللہ کے دلدادہ تھے۔ نیز وہ سنت و بدعت دونوں کی حقیقت کو ان سے ہزاروں درجہ زیادہ سمجھتے تھے۔ اور فیض صحبت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف اور صحابہ میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ اس لیے اُن کا فتویٰ یقیناً حق اور ان نیم ملاؤں کے فتوے سے احق بالقبول ہے ❖

الغرض مسلمانوں کو اگر خدا و رسول سے محبت ہو اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے امیدوار ہیں تو ان کا اولین فرض یہ ہے کہ سنت نبویہ کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کریں اور اپنی ایجاد کردہ بدعات کو یکلخت چھوڑ دیں دینی امور میں اپنی رائے کو کافی نہ سمجھیں بلکہ کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس سے ماخوذ فقہ کو اپنا مطمح نظر بنالیں اور اپنے تمام کام عبادات ہوں یا معاملات شادی کے متعلق ہوں یا غمی کے شریعت مطہرہ مقدسہ کے موافق کرلیں ورنہ یاد رکھیں کہ ان کے ایجاد کردہ بدعات چاہے کتنے ہی بظاہر خوشنما اور نیک ہوں لیکن وہ خدا کی خوشنودی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کے باعث نہیں ہوسکتے۔ اور ان کے لیے بجائے موجب نجات ہونے کے ذریعہ عذاب ہو جائیں گے۔

اب میں اُن رسوم کا ذکر کرتا ہوں جن کا حکم بعض احباب رنگون نے دریافت کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ رسمیں برما میں علی العموم یا بعض خاص خاص شہروں میں مروج ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اُن کا حکم شرعی بھی بتاتا ہوں تاکہ جن پاک روحوں کو سنت نبویہ سے محبت ہے وہ اس پر چل کرکے نجات اُخروی حاصل کرسکیں

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

رسم نمبر ۱ میت کی تجہیز و تکفین میں دیر کرتے اور بعض جگہ ایک دو روز کا ل میت کو پڑا رکھتے ہیں +

حکم شرعی یہ رسم خلاف شریعت اور میت کی تجہیز و تکفین میں تاخیر خلاف سنت ہے اگرچہ یہ تاخیر کسی عزیز کے انتظار یا مال و دولت کی جانچ پڑتال یا تقسیم ترکہ کے اہتمام یا ایسی ہی کسی اور غرض سے کی گئی ہو بہرحال خلاف شریعت ہے +

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم اسرعوا بالجنازۃ فان تک صالحۃ فخیر تقدمونھا الیہ ان تک سوی ذالک فشر تضعونہ عن رقابکم متفق علیہ (مشکوٰۃ)	حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنازے کو جلدی لیجاؤ کیونکہ اگر میت نیک ہے تو اسکو خیر کیجانب جلدی بہنچا دو گے اور اگر بد ہے تو اپنی گردنوں سے بدی کو جلدی اتار پھینکو گے +

یعنی جنازے کو بہرحال جلدی دفن کرنا چاہیئے۔ اور میت خواہ نیک ہو یا بد بہرحال جلدی دفن کرنے میں فائدہ ہے جیسے حدیث مذکور میں صاف بیان فرما دیا گیا ہے +

ولما عاد النبی صلی اللہ علیہ طلحۃ بن البراء و انصرف قال ما اری طلحۃ الا وقد حدث فیہ الموت فاذا مات فاذنونی حتی اصلی علیہ عجلوا بہ فانہ لا ینبغی لجیفۃ مسلم ان تحبس بین ظھرانی اھلہ + رواہ ابوداؤد۔ (رد المحتار)	جب رسول اللہ صلعم طلحہ بن براء کی عیادت کرکے واپس ہونے لگے تو فرمایا کہ میں نہیں خیال کرتا۔ مگر یہ کہ طلحہ میں آثار موت پیدا ہو گئے ہیں تو جب انکا انتقال ہو جائے تو مجھے خبر کر دینا تاکہ میں انپر نماز پڑھوں اور انکی تجہیز تکفین میں جلدی کرنا کیونکہ یہ بات مناسب نہیں ہے کہ مسلمان کا مردہ اپنے گھر والوں میں زیادہ دیر تک رکھا جائے
ویسرع فی جنازہ (درمختار) وکرہ تاخیر صلوتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلوۃ الجمعۃ" (درمختار)	مردے کی تجہیز تکفین میں جلدی کیجائے اور بعد تیاری جنازہ اسکی نماز پڑھنے اور دفن کرنے میں اس غرض کو دیر کرنا کہ بعد نماز جمعہ بڑی جماعت سے جنازہ پڑھیں گے مکروہ ہے

رسم نمبر ۲۔ جب جنازہ لیکر چلتے ہیں تو جنازے کے آگے کچھ لوگ باواز بلند کلمہ شریف پکار کر پڑھتے جاتے ہیں قبرستان تک ایسا کرتے ہیں۔

حکم شرعی جنازہ کے ساتھ کلمہ یا اور کچھ بلند آواز سے پڑھنا مکروہ اور بدعت ہے۔

وعلی متبع الجنازۃ الصمت ویکرہ لھم رفع الصوت بالذکر والقراۃ (جوہرہ نیرہ)	جنازے کے پیچھے جانیوالوں کو خاموش رہنا چاہیئے اور بلند آواز سے ذکر کرنا یا قرأت کرنا ان کے لئے مکروہ ہے۔

ویکرہ رفع الصوت بالذکر او القرآن وعلیہم الصمت وقولہم کل حی سیموت ونحو ذلک خلف الجنازۃ بدعۃ (مراقی الفلاح)	بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور جنازے کے ہمراہیوں کو خاموشی لازم ہے اور ان کا یہ قول "کل حی الخ" یا اس جیسے اور کلمات کہنا جنازے کے پیچھے بدعت ہیں۔
ویکرہ رفع الصوت فیہا بالذکر وقراءۃ القرآن ذکر فی فتاوی العصر انہا کراہۃ تحریم واختارہ مجد الائمۃ الترجمانی وقال علاء الدین التاجری ترک الاولی ومن اراد الذکر والقراءۃ فلیذکر ولیقرأ فی نفسہ وقال قیس بن عبادۃ کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکرہون رفع الصوت عند ثلث عند القتال وفی الجنازۃ وفی الذکر ذکرہ ابن المنذر فی الاشراف	جنازے میں بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مکروہ ہے فتاوے العصر میں مذکور ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے اور اسی کو مجد الائمہ ترجمانی نے اختیار کیا اور علاء الدین تاجری نے کہا کہ خلاف اولٰے ہے۔ اور جو ذکر اور قراءت کرنا چاہے اُسے چاہیئے کہ دل میں کرے۔ اور قیس بن عبادہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرامؓ تین جگہ آواز بلند کرنا مکروہ سمجھتے تھے قتال کے وقت اور جنازے میں اور ذکر میں۔ (غنیۃ المستملی)
وعلی متبعی الجنازۃ الصمت ویکرہ لہم رفع الصوت بالذکر وقراءۃ القرآن کذا فی شرح الطحاوی (عالمگیری)	جنازے کے ساتھ جانے والوں کو خاموشی لازم ہے اور اُن کو ذکر یا قراءت قرآن بلند آواز سے کرنا مکروہ ہے۔
اعلم ان الصواب المختار وما کان علیہ السلف رضی اللہ عنہم السکوت فی حال السیر مع الجنازۃ فلا یرفع صوت بقراءۃ ولا ذکر ولا غیر ذلک الحکمۃ فیہ ظاہرۃ وہی انہ اسکن لخاطرہ واجمع لفکرہ فیما یتعلق بالجنازۃ وہی	جاننا چاہیئے کہ راہ حق اور پسندیدہ اور جس پر سلف صالحین کاربند تھے وہ یہی ہے کہ جنازے کے ساتھ چلنے کی حالت میں خاموش رہے اور قراءت یا ذکر بلند آواز سے نہ کیا جائے اور اس کی حکمت ظاہر ہے وہ یہ کہ حالت خاموشی میں دل کو اطمینان اور یکسوئی زیادہ ہوگی جس سے جنازہ کے حالات میں اچھی طرح

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

المطلوب في هذا الحال فهذا هو الحق ولا تغترن بكثرة من يخالفه فقد قال ابو علي الفضيل بن عياض رضي الله عنه ما معناه الزم طرق الهدى ولا يضرك قلة السالكين واياك وطرق الضلالة ولا تغتر بكثرة الهالكين وقد روينا في سنن البيهقي ما يقتضي ما قلته

(كتاب الاذكار للنووي)

غور وفکر کرسکیگا اور اس حالت میں یہی مطلوب ہے پس یہی حق ہے اور اس سے دھوکا نہ کھانا کہ اس کے خلاف عمل کرنیوالے بکثرت ہیں کیونکہ عارف باللہ فضیل بن عیاض نے ایسی بات فرمائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ راہ حق کو لازم پکڑ اور اس کا خیال کر کہ اس راہ کے چلنے والے کم ہیں اور گمراہی کے رستوں سے بچتا رہ اور اس سے دھوکا نہ کھا کہ ان رستوں میں چلنے والے (درحقیقت ہلاک ہونیوالے) بہت ہیں اور سنن بیہقی میں ایسی روایتیں ملی ہیں جن سے ہمارے کلام کی تائید ہوتی ہے ٭

قوله ويكره رفع الصوت. قيل يكره تحريما كما في القهستاني عن القنية وفي الشرح عن الظهيرية فان اراد ان يذكر الله تعالى في نفسه اي سرا بحيث يسمع نفسه وفي السراج ويستحب لمن تبع الجنازة ان يكون مشغولا بذكر الله تعالى والتفكر فيما يلقاه الميت وان هذا عاقبة اهل الدنيا وليحذر عما لا فائدة فيه من الكلام فان هذا وقت ذكر وموعظة فيقبح فيه الغفلة فان لم يذكر الله تعالى فليلزم الصمت ولا يرفع صوته بالقرأة ولا بالذكر ولا يغتر بكثرة من يفعل ذالك واما ما يفعله الجهال في القرأة على الجنازة من رفع الصوت والتمطيط فيه فلا يجوز بالاجماع ولا يسع احدا يقدر على انكاره

قولہ۔ بلند آواز سے ذکر مکروہ ہے کہا گیا کہ یہ کراہت تحریمی ہے جیسا کہ قہستانی میں قنیہ سے منقول ہے اور شرح میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ اگر کوئی خدا کا ذکر کرنا چاہے تو اپنے نفس میں یعنی چپکے چپکے کرے اس طرح کہ اپنی آواز خود سُن لے۔ اور سراج میں ہے کہ جو شخص جنازے کے پیچھے جا اس کے لیے مستحب ہے کہ خدا کے ذکر میں (آہستہ آہستہ) مشغول رہے اور یہ سوچے کہ میت کو کیا کیا حالات پیش آئیں گے اور یہ کہ اہل دنیا کا انجام یہی ہے اور بے فائدہ باتوں سے بچے کیونکہ یہ وقت ذکر اور نصیحت کا ہے تو ایسے وقت غفلت بُری ہے اور اگر ذکر اللہ نہ کرے تو خاموشی لازم سمجھے اور ذکر اور قرأت بلند آواز سے نہ کرے اور اس کثرت کا دھوکا نہ کھائے کہ ایسا کرنیوالے بہت ہیں اور جاہلوں کا یہ فعل کہ جنازے پر قرأت کرتے ہیں بلند آواز سے اور گنگنا کر بڑھا کر کرتے ہیں بالاتفاق ناجائز ہے اور جو شخص ان لوگوں کو روک سکے اس سے

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

ان یسکت عنہ ولا ینکر علیہ انتہیٰ +	خاموش رہنا اور انکار نہ کرنا جائز نہیں (طحطاوی علی مراقی الفلاح)

خلاصۂ کلام نصوص فقہیہ مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ جنازے کیساتھ ذکر الٰہی اور احوال موت اور انجام دنیا میں غور و تدبر کے ساتھ جانا چاہیئے اور بلند آواز سے ذکر کرنا یا قرآن پڑھنا مکروہ ہر ایک روایت کے بموجب کراہت تحریمی ہے اور دوسری کے بموجب تنزیہی۔ اور دونوں صورتوں میں انکار کرنا چاہیئے +

رسم نمبر ۳ جنازہ کے ساتھ کہانے کے خوانچے آگے آگے لیکر چلتے ہیں جن میں مختلف قسم کے کہانے اور میوے ہوتے ہیں پھر یہ کہانے اور میوے قبرستان میں تقسیم کرتے ہیں +

حکم شرعی واضح ہو کہ میت کے لیے ایصال ثواب کرنا نہایت مستحسن ہے۔ کیونکہ اموات خیرات و مبرات کی بہت محتاج اور منتظر رہتی ہیں۔ اور اُن کو ثواب پہنچانا اپنے عزیز یا دینی بہائی کی امداد و اعانت کرنا ہے۔ اور طائفہ اہل حق یعنی اہلسنت والجماعت کے نزدیک تمام عبادات مالیہ و بدنیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے پس ہر مسلمان کو مناسب ہے کہ وہ اپنے اموات اعزا و اقارب و احباب و اخوان مسلمین کو ان کے اس آڑے وقت میں نفع پہنچانے اور انکی امداد و اعانت کرنے میں غفلت نہ کرے۔ اور جہاں تک اس کے امکان میں ہو اُن کو ثواب پہنچائے۔ لیکن واضح رہے کہ ثواب پہنچانیکا مطلب صرف یہ ہے کہ انسان جو نیک کام کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کیطرف سے اُس کا ثواب اُس کے لیے لکھا جاتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ اختیار بہی عطا فرما دیا ہے کہ اپنا ثواب جسکو پہنچانا چاہے پہنچا دے۔ اور صرف اس کہنے سے کہ یا اللہ میرے اس کام یا اس صدقہ کا ثواب فلاں شخص کو پہنچا دے۔ یا میں نے اس کام یا اس صدقہ کا ثواب فلاں شخص کو بخشدیا۔ اس میت کو ثواب پہنچ جاتا ہے۔ یعنی شریعت مقدسہ نے ثواب پہنچانے کے لیے اس طریقہ کے علاوہ کوئی خاص صورتیں اور خاص قیود مقرر نہیں فرمائیں۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا تابعین یا ائمہ مجتہدین و سلف صالحین سے بہی ایصال ثواب کیلیے کوئی خاص قیود اور خاص صورتیں منقول نہیں لیکن لوگوں نے ایصال ثواب کے نئے نئے طریقے اور اسکے لیے خاص خاص صورتیں ایجاد کر کے انہیں لازم کر لیا اور سمجھ بیٹھے کہ بس اسی طرح ثواب پہنچتا ہے یا اس طرح پہنچانے سے زیادہ ثواب پہنچتا ہے۔ کسی نے ایصال ثواب کے لیے خاص دن مقرر کر لیے کسی نے صدقہ کے لیے خاص خاص چیزیں اور ان کی مقدار معین کر لی۔ کسی نے مقامات کی تعیین کر لی کہ مثلاً قبر پر

ہونا چاہیئے کسی نے کچھ کسی نے کچھ۔ ان قیودات اور تعینات مخترعہ کی وجہ سے ایصال ثواب جیسا نیک کام بدعات کا مجموعہ بن گیا۔ اور حسب تصریح فقہائے کرام وہ بجائے مفید ہونے کے اُلٹا نقصان کا سبب ہو گیا! ایصال ثواب کے متعلق جسقدر قیودات و تعینات غیر مشروعہ ایجاد کی گئی ہیں یا بوجہ التزام واہتمام وہ غیر مشروع اور بدعت ہو گئی ہیں۔ اُن کی تفصیل کیلئے ایک دفتر درکار ہے۔ بہت سی ایسی صورتیں ہیں کہ فقہائے کرام کے زمانہ میں وہ پیدا ہو گئی تھیں اُن کے احکام تو فقہاء کے کلام میں مذکور ہیں لیکن بہت سی ایسی ہیں کہ ان کا وجود تھوڑے زمانے سے ہوا ہے۔ اسلئے خاص اُن کا ذکر کتب فقہ میں نہیں ملتا۔ یہاں پر افسوس اور سخت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان بدعات کی ترویج واشاعت میں عوام الناس زیادہ قابل الزام نہیں بلکہ وہ نام کے علماء ہیں جنہوں نے لوگوں سے بحیلۂ ایصال ثواب اخذ علم کا خراج وصول کرنا اپنا انتہائی مقصود بنا رکھا ہے ان بدعات کے زیادہ تر ذمہ دار یہی حضرات ہیں جنہوں نے عوام کو سمجھایا کہ تمہاری یہ تمام ایجادیں جائز ہیں بلکہ مستحب وسنت ہیں اور بجائے اسکے کہ بدعات سے انکو نفرت دلاتے اور سنت نبویہ کی تعلیم کرتے اور اس کے اتباع کا شوق اور محبت اُن کے دلوں میں پیدا کرتے۔ صحابۂ کرام کے حالات اُن پر پیش کرتے۔ ائمہ دین وسلف صالحین کی پاک سیرت انہیں سکھاتے۔ ایک طوفان بدعات میں انہیں غرق کر دیا۔ اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان خدا ترس اور اہل حق علماء کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا جنھوں نے انکو بدعت بتایا۔ اور بدعت کے بُرے انجام اور نتیجہ بد سے آگاہ کیا۔ حالانکہ اہل حق فقہ حنفیہ کی صریح عبارتیں پیش کرتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاف ارشادات بیان کرتے ہیں۔ مگر انکو وہابی غیر مقلد بتا کر عوام کے قلوب کو اُن سے برگشتہ کرتے رہتے ہیں حالانکہ درحقیقت خود اپنے مذہب اور فقہ حنفیہ کی صریح مخالفت کر کے حقیقی طور پر خود غیر مقلد بنتے ہیں مگر ان بدعات کی اشاعت سے جو آمدنی انکو ہوتی ہے اس کے مقابلہ میں ترک تقلید و ترک سنت سبھی کچھ اختیار کر لیتے ہیں۔ افسوس صد افسوس +

منجملہ دیگر رسوم ایصال ثواب کی ایک رسم یہ بھی ہے جو نمبر ۳ میں بیان کی گئی ہے۔ یہ کام اگرچہ ایصال ثواب کے حیلہ سے کیا جاتا ہو مگر اسکی یہ صورت کہ جنازہ کے ساتھ کھانا قبرستان کو لیجایا جائے بدعت ہے اور چونکہ فقہاء کے زمانہ میں یہ رسم پیدا ہو گئی تھی اس لیئے اس کا صریح حکم کتب فقہ میں موجود ہے اور وہ یہ ہے:-

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

قوله بدعة قبيحة كالمسمى بالكفارة ذكر ابن الحاج في المدخل في الجزء الثاني ان من البدع القبيحة ما يحمل امام الجنازة من الخبز والخرفان ويسمون ذلك عشاء القبر اذا وصلوا اليه ذبحوا ذلك بعد الدفن وفرقوه مع الخبز وذكر مثله المناوي في شرح الاربعين في حديث من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد قال ويسمون ذلك بالكفارة فانه بدعة مذمومة قال ابن امير حاج ولو تصدق بذلك في البيت سرا لكان عملا صالحا لو سلم من البدعة اعني ان يتخذ ذلك سنة او عادة لانه لم يكن من فعل من مضى يعني السلف والخير كله في اتباعهم اه

(طحطاوی علی مراقی الفلاح)

یعنی لوگوں کا جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے کلمہ تسبیحات یا اسی جیسا اور ذکر کرنا بدعت ہے، یعنی بدعت قبیحہ ہے۔ وہ رسم جسے کفارہ کہا جاتا ہے علامہ ابن الحاج نے اپنی کتاب مدخل کے جزو ثانی میں ذکر کیا کہ بدعات قبیحہ میں سے ہی یہ رسم کہ جنازے کے آگے روٹیاں اور بکری کے بچے لیجاتے ہیں اور اسے عشاء قبر (اور بعض جگہ توشہ کہتے ہیں) اور قبر پر پہنچکر بکری کے بچوں کو دفن کے بعد ذبح کرتے ہیں۔ اور اس کا گوشت روٹیوں کے ساتھ تقسیم کر دیتے ہیں اور ایسا ہی علامہ مناوی نے شرح اربعین میں حدیث من احدث الخ کے تحت میں لکھا ہے اور کہا کہ اسے لوگ کفارہ کہتے ہیں اور یہ بدعت مذمومہ ہے۔ علامہ ابن امیر حاج نے فرمایا کہ اگر وہ یہ روٹیاں وغیرہ گھر پر ہی تقسیم کر دیتے تو نیک عمل ہوتا بشرطیکہ وہ بھی بدعت سے سالم رہتا یعنی اُسے سنت نہ سمجھا جاتا۔ یا اسکی عادت نہ کر لیجاتی۔ کیونکہ یہ کام سلف میں پایا نہیں گیا اور خیریت تمام کی تمام اتباع سلف میں ہے

اس عبارت میں جو علامہ سید احمد طحطاوی نے شرح مراقی الفلاح میں نقل کی ہے صاف طور پر اس رسم کا صریح رد ہے جو لوگوں میں رواج پذیر ہو گئی ہے کہ قبرستان میں جنازہ کیساتھ کھانا وغیرہ لیجاکر تقسیم کرتے ہیں۔ اور اسے بدعت قبیحہ مذمومہ بتایا ہے۔ نیز علامہ ابن امیر حاج کے کلام سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر مکان پر بھی صدقہ کیا جائے تو اس کے جواز یا استحسان کیلئے بھی یہ شرط ہے کہ اُسے سنت نہ سمجھا جائے۔ اور نہ اس کا التزام اور عادت نہ کر لیجائے ورنہ وہ بھی ناجائز اور بدعت ہو جائے گا نیز یہ بھی صاف فرما دیا کہ خیریت اور بھلائی اتباع سلف میں منحصر ہے۔ اس صریح عبارت اور صاف دلیل کے علاوہ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ چونکہ اس رسم کے ادا کرنے میں ریاء و شہرت اور پابندی رسم و رواج

خیالات کا ضروری طور پر دخل ہوتا ہے اس لیے اسکے ناجائز اور بدعت ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ جو کام بغرض ریاء و سمعہ کیا جائے اُس میں ثواب کی اُمید رکھنا ایک خیالِ عبث ہے اور کتب فقہ میں تصریح موجود ہے کہ ایسے افعال واجب الترک ہیں :-

لاشك فی فرضية علم الفرائض الخمس وعلم الاخلاص لان صحة العمل موقوفة عليه وعلم الحلال والحرام وعلم الرياء لان العابد محروم من ثواب عمله بالرياء اھ (ردالمحتار شامی)	اس میں شک نہیں کہ فرائض خمسہ کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور اسیطرح علم اخلاص کیونکہ عمل کی صحت اخلاص پر موقوف ہے۔ اور علم حلال و حرام اور علم ریا بھی فرض ہے کیونکہ ریا کی وجہ سے عابد اپنی عبادت اور عمل کے ثواب سے محروم رہتا ہے
وفی البزازية ويكره اتخاذ الطعام فی اليوم الاول والثانی والثالث وبعد الاسبوع و نقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء و القراء للختم او لقراءة سورة الانعام او الاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لاجل الاكل يكره وفيها من كتاب الاستحسان وان اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا اھ واطال فی ذلك فی المعراج وقال وهذه الافعال كلها للسمعة و الرياء فيحترز عنها لانهم لا يريدون بها وجه الله تعالى اھ	بزازیہ میں ہے کہ موت کے پہلے اور دوسرے اور تیسرے دن اور ساتویں دن کھانا کرنا اور قبر پر کھانا لیجانا موسم میں۔ اور قرآن پڑھنے پڑھانے کے لیئے دعوت کرنا اور صلحاء اور قراء کو ختم قرآن کے لیے یا سورۂ انعام و اخلاص پڑھنے کے لیئے جمع کرنا یہ سب مکروہ ہے اور حاصل یہ ہے کہ قرأت قرآن کے وقت کھانا کرنا مکروہ ہے۔ اور فتاوے بزازیہ کی کتاب الاستحسان میں ہے کہ اگر فقراء کے لیئے کھانا پکایا جائے تو اچھا ہے۔ اور معراج میں طول بحث کر کے کہا کہ یہ تمام افعال شہرت و ناموری کیلئے کیئے جاتے ہیں پس ان سے احتراز کیا جائے کیونکہ لوگ ان سے خدا کی خالص رضامندی کا قصد نہیں کرتے۔ (ردالمحتار شامی)

اس عبارت میں کئی باتیں نہایت صاف طور سے مذکور ہیں اوّل یہ کہ میت کے پہلے روز یعنی یوم انتقال و دفن میں کھانا پکوانا اور اجتماع کرنا اور ختم قرآن کا اہتمام و اجتماع اور تیسرے روز اور پھر ہفتے کے بعد یہی اہتمام اور اجتماع کرنا یہ سب مکروہ ہے اور یہ افعال اکثری طور پر بغرض شہرت و ریاء و نمود کیے جاتے ہیں اسلیئے بدعت و ناجائز ہیں اگر فقراء کو کھانا کھلایا جائے یا تقسیم کیا جائے تو بشرطیکہ اسکو سنت نہ سمجھا جاوے اور اس کا التزام نہ کر لیا جائے تو جائز ہے یعنی بغیر کسی تعین وقت یا تخصیص طعام کے جسوقت میسر ہو

بغرضِ خوشنودیٔ خدا تعالیٰ کھانا پکا کر فقراء کو کھلا دو یا تقسیم کر دو اور اس کا ثواب میت کو پہنچا دو تو مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔

رسم نمبر ۴

دفن کے بعد جب قبرستان سے واپس آتے ہیں تو راستہ میں ایک شخص پان کا خوانچہ لیے کھڑا رہتا ہے وہ سب کو پان تقسیم کرتا ہے اور گلاب چھڑکتا ہے جیسے شادی میں کرتے ہیں۔

حکم شرعی

اگر یہ پان اہل میت کی طرف سے تقسیم کیے جاتے ہیں تو اس وجہ سے ناجائز ہے کہ اہل میت سے کسی قسم کی دعوت لینا مکروہ ہے اور بدعت ہے اور یہ پان تقسیم کرنا بھی ایک قسم کی دعوت ہے، جو اس کے ذمہ لازم کر دی گئی ہو یا اس نے خود لازم کر لی ہے۔

قال فی الفتح ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ اھ (ردالمحتار)	فتح القدیر میں ہے کہ اہل میت کی جانب سے کھانے کی دعوت دینی مکروہ ہے کیونکہ دعوت خوشی کے موقع پر مشروع ہے نہ غمی پر اور یہ بری بدعت ہے

اسی طرح گلاب چھڑکنا بے اصل اور بدعت ہے، کیونکہ اس موقع پر حاضرین پر گلاب چھڑکنے کی کوئی معقول وجہ نہیں سوائے اسکے کہ اپنی ناموری اور ریا مقصود ہو اس سے میت کو ثواب پہنچانا بھی کہ مقصود نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ کوئی عبادت اور قربت کا کام نہیں ہے۔ نہ صدقہ ہے۔ لہذا یہ فعل بھی واجب الترک ہے۔

رسم نمبر ۵

جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کے ذمہ جتنے روزے اور نمازیں وغیرہ ہوتی ہیں اس کے لیے ساڑھے بارہ سیر گیہوں اور ایک قرآن شریف رکھتے ہیں اور مؤذن یا ملا کو بلا کر اُسے کہتے ہیں کہ فلاں بن فلاں کے ذمہ جس قدر روزے نمازیں باقی ہیں ان کے عوض میں تمہیں یہ گیہوں اور قرآن مجید دیا جاتا ہے تم نے قبول کیا۔ وہ کہتا ہے ہاں قبول کیا۔ پھر وہ ملا گیہوں اور قرآن شریف لیجاتا ہے اس طریقے کو لوگ حیلہ کہتے ہیں۔

حکم شرعی

یہ رسم تھوڑے تھوڑے اختلاف اور تفاوت کے ساتھ ہندوستان کے بعض شہروں میں بھی رائج ہے اور اسے اسقاط کہتے ہیں اس کی اصل یہ ہے کہ جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ فرائض اسلامیہ کی قضا باقی ہو جیسے نماز روزے۔ کفارہ قسم۔ قربانی وغیرہ داخل ہیں تو ان فرائض و واجبات کا فدیہ اس کی طرف سے ادا کرنے سے امید ہے کہ اس کا ذمہ بری ہو جائے۔ پھر

اگر میت نے وصیت کر دی ہو کہ میری تمام نمازوں اور روزوں وغیرہ کا فدیہ دیدیا جائے۔ جب تو ورثہ کو لازم ہے کہ جسقدر نمازیں اور روزے وغیرہ میت نے بتائے ہیں یا وارث کو معلوم ہیں ان کا پورا فدیہ دے اور ثلث مال تک انہیں خرچ کرے۔ اگر بصورت وصیت پورا فدیہ ثلث مال یا اس سے کم میں ادا ہو جاتا ہو تو پورے فدیہ سے کم ادا کرنے میں وارث گنہگار ہوگا۔

ولو مات وعليه صلوات فائتة واوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم وانما يعطى من ثلث ماله۔ (رد المحتار)

اگر کوئی شخص مر گیا اور اس پر قضا نمازیں تھیں اور فدیہ دینے کی وصیت کر گیا تو ہر نماز اور وتر اور روزے کے بدلے نصف صاع گیہوں مثل صدقہ فطر کے دیے جائیں اور صرف ثلث مال سے فدیہ دیا جائے گا۔

اور اگر میت نے باوجود مال ہونے کے وصیت نہیں کی یا وصیت کی مگر جتنی نمازیں اور روزے اُسکے ذمہ تھے ان سب کے فدیہ کی پوری مقدار کی وصیت نہیں کی تو پہلی صورت میں وارث کو فدیہ دینا اور دوسری صورت میں پورا فدیہ دینا خواہ ثلث کے اندر ہو ضروری نہیں اور مرنیوالا ان دونوں صورتوں میں گنہگار ہوگا۔

قوله لو لم يترك مالا۔ اي اصلا او كان ما اوصى به لا يفي زاد في الامداد او لم يوص بشيء واراد الولي التبرع الخ۔ واشار بالتبرع الى ان ذلك ليس بواجب على الولي ونص عليه في تبيين المحارم فقال لا يجب على الولي فعل الدور وان اوصى به الميت لانها وصية بالتبرع والواجب على الميت ان يوصي بما يفي ان لم يضق الثلث عنه فان اوصى باقل وامر بالدور وترك بقية الثلث للورثة او تبرع به لغيرهم فقد اثم بترك ما وجب عليه اھ (رد المحتار)

یعنی میت نے کچھ مال نہیں چھوڑا یا جو وصیت کی ہے وہ فدیہ کی مقدار واجب سے کم ہے۔ امداد میں یہ صورت اور بڑھائی کیا بالکل وصیت نہیں کی اور ولی نے تبرع کرنا چاہا۔ اور لفظ تبرع سے اس طرف اشارہ کیا کہ یہ فعل ولی پر واجب نہیں اور تبیین المحارم میں اسپر تصریح کی اور کہا کہ ولی پر فعل دور واجب نہیں۔ اگرچہ میت نے اسکی وصیت کی ہو کیونکہ یہ وصیت بالتبرع ہے اور میت پر واجب یہ ہے کہ وہ اتنی مقدار کی وصیت کرے جو فدیہ واجبہ کو کافی ہو بشرطیکہ ثلث مال میں اتنی گنجائش ہو تو اگر میت نے مقدار واجب سے کم وصیت کی اور دور کا حکم کیا اور بقیہ ثلث ورثہ کے لیے چھوڑ دیا یا کسی اور کو دلوایا تو میت بوجہ ترک واجب گنہگار رہا۔

اور جب کہ میت نے بالکل وصیت نہیں کی یا مال نہیں چھوڑا یا ثلث سے زائد کی وصیت کی۔ یا تھوڑے سے روزوں اور نمازوں کے فدیہ کی وصیت کی حالانکہ ثلث میں اُس سے زیادہ گنجایش تھی۔ یہ چار صورتیں ہیں۔ پہلی دو صورتوں میں وارث کے ذمہ بالکل اور تیسری صورت میں زائد علی الثلث اور چوتھی صورت میں زائد علی الوصیتہ فدیہ دینا واجب نہیں لیکن اگر وارث تبرعاً دینا چاہے تو دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وارث مالدار ہو اور میت کے ذمہ جسقدر نمازیں روزے وغیرہ فرائض واجبات شرعیہ ہیں اُن سب کا پورا حساب کرکے فدیہ دے تو اُسکے جواز بلکہ استحسان میں کلام نہیں۔ بلاشبہ یہ فعل جائز اور مستحسن ہے دوسری صورت یہ کہ وارث کے پاس بہی مال نہیں ہی یا ہے مگر وہ پورا فدیہ دینا نہیں چاہتا تو اُسکے لیے فقہائے نے ایک صورت تجویز کی ہے کہ اُسپر عمل کرنے سے ممکن ہے کہ میت کا ذمہ بھی بری ہو جائے اور وارث پر بھی زیادہ بار نہو۔ وہ یہ کہ جسقدر نمازوں کا وہ فدیہ دے سکتا ہو (خواہ اپنے مال سے یا قرض لیکر) اتنی نمازوں کی طرف سے وہ فدیہ کسی فقیر کو دے۔ شلاً اُس کے پاس چار صاع گیہوں ہیں تو یہ کہے کہ یہ آٹھ نمازوں کا فدیہ ہے اور فقیر کو دیکر قبضہ کرادے۔ پہر وہ فقیر یہ گیہوں وارث کو ہبہ کردے۔ اور وارث قبضہ بھی کرلے۔ پہر وارث وہی گیہوں اُسی فقیر یا کسی دوسرے فقیر کو اور آٹھ نمازوں کے بدلے میں دے۔ اور پہر وہ فقیر وارث کو ہبہ کرکے قبضہ کرادے۔ اسیطرح اگر میت کے ذمہ اسّی نمازیں تہیں تو دس مرتبہ دور کرے یعنی وارث فقیر کو دے اور فقیر وارث کو ہبہ کرے اور ہر مرتبہ قبضہ کرلینا شرط ہے۔ ورنہ صدقہ یا ہبہ صحیح نہو گا۔ پہر جب نمازیں پوری ہو جائیں تو روزوں کے بدلے اسی طرح کرے کہ یہ چار صاع آٹھ روزوں کے بدلے میں دے اور پہر فقیر واپس ہبہ کردے وہکذا۔ یہاں تک کہ روزے پورے ہو جائیں۔ پہر دوسرے واجبات کو اسی طرح پورا کیا جائے۔ اور جب سب سے فراغت ہو جائے تو اخیر میں خواہ فقیر وارث کو ہبہ نہ کرے لیکر چلا جائے یا ہبہ کردے تو وارث اپنی رضامندی سے فقیر کو یہ کل چار صاع یا اس کا کوئی حصہ دیدے۔ یہ ہی اسقاط کی وہ ترکیب جو فقہاء نے بیان فرمائی ہو۔ لیکن اس ترکیب سے اسقاط جہاں تک ہمیں علم ہو کوئی نہیں کرتا +

ولو لم یترك مالا یستقرض وارثه نصف صاع مثلاً ویدفعه لفقیر ثم یدفعه	یعنی اگر میت نے کچھ مال نہیں چھوڑا یا چھوڑا اگر وصیت نہیں کی یا زائد علی الثلث وصیت کی یا وصیت سے زائد فدیہ دینا چاہی تو وارث نصف صاع مثلاً قرض لیکر یا اپنے پاس سی کسی فقیر کو دے پہر

الفقير للوارث ثم وثم حتى يتم (در مختار)	فقیر وارث کو ہبہ کر دے پھر اور پھر یہاں تک کہ تمام فرائض و واجب پورے ہو جائیں +
وفيها يستقرض الخ والاقرب ان يحسب ما على الميت ويستقرض بقدره بان يقدر عن كل شهر او سنة فيستقرض قيمتها ويدفعها للفقير ثم يستوهبها منه ويتسلمها منه لتتم الهبة ثم يدفعها لذلك الفقير او لفقير آخر وهكذا فيسقط في كل مرة كفارة سنة وبعد ذلك يعيد الدور لكفارة الصيام ثم للاضحية ثم للايمان لكن لا بد في كفارة الايمان من عشرة مساكين انتهى مختصرا	یعنی اقرب یہ ہے کہ میت کے ذمہ کے فرائض و واجبات کا حساب کر لیا جائے اور وارث ایک خاص تعداد فرائض کے فدیہ کی مقدار قرض لے۔ (یا اپنے پاس سے دے) مثلاً ایک مہینہ کی نمازوں کا اتنا فدیہ ہوا یا ایک سال کا اتنا ہوا۔ پھر وہ ایک مہینہ یا ایک سال کی نمازوں کے بدلے میں فقیر کو دے اور پھر فقیر سے اپنے لئے ہبہ کرا کے قبضہ کرے تاکہ ہبہ پورا ہو جائے۔ پھر اسی فقیر کو یا کسی دوسرے فقیر کو دے۔ اور اسی طرح کرتا رہے تو ہر دفعہ میں ایک مہینہ یا ایک سال کی نمازیں ساقط ہوں گی۔ اور جب نمازیں پوری ہو جائیں تو اس کے بعد روزوں کا کفارہ پھر قربانیوں کا پھر قسم کا پورا کیا جائے۔ لیکن قسموں کے کفارہ میں ضروری ہے کہ ہر قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو دیا جائے +

لیکن یہ بھی واضح رہے کہ عبارات مذکورہ کو صراحۃً معلوم ہو گیا کہ یہ فعل اسقاط (فعل ورثاء) وارث کے ذمے واجب اور ضروری نہیں بلکہ محض تبرع ہے اور ایراد و تہ میت کے لیے ایک حیلہ ہے اگر اسے ضروری سمجھا جائے یا سنت سمجھا جائے تو ناجائز اور بدعت ہو جائیگا جیسا کہ رسم نمبر ۳ کے بیان میں علامہ طحطاوی کی عبارت سے صراحۃً معلوم ہو چکا ہے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ بصورت عدم وصیت میت کے ترکہ میں سے جبتک کہ تمام ورثہ بالغ اور حاضر نہوں کوئی مقدار اسقاط میں نہ دیجائے اور ثلث تک کی وصیت میں زائد علی الثلث اور ثلث سے کم کی وصیت میں زائد علی الوصیۃ بدون رضا تمام ورثہ اسقاط میں کوئی مقدار نہ دیجائے اگر کوئی دیگا وہ خود ضامن ہو گا +

الحاصل۔ اس تمام بیان سے ثابت ہو گیا کہ اسقاط کا یہ طریقہ جو رسم نمبر ۵ میں بیان کیا گیا ہے کہ ساڑھے بارہ سیر گیہوں اور ایک قرآن مجید تمام فرائض و واجبات کے

فدیہ میں دیتے ہیں بے اصل اور ناجائز ہے۔ بے اصل ہونا تو اسلئے کہ اس خاص مقدار کے تمام فرائض واجبات کی طرف سے کافی ہو جانے کی کوئی دلیل نہیں۔ اور ناجائز ہونا اسلئے کہ اسمیں ساڑھے باون سیر کی تعیین بدعۃ ہے نیز قرآن مجید کی کوئی قیمت متعین نہیں کیجاتی کہ اس کے لحاظ سے فدیہ کی مقدار متعین ہو کہ کتنی نمازوں کا پورا

تنبیہ۔ یہ رسم بعض مقامات میں اس طرح ادا کیجاتی ہے کہ صرف ایک قرآن مجید فقیر کو یہ کہہ کر دیتے ہیں کہ قرآن مجید چونکہ خدا کا کلام ہے اسلئے اسکی کوئی قیمت نہیں اور بوجہ بے قیمت ہونے کے تمام نمازوں اور روزوں اور دیگر واجبات کا جسقدر کفارہ میت کے ذمہ ہو اس سب کے بدلے میں ہم یہ قرآن دیتے ہیں اور فقیر قبول کر لیتا ہے۔ یہ طریقہ بھی ناجائز ہے۔ کیونکہ یہی حضرات جو فدیہ میں قرآن شریف کو بے قیمت بتاتے ہیں جب فدیہ کے واسطے خریدنے جاتے ہیں تو بجائے روپیہ کے بارہ آنے اور بجائے ۱۲ کے دس آنے کو جھگڑ جھگڑ کر خریدتے ہیں۔ خریدتے وقت اس کا بے قیمت ہونا بھول جاتے ہیں۔ اور یہ تو تقریباً محال ہے کہ دکاندار اگر اسکی قیمت ایک روپیہ بتائے تو یہ بنظر قدر شناسی قرآن مجید اسکو دو روپیہ خرید دیں۔ بہر حال یہ قرآن مجید جو کاغذ پر لکھا یا چھپا ہوا ہوتا ہے شرعاً مال متقوم ہے اور کفارات و معاوضات میں اسکی اصل قیمت کا اعتبار ہوگا۔ اور اسلئے وہ صرف اتنی نمازوں کا فدیہ ہو سکیگا جتنی نمازوں کے فدیہ تک اسکی قیمت پہنچے گی + دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بعض مقامات میں لوگ کچھ غلہ فقیر کو یہ کہکر دیتے ہیں کہ میت کے ذمہ جو کچھ گناہ تھے وہ تم نے اپنے اوپر لئے؟ اور جاہل فقیر کہتا ہے۔ لیے۔ اور وہ غلہ اسکو دیا جاتا ہے +

یہ صورت تمام صورتوں سے بدتر ہے۔ اور اسمیں ڈر ہے کہ دینے والوں اور لینے والوں کا ایمان بھی جاتا رہے۔ دینے والوں کا اس لیے کہ انہوں نے صریح طور پر آیت قرآنی "ولا یؤخذ منها عدل" اور "ولا تزر وازرة وزر اخری" کے خلاف یہ عقیدہ جمایا کہ میت کے گناہوں کے بدلے میں چند پیسوں یا روپیوں کا غلہ فدیہ بن گیا۔ اور یہ کہ گناہوں کا مواخذہ اصل مجرم سے ہٹا کر کسی دوسرے کے ذمے بھی ڈالا جا سکتا ہے۔ اور یہ دونوں باطل اور قطعاً باطل ہیں۔ اور لینے والے جاہل کا ایمان بھی ان ہی وجوہ سے معرض خطر میں آگیا۔ نیز اسلئے کہ اس نے خدا کے عذاب کو ہلکا سمجھا۔ اور اسکو اپنے سر پر لینے کی جرأت کی نعوذ باللہ من هذه الجهالات

(رسم نمبر ۶) میت کے مکان پر اس کے مرنے کے بعد کچھ دنوں تک بہاری جلسہ رہتا ہے

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

لوگ آکے بیٹھتے کھاتے پیتے ہیں۔ چرٹ۔ چائے۔ پان کا شغل رہتا ہے۔ سات آٹھ روز تو اس طرح گزرتے ہیں اسکے بعد ایک بڑا جلسہ ہوتا ہے جسکو ختم کا جلسہ کہتے ہیں اس میں کچھ لوگ تو ختم پڑھتے ہیں۔ مگر امیر غریب سب قسم کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ مٹھائی تقسیم ہوتی ہے۔ گویا ایک شادی کا مجمع ہے بسا اوقات یہ تمام مصارف ترکہ میں سے ادا کیے جاتے ہیں۔ حالانکہ بعض وارث چھوٹے بچے یا غیر حاضر بھی ہوتے ہیں نیز کھانے والے اور مٹھائی لینے والے امراء بھی ہوتے ہیں۔

حکم شرعی

اس رسم میں کئی باتیں ہیں۔ اول اہل میت کا اپنے مکان پر اس غرض سے بیٹھنا کہ لوگ تعزیت کے لیے آئیں۔ دوسرے لوگوں کا اہل میت کے مکان پر جمع ہونا تیسرے اہل میت کا آنے والوں کو پان۔ چائے۔ چرٹ کھانا وغیرہ کھلانا یا مٹھائی تقسیم کرنا۔ چوتھے سات آٹھ روز کے بعد ختم کا جلسہ کرنا۔ اور اسمیں امیروں اور غریبوں سب کو کھانا کھلانا یا مٹھائی تقسیم کرنا۔ پانچویں ترکہ میں سے یہ سب مصارف کرنا۔ ان سب کا حکم جدا جدا بیان کیا جاتا ہے:۔

(۱) اہل میت کی تعزیت کرنا مستحسن ہے جس کا بہتر وقت دفن کے بعد ہی روز دفن یا اگر رات کو دفن کیا جائے تو اس کے بعد کا دن ہے اور اس کے بعد تین دن تک کی اجازت ہے۔ اور اہل میت کا اپنے مکان پر اس غرض سے بیٹھنا کہ لوگ تعزیت کے لیے آئیں۔ یہ بھی صرف تین دن تک جائز ہے۔ مگر بہتر یہی ہے کہ نہ بیٹھے۔ اور اکثر متاخرین اس سے بھی منع کرتے ہیں۔ اور تین دن سے زیادہ بیٹھنا باتفاق فقہاء مکروہ ہے مگر جو شخص سفر سے آیا ہو وہ اس کراہت سے مستثنیٰ ہے کہ اسے تین دن کے بعد بھی تعزیت کرنا جائز ہے۔ اور گھر کے باہر دروازے پر نکلکر بیٹھنا باتفاق مکروہ ہے۔ اور جو شخص ایک مرتبہ تعزیت کر آئے اسکو دوبارہ جانا مکروہ ہے۔

لا بأس بتعزية اهله وترغيبهم في الصبر وباتخاذ طعام لهم وبالجلوس لها في غير مسجد ثلاثة ايام واولها افضل وتكره بعدها الا لغائب وتكره التعزية ثانيا وعند القبر وعند باب الدار

یعنی اہل میت کی تعزیت کرنے میں مضائقہ نہیں اور ان کو صبر کی ترغیب دینے میں اور ان کے لیے کھانا بھیجنے میں اور بغرض تعزیت مسجد کے علاوہ کسی مکان میں بیٹھنے میں تین دن تک مضائقہ نہیں۔ تعزیت کے لیے پہلا دن افضل ہے۔ اور تین دن کے بعد تعزیت مکروہ ہے مگر اسکے لیے جو سفر سے آیا ہو۔ اور دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہے۔ اور گھر کے دروازہ پر بیٹھنا بھی مکروہ ہے

ویقول اعظم الله اجرك واحسن عزاءك وغفر لميتك اھ (در مختار)	تعزیت میں یہ الفاظ کہے "خدا تمہیں اجر عظیم دے اور صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور تمہاری میت کو بخش دے"
وفی خزانة الفتاوی والجلوس للمصیبة ثلاثة ایام رخصة وترکه احسن کذا فی معراج الدرایة (عالمگیری)	خزانۃ الفتاوی میں ہے کہ بوقت مصیبت تین دن تک بیٹھنے کی رخصت تو ہے مگر اُس کا ترک بہت بہتر ہے۔

(۲ و ۳) یعنی لوگوں کا اہل میت کے مکان پر جمع ہونا۔ اور اہل میت کا انہیں پان۔ چائے حُقّہ۔ مٹھائی تقسیم کرنا یا کھانا کھلانا۔ یہ باتیں بھی مکروہ ہیں۔ اگرچہ تعزیت کے لئے تین دن تک لوگوں کا جانا جائز ہے۔ اور اتفاقی طور پر وہاں دو چار آدمی جمع ہو جائیں تو مضائقہ نہیں لیکن قصداً جمع ہونا اور اجتماع کی شکل قصداً پیدا کرنا مکروہ ہے۔ اور میت کا لوگوں کو کچھ کھلانا یا کچھ تقسیم کرنا یہ سب مکروہ ہے۔

فی الامداد وقال کثیر من متاخری ائمتنا یکرہ الاجتماع عند صاحب المیت	امداد میں ہے کہ ہمارے ائمہ حنفیہ میں بہت سے متاخرین نے فرمایا ہے کہ اہل میت کے مکان پر لوگوں کا اجتماع مکروہ ہے
ویکرہ له الجلوس فی بیته حتی یاتی الیه من یعزی بل اذا فرغ ورجع الناس من الدفن فلیتفرقوا ویشتغل الناس بامورھم وصاحب المیت بامرہ اھ ملخصاً (رد المحتار شامی)	اور اہل میت کو گھر میں اس غرض سے بیٹھنا کہ لوگ آئیں اور تعزیت کریں یہ بھی مکروہ ہے۔ بلکہ جب دفن سے فارغ ہو کر واپس آئیں تو چاہیئے کہ سب متفرق ہو جائیں لوگ اپنے اپنے کام میں لگ جائیں اور اہل میت اپنے کام میں۔
یکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعة مستقبحة روی الامام احمد وابن ماجة باسناد صحیح عن جریر بن عبد الله قال کنا نعد الاجتماع الی اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة۔ (رد المحتار نقلاً عن فتح القدیر)	یعنی اہل میت کا لوگوں کے لئے کھانے کی دعوت تیار کرنا (جس میں پان چائے۔ مٹھائی بھی داخل ہے) مکروہ ہے کیونکہ دعوت خوشی میں مشروع ہوئی نہ غمی میں۔ اور یہ قبیح بدعت ہے۔ امام احمد اور ابن ماجہ نے بسند صحیح جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم (یعنی صحابہ کرام) اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور اہل میت کے کھانا پکانے کو نیاحت میں داخل سمجھتے تھے۔

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

نیاحۃ کے معنی یہ ہیں کہ جاہلیت میں میت کا ماتم کرنے کے لیے عورتیں جمع ہو کر روتی تھیں اور میت کے اوصاف بیان کرتی تھیں شریعت نے نیاحۃ سے منع فرمایا۔ اور اسے حرام قرار دیا ہے۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ صحابی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام اس اجتماع اور میت کی طرف سے کھانا کرنے کو بھی اسی نیاحۃ ممنوعہ میں داخل سمجھتے تھے یعنی جیسے نیاحۃ ممنوع ہے یہ بھی ممنوع ہے۔

(۴ و ۵) یعنی سات آٹھ روز کے بعد ختم کا جلسہ کرنا۔ اور ترکہ میں سے یہ مصارف کرنا +

رسم نمبر ۳ کے بیان میں ہم فتاوے بزازیہ کی عبارت نقل کر چکے ہیں جس میں تصریح ہو کہ قرآن مجید پڑھنے والوں کے لیئے دعوت تیار کرنا اور قراء و صلحار کو جمع کرنا اور ان سے ختم پڑھوا کر انہیں کھانا کھلانا مکروہ ہو۔ وجہ کراہت یہ ہے کہ قرأت قرآن و ختم پر کھانا کھلانا گویا قرأت کی اجرت کے

ومن ما یبتدع فی زماننا من مہللین و قراء و مغنین و طعام ثلثۃ ایام و نحو ذلک ومن فعل ذلک بدون رضا بقیۃ الورثۃ البالغین یضمنہ فی مالہ +

(رد المحتار)

یعنی تجہیز و تکفین کے مصارف میں داخل نہیں ہے جو ہمارے زمانے میں بطور بدعت اختیار کیا گیا ہو کہ کلمہ طیبہ یا قرآن پڑھنے والے یا نعت گانے والے جمع کیے جاتے ہیں۔ یا تین دن تک کھانا کیا جاتا ہے۔ اور اسی جیسے اور افعال ہیں۔ اور جو ان کاموں میں بغیر رضا مندی باقی ورثہ بالغین کے خرچ کرے گا وہ خود ضامن ہو گا

وبہ ظہر حال وصایا اھل زماننا فان الواحد منہم یکون فی ذمتہ صلوات کثیرۃ وغیرھا من زکوٰۃ واضاحی وایمان ویوصی لذلک بدراھم یسیرۃ ویجعل معظم وصیتہ لقراءۃ الختمات والتہالیل التی نص علماءنا علی عدم صحۃ الوصیۃ بہا وان القراءۃ لشئ من الدنیا لا تجوز وان الاٰخذ والمعطی اٰثمان لان ذلک یشبہ الاستیجار علی القراءۃ

اور اس سے ظاہر ہو گیا ہمارے زمانہ کے لوگوں کی وصیتوں کا حال کہ بعض لوگ باوجودیکہ ان کے ذمے بہت سی نمازیں اور زکوٰۃ اور قربانیاں اور قسمیں ہوتی ہیں مگر وہ تھوڑے سے دراہم کی (فدیہ کے لیے) وصیت کرتے ہیں۔ اور اپنی وصیت کا بڑا حصہ کلمہ طیبہ اور قرآن مجید کے ختموں کے لیئے خاص کر دیتے ہیں حالانکہ ہمارے علماء نے تصریح کی ہو کہ ان ختموں کی وصیت صحیح نہیں اور یہ کہ کسی دنیاوی غرض سے قراءت جائز نہیں اور دینے والے اور لینے والے دونوں گنہگار ہیں

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

ونقل الاستيجار عليها لا يجوز فكذا ما اشبهه كما صرح بذلك في عدة كتب من مشاهير كتب المذهب (رد المحتار)	کیونکہ دینا اور کھانا کھلانا اُجرت کے مشابہ ہے اور قرأت کی اُجرت لینا دینا جائز نہیں۔ اسی طرح وہ چیز جو اُجرت سے مشابہت رکھتی ہے اور ہمارے مذہب کی مشہور کتابوں میں سے بہت سی کتابوں میں اسکی تصریح کی گئی ہے (رد المحتار)

اِن عبارتوں سے صاف معلوم ہوگیا کہ کلمہ طیبہ یا قرآن مجید کا ختم کرانے کے لیے اجتماع کرنا اور پڑھنے والوں کو کھانا کھلانا مکروہ اور بدعت ہے۔

نیز چونکہ اس قسم کے کھانے میں غریب امیر سب شامل ہوتے ہیں اسلئے صاف ظاہر ہے کہ اس کھانے سے مقصود صدقہ اور خیرات نہیں ہے۔ ورنہ امراء کو صدقہ کھلانے کے کیا معنی اور جب صدقہ مقصود نہوا تو ظاہر ہے کہ یہ کھانا کھلانا اور جلسہ کرنا محض ناموری اور شہرت اور ریا کی وجہ سے ہوتا ہے اور اسکا مکروہ اور بدعت ہونا پہلے ثابت ہو چکا ہے اور یہ کھانا امراء کی دعوت بطور ہدیہ کی ہوتی ہے۔ اور فقراء کی بطور صدقہ کی صحیح نہیں کیونکہ کھانا کرنے والوں کو اس تفریق کا خیال نہیں ہوتا۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو ہم بقول علامہ ابن ہمام کے چونکہ یہ دعوت غمی کی ہے اسلئے غیر مشروع اور ردالمحتار شامی کی عبارت سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ ترکہ مشترکہ میں سے بغیر رضا جمیع ورثہ یہ مصارف ادا کرنا بالخصوص جبکہ کوئی وارث نابالغ یا غائب ہو نا جائز ہے۔ اور جو کرے گا وہ خود ضامن ہوگا۔

رسم نمبر ۸

لوگ جنازے کے ساتھ تو جاتے ہیں مگر جب نماز ہوتی ہے تو بہت سے اشخاص نماز میں شریک نہیں ہوتے اور کہتے ہیں کہ جنازہ کی نماز فرض کفایہ ہی تو ہے اور جب کچھ لوگوں نے پڑھ لی تو سب کا فرض ساقط ہو جاتا ہے۔

حکم شرعی

بے شک جنازے کی نماز فرض کفایہ ہے۔ اور کچھ لوگوں کے پڑھ لینے سے اور مسلمانوں کا فرض ساقط ہو جاتا ہے لیکن اس خیال سے نماز سے علیحدہ رہنا مناسب نہیں کیونکہ اُن کے ذمہ اپنے مُردہ بھائی کے حقوق میں سے اسکو جنازے کی نماز پڑھنے کا حق بھی تو ہے۔ اور نماز جنازہ میں کثرت نمازیوں کی مستحسن ہے۔ اگر محض فرض ساقط ہو جانیکا خیال ہو تو پھر اسکے ساتھ جانے اور دفن کرنیکا فرض بھی تو اُن کے ذمہ سے اسوجہ سے ساقط ہو گیا کہ اوروں نے جنازہ لیجا کر دفن کر دیا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص جنازے کے ساتھ جائے اور اسکی نماز پڑھے اور پھر دفن تک اس کے ساتھ رہے اُسکو دو قیراط ثواب ملیگا۔ اور جو صرف نماز پڑھکر لوٹ آئے اسکو ایک قیراط ثواب ملیگا۔ پس جنازے کے ساتھ جاکر نماز میں شریک نہونا اور جماعت سے علیحدہ رہنا ایک غیر مستحسن امر اور شانِ اسلام سے بعید ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ العبد العاجز الاواہ محمد کفایۃ اللہ عفا عنہ مولاہ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

خیر الصلات

فی حکم

الدعاء للاموات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال

کیا فرماتے ہیں۔ علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ یہاں مدت سے یہ رسم در رواج ہے کہ کفنانے کے بعد میت کو جنازے میں رکھ کر جمع ہو کر اہتمام کے ساتھ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ پھر نماز جنازہ کر فارغ ہونے کے بعد جنازہ اٹھانے سے پہلے سب لوگوں کو روک کر امام کے ساتھ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ پھر علاوہ اس دعا کے جو بعد دفن متصل پڑھی جاتی ہے۔ اس وقت بھی لوگوں کو روک کر فاتحہ ہوتی ہے جب واپسی میں قبرستان کے دروازہ پر پہنچتے ہیں۔ بعض جگہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب غسل کے پہلے میت کو رکھتے ہیں۔ تب بھی جمع ہو کر فاتحہ پڑھتے ہیں۔ اور دروازہ قبرستان پر فاتحہ پڑھنے کے بعد مکان پر بھی رسم فاتحہ بجالاتے ہیں۔ یعنی اول تین موقعوں پر فاتحہ پڑھنے کا عام رواج ہے۔ اور پچھلے دو موقعوں پر فاتحہ پڑھنے کا عام رواج نہیں ہے۔ یعنی کہیں ہے اور کہیں نہیں۔ لیکن اب ایک عالم صاحب یہاں تشریف لائے ان سے دریافت کیا گیا۔ تو وہ یہ فرماتے ہیں۔ کہ ان مختلف اوقات میں اس کیفیت کیساتھ فاتحہ پڑھنا بدعت خلاف سنت ہے بالخصوص جبکہ تارک کو قابل ملامت بھی سمجھتے ہیں۔ اور دلیل یہ بتاتے ہیں کہ حسب تصریح علامہ شامی وغیرہ صلوٰۃ جنازہ

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

خود دعا ہے چنانچہ ردالمحتار جلد اول صفحہ ۶۴۱ میں تحریر ہے نقل صرحوا عن أخرھم بأن صلوٰۃ الجنازۃ ھی الدعاء للمیت اذھو المقصود منھا۔ انتہٰی۔ اور فاضل اجل علامہ ملا علی قاری مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ کے باب الجنائز میں تحت حدیث مالک بن ہبیرہ تحریر فرماتے ہیں۔ ولا یدعی للمیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ اور بعض کتب میں محیط سے نقل کیا ہے لا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ اور کبیری سے منقول ہو فی السراجیۃ اذا فرغ من الصلوٰۃ لا یقوم بالدعاء اور یوں کہتے ہیں کہ بعد دفن متصل قبر پر دعا مانگنا کتب احادیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا اور باقی ادعیہ مروجہ کا ثبوت کتب احادیث وفقہ واقوال محققین علماء ثابت نہیں۔ پس ارشاد ہو کہ ان عالم صاحب کا فرمانا صحیح ہوا نہیں اور خدا اور رسول کے حکم کے موافق میت کے مرنے کے وقت سے بعد دفن مکان بیدا ایسی تک جمع ہو کر کن کن موقعوں پر شرع شریف میں دعا مانگنے کا ثبوت ہوا یا یہ ہو کہ ہر شخص علاوہ نماز جنازہ کے بلا التزام مالم یلزم اور بلا اہتمام و فکر اجتماع اپنی خوشی سے جب چاہے میت کیواسطے دعائے خیر کیا کرے۔ بینوا بالتفصیل توجروا بالاجر الجزیل۔

المستفتی حاجی داؤد ہاشم یوسف مرچنٹ اسٹریٹ نمبر ۴۰ شہر رنگون

الجواب

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا ومولٰنا محمد والہ واصحابہ اجمعین **اما بعد** واضح ہو کہ اموات مسلمین کے لیے نفس دعائے مغفرت اور ایصال ثواب بالاتفاق مستحسن اور محبوب ہے۔ ہر شخص کو شرعاً یہ اجازت ہو کہ جب چاہے اور جسقدر چاہے میت کے لیے دعائے مغفرت کرے یا کسی بدنی یا مالی عبادت کا ثواب پہنچائے۔

اموات مسلمین کو ان کے زندہ اقارب واحباب کی جانب سے دعا کا فائدہ اور عبادت بدنیہ

دعائیہ کا ثواب پہنچتا ہے اور وہ دعا اور ایصال ثواب کے منتظر رہتے ہیں۔ تو جب کوئی شخص ان کے لئے دعا کرتا ہے یا کوئی ثواب انہیں پہنچاتا ہے۔ تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور پھر دعا کرنے والا یا ثواب پہنچانے والا بھی اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ لیکن یہ اختیار کسی شخص کو حاصل نہیں کہ وہ دعا اور ایصال ثواب کے لئے اپنی جانب سے کوئی خاص وقت یا خاص خاص صورتیں متعین کرے۔ اور پھر انہیں ضروری بھی سمجھے شریعت مقدسہ نے جن خاص اوقات میں یا خاص صورتوں سے دعا کرنے یا ثواب پہنچانے کی تعلیم فرمائی ہے اس سے زیادہ کسی کو تعیین و تخصیص کا حق نہیں ہے اور یہ بات واقفین حدیث و فقہ پر روز روشن کی طرح روشن ہے۔ سوال میں پانچ موقعے ذکر کر کے ان کے متعلق دریافت کیا گیا ہے میں ہر موقعہ کو جدا جدا ذکر کر کے اس کا جواب عرض کرتا ہوں۔

پہلا موقعہ

یہاں مدت سے رسم و رواج ہے کہ کھانے کے بعد میت کو جنازے میں رکھ کر تمام کے ساتھ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ انتہیٰ۔ واضح ہو کہ شریعت مقدسہ نے میت کے لئے بصورت اجتماع و اہتمام دعا کرنے کا طریقہ مقرر فرمایا ہے اور وہ نماز جنازہ ہے۔ کہ اس کا مقصود اہم یہی ہے کہ میت کے لئے دعائے مغفرت کی جائے اور سب مسلمان جمع ہو کر خدا کی بارگاہ میں اپنے مردہ بھائی کی بخشش کی درخواست کریں۔ جیسا کہ تصریحات فقہ سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے۔

حقیقتها الدعاء والمقصود منها (بحر عن الفتح)	نماز جنازے کی حقیقت دعا ہے اور دعا ہی نماز جنازہ سے مقصود ہے۔
فقد صرحوا عن آخرهم بان صلوٰة الجنازة هي الدعاء للميت اذ هو المقصود منها انتهى (رد المحتار)	یعنی تمام فقہاء نے تصریح کی ہے کہ نماز جنازہ میت کے لئے دعا ہی ہے کیونکہ نماز جنازہ کا مقصود صرف دعا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ نماز جنازہ من کل الوجوہ دعا ہے۔ اور نماز ہونے کی اس میں کوئی جہت نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اس نماز میں بہت سی باتیں ایسی بھی ہیں جو نماز ہونے پر دلالت کرتی ہیں جیسے طہارت شرط ہونا استقبال قبلہ ضروری ہونا وغیرہ اور اسی وجہ سے اس پر نماز کا اطلاق کیا گیا ہے لیکن اس کا مقصود اصلی اور جہت راجحہ یہی ہے کہ میت کے لئے استغفار اور دعا کی جائے۔ یا یوں کہو کہ شریعت مقدسہ نے میت کے لئے دعا و استغفار کرنے کا اتنا اہتمام فرمایا کہ اس کے لئے طہارت استقبال قبلہ وغیرہ جو نماز کے خواص تھے لازم کر دیئے اور تمام مسلمانوں کو

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

جمع ہو کر دعا کرنے کے لئے ارشاد فرمایا کیونکہ اس میں مقبولیت دعا کی امید زیادہ تھی۔ پس نماز جنازہ اگرچہ من وجہ نماز بھی ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ اس کی راجح جہت دعا ہونے کی ہی ہے۔

مگر نماز جنازہ سے پہلے دعا یا ایصال ثواب کے لیے اجتماع و اہتمام کرنا شریعت سے ثابت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اصحاب کرام یا ائمہ عظام کسی سے منقول و ثابت نہیں کہ نماز جنازہ سے پہلے بہئیت اجتماعیہ میت کے لئے دعا کی ہو یا کرنے کی ہدایت فرمائی ہو پس نماز جنازہ سے پہلے اگر لوگ فرداً فرداً دعا کریں۔ یا ایصال ثواب کریں تو جائز ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں مگر دعا یا ایصال ثواب کے لئے اجتماع و اہتمام کرنا اور پھر اسے ضروری سمجھنا اور نہ کرنے والے کو برا بھلا کہنا یہ مکروہ و بدعت ہے۔ اگر کوئی اس کے جواز کا دعوے کرے۔ اس کے ذمے لازم ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا اصحاب کرام یا مجتہدین عظام سے یہ اجتماع و اہتمام ثابت کرے ؛

اگر یہ شبہ ہو کہ جب فرداً فرداً دعا جائز ہے۔ اور عمومات آیات و احادیث بکثرت موجود ہیں۔ جو ہر شخص کو ہدایت کرتی ہیں کہ اموات کے لئے دعا کرتے رہیں۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ کہ ان حضرات نے نماز جنازہ سے پہلے میت کے لئے دعا فرمائی ہے تو پھر اس کے لئے اجتماع و اہتمام کرنے میں کیا خرابی ہے۔ یوں سمجھو کہ ہر شخص کو جب دعا کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ تو اگر تمام لوگ اپنے اپنے اختیار کو ایک وقت میں استعمال کریں۔ تو یہ ناجائز کیوں ہو جائے گا۔

تو جواب یہ ہے کہ کسی چیز کا فرداً فرداً جائز ہونا اور چیز ہے۔ اور اس سے لازم نہیں کہ اس کے لئے اجتماع و اہتمام بھی جائز ہو نوافل ہر شخص کے لیے اوقات مکروہ کے سوا ہر وقت جائز ہیں لیکن نوافل کے لئے اجتماع و اہتمام کرنا و تداعی سے ادا کرنا مکروہ ہے۔ اور یہ بھی سمجھ لینا چاہئے۔ کہ اگر تمام لوگ اپنے اس اختیار اور اجازت کو جو شریعت کی جانب سے انہیں دعا کرنے کے متعلق حاصل ہے اتفاقیہ طور پر ایک وقت میں استعمال کریں۔ اور اجتماع و اہتمام کا قصد نہ کریں۔ تو اس میں مضائقہ نہیں۔ لیکن سوال میں یہ صورت نہیں ہے بلکہ تمام لوگ قصداً دعا کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ اور جمع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور جو شریک نہ ہو اسے برا بھلا کہتے ہیں۔ تو اس مجموعہ کے مکروہ اور بدعت ہونے میں کیا شبہ ہے۔ کتب فقہ میں

بکثرت اسکی مثالیں موجود ہیں۔ کتب احادیث میں بھی اس کے نظایر بکثرت وارد ہیں۔ ہم صرف مثال کے طور پر چند نصوص حدیثیہ و فقہیہ پر اکتفا کرتے ہیں عیدین کی راتیں اور شعبان کی پندرھویں رات اور رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ کی راتیں اور عشرہ اولیٰ ذی الحجہ کی راتیں بہت فضل اور متبرک راتیں ہیں۔ ان راتوں میں نماز پڑھنا اور ذکر الٰہی میں مشغول رہنا بہت ثواب کا کام ہے مگر فقہا نے یہ قید لگا دی کہ نماز تنہا تنہا پڑھی جائے۔ (مگر رمضان میں تراویح کی نماز مستثنیٰ ہے) اس پر علامہ شامی اوراد کی عبارت نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

اشار بقوله فرادی الی ما ذکرہ بعد فی متنه من قوله ویکرہ الاجتماع علی احیاء لیلة من هذه اللیالی فی المساجد وتمامه فی شرحه وصرح بکراهة ذالك فی الحاوی القدسی قال وما روی من الصلوٰت فی هذه الاوقات یصلی فرادی غیر التراویح قال فی البحر ومن هنا یعلم کراهة الاجتماع علی صلوٰة الرغائب التی تفعل فی رجب فی اول جمعة منه وانها بدعة وما یحتاله اهل الروم من نذرها لتخرج عن النفل والکراهة باطل اھ قلت وصرح بذلك فی البزازیة

(ردالمحتار)

ان نے اپنے اس قول سے تنہا تنہا پڑھیں اس طرف اشارہ کیا جو خود آگے ذکر کیا ہے۔ کہ ان متبرک راتوں میں سے کسی رات میں جاگنے کے لئے مسجدوں میں اجتماع کرنا مکروہ ہے اور پوری عبارت شرح میں ہے۔ اور اجتماع کی کراہت کی تصریح حاوی قدسی میں بھی ہے۔ اور کہا کہ جو نمازیں ان راتوں میں مروی ہیں۔ وہ تنہا تنہا پڑھی جائیں سوائے تراویح کے۔ بحر میں کہا کہ یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صلوٰۃ رغائب کے لئے اجتماع بھی مکروہ ہے۔ جو نماز رجب کے پہلے جمعہ کی رات پڑھی جاتی ہے۔ اور یہ نماز بدعت ہے اور روم کے لوگ جو یہ حیلہ کرتے ہیں۔ کہ اسکی نذر کر لیتے ہیں۔ تاکہ نفل ہونے اور مکروہ ہونے سے نکل جائے تو یہ حیلہ باطل ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ بزازیہ میں بھی اسکی کراہت کی تصریح ہے

دیکھو فقہا نے خود پہلے یہ ذکر کیا۔ کہ مذکورہ بالا راتوں میں نماز پڑھنا قرآن شریف کی تلاوت کرنا ذکر الٰہی میں مشغول ہونا مستحب ہے اور اکیلے اکیلے ہر شخص کو شریعت کی جانب سے افعال مذکورہ ادا کرنے کی اجازت ہے پھر یہ تصریح کر دی۔ کہ ان راتوں میں مسجدوں میں اجتماعی صورت سے افعال مذکورہ ادا کرنا مکروہ و بدعت ہے۔ اور پھر صاحب بحر و فتاویٰ بزازیہ وغیرہم نے تصریح کر دی۔ کہ صلوٰۃ رغائب جو رجب کے پہلے

جمعہ کی رات میں پڑھی جاتی ہے۔ وہ بھی مکروہ و بدعت ہے۔ کیونکہ اس میں دو باتیں ناجائز ہیں۔ اول تو رجب کے پہلے جمعہ کی تخصیص جو شریعت سے ثابت نہیں دوسرے اس کے لئے اہتمام و اجتماع کرنا جو نوافل کے لئے مکروہ ہے پس باوجود نماز کے افضل الاعمال ہونے کے ان دو باتوں نے اُسے مکروہ و بدعت کر دیا۔

عن مجاهد قال دخلت انا وعروة بن الزبير المسجد فاذا عبد الله بن عمر جالس الى حجرة عائشة واذا ناس يصلون فى المسجد صلوة الضحى قال فسألناه عن صلاتهم فقال بدعة الحديث۔

(بخاری صفحہ ٢٣٨ جلد اول)

مجاہد فرماتے ہیں کہ میں اور عروہ بن زبیر مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عائشہ کے حجرے کی طرف بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور لوگ مسجد میں چاشت کی نماز پڑھ رہے ہیں۔ تو ہم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اس نماز کا حکم دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ بدعت ہے

چاشت کی نماز خود آنحضرت صلعم نے پڑھی اور اسکی فضیلت بیان فرمائی۔ اور پڑھنے کی ترغیب دلائی ہے۔ جیسا کہ احادیث ذیل سے ثابت ہے۔

عن معاذة قالت سألت عائشة كم كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى صلوٰة الضحىٰ قالت اربع ركعات ويزيد ما شاء الله رواه مسلم (مشكوٰة)

معاذہ رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز کی کتنی رکعتیں پڑھتے تھے فرمایا کہ چار رکعتیں اور خدا کو منظور ہوتا تو اس سے زیادہ بھی پڑھ لیتے +

عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من حافظ على شفعة الضحىٰ غفر له ذنوبه وان كانت مثل زبد البحر۔

(رواه احمد والترمذى وابن ماجه مشكوٰة)

ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نماز چاشت پر محافظت کی اس کے گناہ (صغیرہ) معاف کر دیے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں +

اور اگر یہی مان لیا جائے۔ کہ حضرت ابن عمرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز چاشت پڑھنا یا اسکی فضیلت بیان فرمانا معلوم نہ تھا۔ تاہم اتنی بات تو یقینی ہے۔ کہ وہ ایک نماز تھی۔ اور نماز افضل الاعمال اور غیر موضوع ہے۔ اور وقت بھی کوئی مکروہ وقت نہ تھا۔ پھر انہوں نے اسے بدعت کیوں فرمایا۔

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

اس کا صاف اور واضح جواب ان عبارتوں سے معلوم کیجئے :

قال عیاض وغیرہ انما انکر ابن عمر رضی اللہ عنہما ملازمتہا واظہارہا فی المساجد لا انہا مخالفۃ للسنۃ ویؤیدہ ما رواہ ابن ابی شیبۃ عن ابن مسعود رض انہ رای قوما یصلونہا فانکر علیہم وقال ان کان ولا بد ففی بیوتکم (فتح الباری مصری جلد ثالث ص۴۵)	قاضی عیاض رہ وغیرہ نے فرمایا کہ حضرت ابن عمرؓ نے صرف اس نماز کے التزام اور مساجد میں ظاہر طور سے پڑھنے کا انکار فرمایا۔ اور اسے بدعت کہا۔ ان کا یہ مطلب نہیں کہ نفس نماز سنت کے خلاف ہے۔ اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے۔ جو حافظ ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک گروہ کو یہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو منع کیا۔ اور فرمایا۔ کہ اگر تمہیں پڑھنی ہی ہے تو اپنے گھروں میں پڑھو
وقیل اراد ان اظہارہا فی المسجد والاجتماع لہا ھو البدعۃ لا ان نفس تلک الصلوۃ بدعۃ وھو الاوجہ (عینی کذا فی ہامش البخاری)	اور بعضوں نے کہا کہ حضرت ابن عمرؓ کا مطلب یہ تھا کہ اس نماز کو مسجد میں ظاہر کرکے پڑھنا اور اس کے لیے اجتماع کرنا بدعت ہے یہ مقصود نہ تھا۔ کہ نفس یہ نماز بدعت ہے ✦

حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے فتوے اور حافظ ابن حجر علامہ عینی رہ قاضی عیاض رہ کے اقوال سے یہ بات صاف طور پر واضح ہوگئی کہ نماز چاشت کے لئے بھی اجتماع و اہتمام بدعت مکروہ ہے کیوں کہ صرف اسلئے کہ شریعت سے اس نماز کے واسطے اجتماع و اہتمام ثابت نہیں اور نماز کے ثبوت یا اسکی فضیلت و ترغیب کی روایات سے یہ لازم نہیں کہ اس کے لیئے اجتماع و اہتمام بھی جایز ہو جائے۔

اسی طرح اموات مسلمین کے لئے نفس دعا کا ثابت ہونا یا مستحسن ہونا اس امر کو مستلزم نہیں کہ اسکے لیے اجتماع و اہتمام بھی جایز ہو جائے۔ جو لوگ کہ عمومات استحباب دعا سے اجتماع و اہتمام کے جواز پر استدلال کرتے ہیں۔ ان کے جواب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ فتویٰ اور فقہائے حنفیہ کے ارشادات صریحہ ہمارے پاس موجود ہیں جو بکثرت کتب فقہیہ میں پائے جاتے ہیں ✦

قراۃ الکافرون الی الآخر مع الجمع مکروھۃ	سورۂ کافرون سے آخر قرآن تک کی سورتیں جمع ہوکر پڑھنا

لانہا بدعۃ لم تنقل عن الصحابۃ ولا عن التابعین کذا فی المحیط (در آ عالمگیری)	(جیسا کہ مروج ہے اور اُسے ختم کہتے ہیں) مکروہ ہے کیونکہ یہ بدعت ہے صحابہ کرام اور تابعین سے منقول نہیں۔

سورہ کافرون سے اخیر قرآن تک کی سورتیں پڑھنا جسے ختم کہتے ہیں۔ اگر نفس قرآت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو کون کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید کا پڑھنا مکروہ ہے یا بدعت ہے لیکن ایک خاص صورت اجتماعیہ سے اہتمام کر کے پڑھنے کو فقہا نے مکروہ اور بدعت فرمادیا ہے کیونکہ اس ہیئت اجتماعیہ اور اہتمام کا ثبوت نہیں +

بلکہ اس سے زیادہ واضح نظیر صورت مسئولہ کی یہ روایت ہے جو درج ذیل ہے۔

کرہ ان یقوم رجل بعد ما اجتمع القوم للصلوٰۃ یدعو للمیت ویرفع صوتہ (کذا فی الذخیرہ عالمگیری)	یہ مکروہ ہے کہ جب لوگ نماز کے لئے جمع ہو جائیں تو ایک شخص کھڑا ہو اور بلند آواز سے میت کے لئے دعا کرے۔

نفس دعا ناجائز نہیں کھڑے ہو کر دعا کرنا ممنوع نہیں۔ مگر یہ ہیئت خاصہ کہ لوگ نماز کے لئے جمع ہیں۔ اور ایک شخص کھڑا ہو کر بلند آواز سے میت کے لئے دعا کرتا ہے۔ شریعت سے ثابت نہیں۔ اس لئے فقہاء نے اسے مکروہ فرمادیا +

ان تمام باتوں کو دیکھ کر اور سمجھ کر کسی صاحب عقل کو اس میں شبہ نہیں ہوگا۔ کہ کھانے کے بعد اجتماع و اہتمام سے دعا کرنا اور اُسے عقیدۃً لازم سمجھنا یا عملاً ضروری قرار دینا اور نہ کرنے والے کو ملامت کرنا یقیناً بدعت اور مکروہ ہے +

دوسرا موقعہ

پھر نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد جنازہ اٹھانے سے پہلے سب لوگوں کو روک کر امام کے ساتھ فاتحہ پڑھتے ہیں۔

نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد دعا کرنے کے متعلق کتب فقہ میں حسب ذیل روایتیں ہیں

قید بقولہ بعد الثالثۃ لانہ لا یدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصۃ وعن الفضلی لا بأس بہ (بحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۳)	یعنی مصنف نے دعا کو تیسری تکبیر کے بعد کے ساتھ مقید کر دیا کیونکہ سلام کے بعد دعا نہ کرے جیسا خلاصہ میں ہے۔ اور محمد بن فضل رح سے مروی ہے کہ مضائقہ نہیں۔

۲

ولا یدعو للمیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ انتہٰی (مرقاۃ لعلی القاری)	یعنی نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعا نہ کرے کیونکہ یہ دعا نماز جنازہ میں زیادتی کرنے کا شبہ پیدا کر دے گی۔
اذا فرغ من الصلوٰۃ لا یقوم داعیا لہ (خزانہ)	جب نماز جنازہ سے فارغ ہو تو دعا کرتا ہوا کھڑا نہ رہے
ولا یقوم داعیا لہ ام جامع الرموز	یعنی نماز کے بعد کھڑا رہ کر دعا نہ کرے۔
ولا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فیہا کذا فی المحیط	نماز جنازہ کے بعد کھڑا رہ کر دعا نہ کرے۔ کیونکہ یہ دعا نماز میں زیادتی کر دینے کا شبہ پیدا کرتی ہے۔
وعن ابی بکر بن حامد ان الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہ وقال محمد بن فضل لا باس بہ کذا فی القنیۃ (برجندی شرح مختصر وقایہ)	اور امام ابوبکر بن حامد سے مروی ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے اور امام محمد بن فضل نے فرمایا ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں۔

منقولہ بالا عبارتوں سے یہ تین باتیں صراحۃً ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے یا کھڑا رہ کر دعا نہ کرے (خلاصہ۔ بحر الرائق۔ مرقاۃ۔ مراجیہ جامع الرموز محیط۔

(۲) نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے (قنیہ عن الامام ابی بکر بن حامدؒ)

(۳) نماز جنازہ کے بعد دعا میں مضائقہ نہیں (قنیہ وبحر عن الامام محمد بن الفضلؒ)

لیکن کسی معتبر کتاب میں یوں نہیں لکھا کہ نماز جنازہ کے سلام کے بعد دعا کرنا چاہیئے یا دعا مستحب ہے۔ صرف امام محمد بن الفضلؒ سے یہ مروی ہے کہ دعا کرنے میں مضائقہ نہیں۔ اور چونکہ لفظ لاباس اکثر خلاف اولیٰ میں مستعمل ہوتا ہے اس لئے ایک صاف اور واضح تطبیق تو امام محمد بن الفضلؒ اور امام ابوبکر بن حامدؒ کے کلام میں یہ ہوسکتی ہے کہ اول الذکر مکروہ تنزیہی اور مؤخر الذکر مکروہ تحریمی فرماتے ہیں۔

اور ظاہر یہی ہے کیونکہ اکثر کتب فقہ و فتاویٰ میں اول اصل مذہب یہی بیان کیا ہے کہ دعا نہ کرے یا دعا مکروہ ہے اور کراہت مطلقہ سے اکثری طور پر تحریمی ہی مراد ہوتی ہے۔

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

اور امام محمد بن الفضل رح سے اس کے خلاف جو قول نقل کیا۔ اسکو لا باس سے تعبیر کیا۔ جو اہل سنی کے لحاظ سے کراہت تنزیہی یا کم از کم خلاف اولیٰ میں مستعمل ہوتا ہے۔

شبہ اور اس کا جواب

اگر کسیکو شبہ ہو کہ نفس دعا، اموات مسلمین کے لئے تو ہر وقت جائز ہے۔ پھر اس وقت خاص میں دعا کے مکروہ ہونے کی کیا وجہ۔ تو جواب یہ ہے کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا نماز جنازہ کے بعد دعا کو مکروہ فرمانا مطلقاً نہیں ہے۔ بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ اجتماع و اہتمام کے ساتھ دعا کرنا مکروہ ہے۔ اور نفس دعا کا جائز ہونا جواز اجتماع و اہتمام کو مستلزم نہیں۔ اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ میت کے وقت انتقال بلکہ اس سے بھی پہلے عیادت کے زمانے سے اس کے لئے فرداً فرداً دعا مانگنے کا ثبوت روایات حدیثیہ و فقہیہ میں موجود ہے۔ ہر مسلمان کو اختیار ہے کہ اگر وہ کسی مریض کی عیادت کو جائے۔ تو اس کے لئے دعا کرے۔ اس کے بعد جب اس کا انتقال ہوجائے تو اس کے لئے مغفرت کی دعا کرے اس کے بعد جنازے کی نماز پڑھے۔ اس کے بعد دفن تک اور پھر اپنی زندگی تک میت کے لئے دعا کرتا رہے۔ اور قرأت قرآن مجید و دیگر عبادات بدنیہ و مالیہ کا ثواب اسے پہنچاتا رہے۔ ان تمام حالات میں فرداً فرداً دعا کرنے یا ایصال ثواب کرنے کی کوئی ممانعت نہیں بشرطیکہ کوئی تخصیص یا قید غیر مشروع عارض ہوجائے۔

اور شریعت مقدسہ نے اموات مسلمین کے لئے دفن سے پہلے اجتماع و اہتمام کے ساتھ دعا کرنے کا صرف یہ طریقہ مقرر فرمایا ہے۔ جسے صلوٰۃ جنازہ کہتے ہیں۔ پس دفن سے پہلے دعائے اجتماعی اور اہتمام کا ثبوت صرف نماز جنازے کے لئے ہے کہ وہی حقیقتاً میت کے لئے دعائے مغفرت ہی کا نام ہے۔ اس کے علاوہ اور جس موقعہ پر اجتماع و اہتمام و التزام کے ساتھ دعا کی جائے۔ اُسے فقہا مکروہ و بدعت فرماتے ہیں۔

نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہونے کا حکم بہت سی کتابوں میں مذکور ہے۔ جیسا کہ پہلے معلوم ہوچکا ہے اور سب کا مطلب یہی ہے کہ اجتماع و اہتمام سے دعا کرنا مکروہ ہے مگر فقہاء کے کلام میں کراہت کی وجہ مختلف عنوانوں سے بیان کی گئی ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری رح فرماتے ہیں۔ کہ نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے کیونکہ اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ پیدا ہوگا۔ اس کلام میں غور کرنے سے اچھی طرح

واضح ہوتا ہے۔ کہ وہ دعائے اجتماعی اور اہتمام کو ہی مکروہ فرماتے اور منع کرتے ہیں۔ کیونکہ نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ اسی میں پیدا ہو سکتا ہے +

اگر لوگ نماز جنازہ کے بعد جمع ہو کر اور اہتمام کر کے دعا نہ کریں۔ بلکہ صفیں توڑ کر علیحدہ ہو جائیں۔ اور اپنے اپنے طور پر ہر شخص تنہا تنہا دعا کرے تو اس میں کسی طور سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ نہیں ہو سکتا +

میت کے لئے دفن سے پہلے شریعت مقدسہ نے خاص صورت اجتماعیہ اور اہتمام کے ساتھ دعا کرنے کا صرف ایک مرتبہ حکم دیا ہے۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقوں اور پاک سیرتوں سے صرف ایک مرتبہ اجتماع اور اہتمام سے دعا کرنا ثابت ہے (اور وہ نماز جنازہ ہی ہے) تو اس (نماز جنازہ) سے زیادہ جس موقعہ پر اجتماع و اہتمام سے دعا کی جائیگی۔ وہ گویا اس اجتماع و اہتمام کے طریقہ شرعیہ (نماز جنازہ) پر زیادتی ہوگی۔ یعنی نماز جنازہ کے علاوہ اور کسی موقعہ پر اجتماع و اہتمام کے ساتھ دعا کرنے کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ شارع علیہ السلام نے میت کی خیرخواہی اور اس کے لئے دعائے اجتماعی میں کچھ نقصان چھوڑ دیا تھا جسے ہم پورا کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک شارع علیہ السلام نے اپنی امت کے لئے جس قدر محبت اور رحمت کاملہ کا تقاضا تھا۔ اس قدر اہتمام و اجتماع دعا کے لئے معین فرمایا۔ اگر اس سے زیادہ اجتماع و اہتمام مطلوب ہوتا تو بلاشک و شبہ مقرر فرما سکتے تھے۔ پس کس قدر غضب ہوگا اگر ہم اپنے افعال سے اس بات کا وہم پیدا کریں۔ کہ شارع علیہ السلام نے اس اجتماع و اہتمام للدعا کی تعیین میں کوتاہی فرمائی۔

بعض فقہاء نے فرمایا کہ کھڑا رہ کر دعا نہ کرے۔ چونکہ نماز جنازہ کے بعد اسی حالت پر کھڑا رہنا اور دعا کرنا خاص طور سے اجتماع و اہتمام کو ثابت کرتا ہے۔ اس لئے اس طرح تعبیر فرمایا مطلب وہی ہے کہ اجتماع و اہتمام سے دعا نہ کرے۔

یعنی اگر کوئی ایک شخص نماز جنازے کے بعد اتفاقی طور پر اپنی جگہ کھڑا رہا اور اس نے کوئی دعا اپنے دل میں میت کے لئے مانگ لی۔ تو اگرچہ اس نے کھڑے رہ کر دعا کی ہے۔ مگر مکروہ نہیں ہوگی۔ کیونکہ کراہت کی اصلی علت (اجتماع و اہتمام) موجود نہیں

اور بعض قیام ملت کراہت نہیں۔

بعض فقہا نے فرمایا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے۔ کیونکہ نماز جنازہ خود دعا ہے۔ یا لانہ دعا مرۃ ایک مرتبہ تو دعا کر چکا۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے۔ کہ اہتمام و اجتماع دعا کا نہ کرے۔ کیونکہ اہتمام و اجتماع کی دعا تو خود نماز جنازہ ہے۔ اور وہ ایک مرتبہ کر چکا ہے۔ اور دوسری مرتبہ اہتمام و اجتماع کا ثبوت شریعت مقدسہ سے نہیں۔ ورنہ اگر اجتماع و اہتمام سے ممانعت مراد نہ ہو تو ایک مرتبہ دعا ہو چکنا تنہا تنہا دعا کرنے کی ممانعت کی علت نہیں بن سکتا۔ کیونکہ وہ عمر بھر تک احادیث و فقہ سے ثابت ہے۔

بعض فقہاء نے نماز جنازہ سے پہلے ہی دعا کرنے کو مکروہ فرمایا۔ اور وجہ یہ بیان فرمائی۔ کہ ایک کامل اور عمدہ دعا کرنے والا ہے (یعنی نماز جنازہ پڑھنے والا ہے) اس کا مطلب بھی یہی ہے۔ کہ نماز جنازہ سے پہلے دعا کے لئے اجتماع و اہتمام نہ کیا جائے۔ کیونکہ اجتماع و اہتمام کے ساتھ ایک کامل دعا ہونیوالی ہے۔ کیونکہ وہ شریعت مقدسہ مطہرہ کی مقرر کی ہوئی ہے۔ اور اس سے پہلے کوئی اجتماعی دعا ثابت نہیں۔ اس لئے مکروہ ہے۔ ورنہ نفس دعا تنہا تنہا ہر وقت جائز ہے۔ اور آگے کو دعا کرنے کا ارادہ تنہا تنہا پہلے دعا کرنے کو مکروہ نہیں بنا سکتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ میت کے لئے فرداً فرداً دعا مانگنے کا ہر وقت ہر شخص کو اختیار حاصل ہے۔ جبکہ التزام مالایلزم اور تخصیصات غیر مشروعہ سے خالی ہو۔ لیکن اجتماع و اہتمام کے ساتھ دفن سے پہلے دعا مانگنا صرف نماز جنازہ کے ضمن میں شریعت سے ثابت ہے۔ اور نماز جنازہ سے پہلے یا اس کے بعد دفن سے پہلے اجتماع و اہتمام سے دعا کرنے کا حدیث و فقہ و سلف صالحین و ائمہ مجتہدین سے کوئی ثبوت نہیں۔ لہذا مکروہ و بدعت ہے۔

یہاں پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے۔ کہ فقہاء کے قول بالکراہت اور امام محمد بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ کے قول لاباس بہ میں ایک وجہ تطبیق کی یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ جو فقہاء مکروہ فرماتے ہیں وہ اہتمام و اجتماع سے دعا کرنے کو مکروہ فرماتے ہیں اور امام محمد بن الفضل رح نفس دعا کا

حکم بتاتے ہیں۔ انہوں نے اجتماع و اہتمام کا حکم نہیں بتایا نفسِ دعا کو لاباس بہ فرمایا ہے۔ اور اگر اس صورت میں لاباس بہ کے معنے ایسے ہی لئے جائیں۔ جو مندوب کو شامل ہوتے ہیں۔ تاہم مضائقہ نہیں۔

شبہ نمبر ۱۱۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ کی شہادت کے بیان میں مروی ہے کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات ہو گئی۔ اور ان کو غسل کے لئے لٹایا۔ تو لوگوں نے ان کی نعش مبارک کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور ان کے لئے دعا اور ان کی ثنا و صفت اور سوال نزول رحمت کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ سے پہلے ہی میت کے لئے اجتماع و اہتمام کے ساتھ دعائے مغفرت کرنی جائز ہے اور فعل صحابہؓ کرام سے ثابت ہے۔

جواب۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ لوگ دعا کرنے کے لئے اہتمام سے جمع ہوئے تھے۔ بلکہ علامہ عینی نے تصریح کر دی ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ حضرت عمرؓ کو غسل کے لئے لٹایا تھا۔ اور اس سے صاف واضح ہے کہ اس وقت وہی لوگ تھے جو غسل کے ضروریات کو انجام دینے والے تھے اور غسل کی انجام دہی کے لئے ہی حاضر ہوئے تھے۔ اور ایسے وقت عموماً ہر شخص کے دل پر ایک خاص کیفیت اور رقت طاری ہوتی ہے۔ اور وہ بے اختیار یا باختیار میت کے لئے دعائے مغفرت کرتا جاتا ہے اور کوئی اہتمام و اجتماع کا قصد نہیں کرتا۔

بہر حال اس واقعہ میں اور اس حدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ لوگوں کا اجتماع اور اہتمام دعا کے لئے تھا۔ اسکی نظیر یہ ہے کہ صاحب بحر نے مجتبٰی سے نقل کیا کہ اہل میت کو مسجد میں اس غرض سے بیٹھنا کہ لوگ تعزیت کے لئے آئیں مکروہ ہے اور اسی طرح شرح منیہ اور فتح القدیر میں کراہت کا ذکر کیا۔ اور گھر میں بیٹھنے کو بھی بلفظ لاباس ذکر کیا۔ علامہ شامی نے فرمایا۔ کہ گھر میں بیٹھنا بھی خلاف اولیٰ ہے اور لفظ لاباس کے یہی حقیقی معنے ہیں اور وہی یہاں پر مراد ہیں۔ مگر صاحب بحر نے تعزیت کے لئے بیٹھنے کے جواز پر اس حدیث سے استدلال کرنا بحالی سے نقل کیا ❊

انہ صلی اللہ علیہ وسلم جلس لما قتل جعفر و زید بن حارثۃ والناس یاتونہ ویعزونہ اھ (رد المحتار)

یجاب عنہ بان جلوسہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن مقصودا للتعزیۃ (رد المحتار)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے جبکہ جعفر رضی اللہ عنہ و زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر آئی اور لوگ آتے تھے اور تعزیت کرتے تھے۔

پھر علامہ شامی جواب دیتے ہیں۔

کہ اس استدلال کا یہ جواب دیا جائیگا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹھنا بغرض تعزیت نہ تھا۔

جیسے اس مسئلہ میں لوگوں نے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتفاقیہ بیٹھنے اور لوگوں کی تعزیت کرنے سے یہ سمجھ کر استدلال کر لیا کہ تعزیت کے لئے بیٹھے تھے۔ اسی طرح ہمارے زیر بحث مسئلہ میں بخاری کی روایت میں بغرض غسل جمع ہونے اور دعا کرنے کا ذکر دیکھ کر یہ سمجھ لیا گیا۔ کہ دعا کے لئے لوگوں نے اجتماع کیا تھا۔ پس جو جواب علامہ شامی نے اس استدلال کا دیا وہی جواب ہم نے اس استدلال کا دیا ہے۔ فافھم۔

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ روایت مرقومہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ کے بعد دعا کی ہے +

عن ابراھیم الھجری قال رایت ابن ابی اوفی وکان من اصحاب الشجرۃ وماتت ابنتہ الی قولہ ثم کبر علیھا اربعا ثم قام بعد ذلک قدر ما بین تکبیرتین یدعو وقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنع علی الجنائز ھکذا رواہ ابن النجار (منتخب کنز العمال) وکذا رواہ الامام احمد فی مسندہ

ابراہیم ہجری سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی کو دیکھا اور وہ اصحاب شجرہ میں سے تھے اور ان کی صاحبزادی کا انتقال ہو گیا تھا (الی قولہ) پھر حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی نے صاحبزادی کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں پھر اتنی دیر کھڑے دعا کرتے رہے۔ جس قدر دو تکبیروں میں فاصلہ ہوتا ہے۔ اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازوں پر ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

اس روایت سے ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے چاروں تکبیروں کے بعد اتنی دیر دعا مانگی جتنی ایک تکبیر سے دوسری تکبیر تک تاخیر ہوتی ہے۔ اور پھر یہ بھی فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے +

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دعا نماز جنازہ کے سلام کے بعد نہیں تھی۔ بلکہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے تھی۔ یہ روایت مختصر ہے۔ پورا واقعہ اس طرح ہے علامہ نووی کتاب الاذکار میں فرماتے ہیں۔

ویحتج للدعاء فی الرابعة بما رویناه فی السنن الکبیر للبیهقی عن عبد الله بن ابی اوفی رضی الله عنهما انه کبر علی جنازة ابنة له اربع تکبیرات فقام بعد الرابعة کقدر ما بین التکبیرتین یستغفر لها ویدعو ثم قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصنع هکذا وفی روایة انه کبر اربعا فمکث ساعة حتی ظننا انه سیکبر خمسا ثم سلم عن یمینه وعن شماله فلما انصرف قلنا له ما هذا فقال انی لا ازیدکم علی ما رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الحاکم ابو عبد الله هذا حدیث صحیح انتهی

(کتاب الاذکار)

کہ چوتھی تکبیر کے بعد دعا کرنے پر اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے جو ہمیں سنن کبریٰ بیہقی میں روایتاً پہنچی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ نے اپنی صاحبزادی کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں اور چوتھی تکبیر کے بعد بقدر فاصلہ ما بین تکبیرتین کھڑے ہوئے دعا استغفار کرتے رہے۔ پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ چار تکبیریں کہکر اتنا ٹھیرے کہ ہم نے خیال کیا کہ پانچ تکبیریں کہیں گے پھر داہنے اور بائیں جانب سلام پھیرا جب فارغ ہوئے تو ہم نے ان سے کہا کہ یہ کیا کیا تو فرمایا کہ میں تمہارے لئے اس سے زیادہ نہ کروں گا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے کرتے دیکھا ہے۔ یا یوں فرمایا کہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

الغرض چونکہ سلام سے پہلے نماز جنازہ ختم نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ دعا نماز جنازہ ہی میں داخل ہے۔ اور ہماری بحث سے خارج ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے پہلے دعا کرنے کا حنفیہ کے نزدیک کیا حکم ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حنفیہ کا ظاہر مذہب جو تمام متون میں منقول ہے وہ یہی ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد دعا نہیں بلکہ چوتھی تکبیر کہتے ہی سلام پھیر دے لیکن بعض شروح و فتاویٰ میں بعض مشائخ سے چوتھی تکبیر کے بعد بھی دعا منقول ہے۔

واشار بقوله وتسليمتين بعد الرابعة إلى انه لا شيء بعدهما غيرهما وهو ظاهر المذهب وقيل يقول اللهم آتنا في الدنيا حسنة الى آخره وقيل ربنا لا تزغ قلوبنا الى آخره وقيل يخير بين السكوت والدعاء (بحر رائق)	یعنی ماتن نے یہ کہکر کہ چوتھی تکبیر کے بعد دونوں طرف سلام پھیرے اسبات کی طرف اشارہ کیا کہ چوتھی تکبیر کے بعد سوائے دو سلاموں کے اور کچھ ذکر و دعا نہیں ہے۔ اور ظاہر مذہب یہی ہے۔ اور کہا گیا کہ اللھم آتنا الخ پڑھ لے اور کہا گیا کہ ربنا لاتزغ الخ پڑھ لے۔ اور کہا گیا کہ اختیار ہے چپ رہے یا دعا کرے۔

شبہ نمبر ۳۔ اگر کوئی کہے کہ جن فقہاء نے نماز جنازہ کے بعد دعا کو مکروہ کہا ہے ممکن ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ دعائے طویل مکروہ ہے کیونکہ اسکی وجہ سے دفن میں تاخیر ہوگی۔ جو تعجیل مسنون کے خلاف ہے۔

جواب۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو فقہاء کے کلام میں دعائے طویل کی قید نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ ممکن ہے یہ وجہ بھی ان کو ملحوظ ہو یعنی کراہت کی دونو وجہیں جمع ہو سکتی ہیں۔ اول اجتماع و اہتمام دوسرے لزوم تاخیر اور اسباب میں تزاحم نہیں ہوتا۔ پس اجتماع و اہتمام کے ساتھ مختصر دعا بھی مکروہ ہے۔ کیونکہ کراہت کی ایک وجہ (عدم ثبوت اجتماع و اہتمام) اس میں بھی موجود ہے۔

تنبیہ

اگر اب بھی کوئی اصرار کرے کہ نماز جنازہ کے بعد دعائے اجتماعی میں کچھ نقصان نہیں اور استحباب مطلق دعا سے استدلال کرے تو اس سے سوال یہ ہے کہ جنازے کی ایک مرتبہ نماز ہو چکنے کے بعد دوسری مرتبہ نماز پڑھنا (غیر ولی کو) جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہو تو حنفیہ کی معتبر کتب سے ثبوت درکار ہے۔ اور اگر ناجائز ہے تو کیوں؟ آخر نماز جنازہ بھی بتصریح فقہائے کرام استغفار و دعا ہی ہے۔ پھر آپ کی مصنوعی صورت سے تو بار با دعا جائز ہو۔ اور ایک شرعی صورت سے دوبارہ سہ بارہ دعا ناجائز ہو۔ یہ زبردستی نہیں تو کیا ہو؟

تیسرا موقعہ

پھر میت کو دفن کرنے کے بعد سب لوگ فاتحہ پڑھتے ہیں جیسا کہ عام طور پر سب جگہ مروج ہے۔ دفن کے بعد لوگوں کا میت کے لئے دعا استغفار کرنا مستحسن ہے۔ شریعت مطہرہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

وجلوس ساعة بعد دفنه لدعاء وقراءة بقدر ما ينحر الجزور ويفرق لحمه۔ (در مختار)	یعنی دفن کے بعد دعا و قراءت کے لئے قبر کے پاس بیٹھنا مستحب ہے، اتنی دیر کہ ایک اونٹ کو نحر کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جائے۔
قوله وجلوس لما فی سنن ابی داؤد كان النبی صلی الله عليه وسلم اذا فرغ من دفن الميت وقف على قبره وقال استغفروا لاخيكم واسألوا الله له التثبيت فانه الآن يسأل وكان ابن عمر يستحب ان يقرأ على القبر بعد الدفن اول سورة البقرة وخاتمتها وروى ان عمرو بن العاص قال وهو فی سياق الموت اذا انا مت فلا تصحبنی نائحة ولا نار فاذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقيموا حول قبری قدر ما ينحر جزور ويقسم لحمها حتی استأنس بكم وانظر ماذا اراجع رسل ربی (جوہرہ) (رد المحتار)	بیٹھنا اس لئے مستحب ہے کہ سنن ابوداؤد میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفن میت سے فارغ ہو کر اس کی قبر پر ٹھیرتے تھے اور لوگوں سے فرماتے تھے۔ کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور کلمہ توحید پر ثابت رہنے کی دعا کرو کیونکہ اس وقت اس سے سوال کیا جائیگا اور ابن عمرؓ اسے مستحب سمجھتے تھے۔ کہ دفن کے بعد قبر پر سورہ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیتیں پڑھی جائیں۔ اور روایت ہے کہ عمرو بن العاصؓ نے حالت نزع میں فرمایا کہ جب میں مر جاؤں۔ تو میرے ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی نہ جائے۔ اور نہ آگ لے جانا۔ اور جب مجھے دفن کرو۔ تو مٹی ڈالنا پھر میری قبر پر اتنی دیر ٹھیرنا جتنی دیر میں ایک اونٹ کو نحر کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جائے۔ تاکہ تمہارے ساتھ مجھے دلبستگی اور

انسیت رہے۔ اور دیکھوں کہ میں اپنے پروردگار کے قاصدوں کو کیا جواب دیتا ہوں +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد استغفروا لاخیکم سے دعائے اجتماعی کا ثبوت ہوگیا۔ لہذا قبر پر دفن کرنے کے بعد تھوڑی دیر ٹھیرنا اور ذکر و دعا میں مشغول رہنا مستحب ہے +

چوتھا اور پانچواں موقعہ پھر قبرستان سے نکل کر دروازہ قبرستان پر یا رستہ میں دعا کے لئے اجتماع و اہتمام کرتے ہیں۔ پھر میت کے مکان پر دعا کے لئے جمع ہوتے ہیں +

ان دونوں موقعوں پر اور ان کے بعد تمام مواقع پر دعا کے لئے اجتماع و اہتمام کرنا اور پھر اسے لازم یا مستحب سمجھنا مکروہ و بدعت ہے۔ کیونکہ شریعت حقہ سے اس کا ثبوت نہیں +

ہاں ہر شخص کو بجائے خود اجازت ہے۔ کہ وہ میت کے لئے جس قدر چاہے اور جس وقت چاہے بغیر التزام مالا یلزم فرداً فرداً۔ دعا کرے استغفار کرے۔ قرأت قرآن وغیرہ کا ثواب پہنچائے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

کتبہ محمد کفایت اللہ غفرلہ مولاہ

مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

تکملہ

جوسوال حضرت مولنٰنا مولوی محمد کفایت اللہ صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا تھا اور ابتدائے رسالہ خَیرُ الصِّلاتْ میں مندرج ہے۔ وہی سوال ہندوستان و برہما و بنگالہ وغیرہا کے علماء ذوی الاحترام کی خدمات بمبارکہ میں بھیجا گیا تھا۔ علمائے کرام نے جو جواب تحریر فرمائے وہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں! البتہ بعض طویل جواب بغرض اختصار درج نہیں کیئے گئے اور بعض طویل جوابوں کو بحذف دلائل و عبارات عربیہ مختصر کیا گیا ہے۔ اصل فتوے سب موجود ہیں ✤

فتوےٰ دارالعلوم دیوبند

الجواب

ان عالم صاحب کا قول صحیح ہے۔ اور موافق ہے۔ قواعد و نصوص کے اور تصریحات فقہاء ان کے قول کی مؤید ہیں صلوٰۃ جنازہ خود دعا للمیت ہے۔ اس کے سوا اور کسی موقعہ پر فاتحہ مذکورہ کا علی وجہ الاجتماع ثبوت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند۔ الجواب صحیح گل محمد خاں۔ اصاب المجیب

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ (نشان مہر) مدرس مدرسہ دیوبند (نشان مہر) بندہ محمد حسن عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح۔ سراج احمد رشیدی۔ الجواب صحیح غلام رسول عفی عنہ

الجواب صواب۔ اور مسند احمد صفحہ ۳۵۶ میں عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے ہے ثم کبر علیہا اربعا ثم قام بعد الرابعۃ قدر ما بین التکبیرتین یدعو ثم قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنع فی الجنازۃ ھکذا۔

اور فتح الباری صفحہ ۱۲ میں ہے۔ وفی حدیث ابن مسعود رأیت رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم فی قبر عبد اللہ ذی البجادین الحدیث وفیہ فلما فرغ من دفنہ استقبل القبلۃ رافعا یدیہ اخرجہ ابو عوانۃ فی صحیحہ

محمد انور۔ عفا اللہ عنہ

فتوےٰ علماء اجمیر شریف

الجواب

درحقیقت مولوی صاحب ہی کا قول صحیح ہے کہ نماز جنازہ خود دعا ہے۔ شامی کی عبارت کا انہوں نے جو حوالہ دیا ہے وہ بھی صحیح ہے۔ اس تصریح کے علاوہ رد المحتار میں یہ بھی ہے۔ ان المصلی ینوی مع الصلوٰۃ للہ تعالیٰ الدعاء للمیت وعللہ الشارح ھناک بانہ الواجب علیہ یعنی نماز جنازہ کی نیت اس طریق سے ہونا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے لئے صلوٰۃ اور میت کے حق میں دعا ہو اس کا نیت میں شامل کرنا اس وجہ سے ہے کہ درحقیقت نماز جنازہ میں یہ دعا واجب ہے۔ سنن ابو داؤد میں ہے عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء یعنی میت پر نماز پڑھتے وقت اس کے لئے اخلاص کے ساتھ دعا مانگو۔ نماز جنازہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے کہ اللہم اغفر الخ وہ عام طور پر مسلمانوں کو یاد ہے۔ گو اسکے ترجمے سے واقف نہ ہوں۔ اس کے بعد درحقیقت اسکی ضرورت نہیں کہ کوئی سند اس کے علاوہ پیش کی جاوے۔ کاش اگر عام طور پر مسلمان عربی داں ہوتے تو سرے سے اس استفتے ہی کی ضرورت پیش نہ آتی۔ الفاظ دعا خود انکو سمجھا دیتے۔ کہ درحقیقت نماز جنازہ سے مقصود دعا ہے۔ اب اسکے بعد کہ یہ دعا ہے۔ اسکی ضرورت نہیں رہتی۔ کہ بالالتزام دعاؤں کا سلسلہ قایم کیا جائے۔ یہ اور بات ہے کہ جس قدر کوئی مسلمان اپنے بھائی کے حق میں قرآن مجید پڑھ کر ایصال ثواب کرے اور اس کے حق میں دعائے خیر کرتا رہے۔ اچھا ہے لیکن ان امور کو بالالتزام اس طرح انجام دینا کہ تارکین ملامت کے دائرہ میں آجائیں اور مثل نماز جنازہ اسکو فرض

قرار دیدیا جائے درحقیقت حدود اللہ سے تجاوز ہے۔ اور اس کے بدعت ہونے میں شبہ نہیں +
سورہ فاتحہ چار موقع کے علاوہ اگر دس موقعہ پر بھی پڑھ کر ایصال ثواب کرے۔ تو اس میں
کوئی قباحت نہیں بلکہ امر مستحسن ہے لیکن اگر اسکو فرض سمجھ لیا اور نماز جنازہ کی طرح اسکو
بھی قرار دیدیا تو یہ بجائے ثواب ہونیکے اسکے لئے باعث نکال ہے۔ یہ ایک کلیہ ہے
جو صرف یہیں نہیں بلکہ ہر جگہ جاری ہے۔ اسکی سند کے لئے حضرت عبداللہ بن مسعود
(جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں) کا ارشاد کافی ہے عن عبد اللہ قال لا یجعل احدکم
نصیبًا للشیطان من صلوتہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ وقد رأیت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ما ینصرف عن شمالہ۔ یعنی کوئی شخص اپنی نماز
کا کچھ حصہ شیطان کی نذر نہ کرے جسکی یہ صورت ہے کہ اپنے ذمے سلام پھیرنے کے
بعد داہنی جانب پھر جانا فرض و واجب کرلے۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے
بارہا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں جانب بھی پھرتے ہوئے دیکھا ہے۔ دیکھئے
ایک امر جایز کے فرض سمجھنے کو حضرت عبداللہ نے کس قباحت کی نظر سے دیکھا
ہے اور اسکو شیطان کی طرف نسبت دی ہے۔ مسلمانوں کو حضرت عبداللہ ابن
مسعود کے اس قاعدہ کو یاد رکھنے کی ضرورت ہے۔ باقی رہا دعا پر دعا مانگنا تو یہ جایز ہے
اور جن فقہا نے منع کیا ہے۔ وہ منع بخوف التزام ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے دفن کے متصل اسی جگہ دعا مانگی ہے اور یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد
طریقوں سے ثابت ہے اس زمانہ میں بعض اطراف و ممالک میں مسلمانوں نے یہ وتیرہ اختیار
کرلیا ہے۔ کہ چالیس یا پچاس قدم چل کر دعا مانگتے ہیں یہ بھی محض انہیں کی ایک جاہلانہ
رسم ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم ÷

ھکذا یستفاد من الفقہ الحنفی — المجیب — انا ایضًا اتوبہ

محمد نورالدین الاجمیری عفا عنہ الباری۔ العبد المسکین معین الدین الاجمیری کان اللہ — محمد یونس عفا اللہ عنہ

ناظم جمعیۃ انوار المفتین شعبہ انجمن — ناظم انجمن جمعیۃ انوار خواجہؒ — ناظم جمعیۃ انوار المصلین شعبہ

جمعیۃ انوار خواجہ رح — اجمیر شریف — انجمن جمعیۃ انوار خواجہ رح

فتوےٰ علماء برہما و بنگالہ

الجواب

جاننا چاہیئے۔ کہ جنازہ کے متعلق شارع علیہ السلام نے اسراع و تعجیل اور عدم حبس کا حکم صریح ارشاد فرمایا ہے۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۴۴ میں ہے عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسرعوا بالجنازۃ فان تک صالحۃ فخیر تقدمونھا الیہ وان تک سوی ذالک فشر تضعونہ عن رقابکم (متفق علیہ) یعنی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جنازہ کو جلدی لے چلو۔ اس لئے کہ اگر وہ نیک آدمی کا ہے تو خیر ہے اسکو اسکی بھلائی کی طرف جلد پہنچا دوگے۔ اور اگر برے آدمی کا جنازہ ہے تو وہ شر ہے۔ اس کو جلد لیجا کر اپنی گردنوں سے رکھدوگے (اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا)

ابوداؤد شریف صفحہ ۹۰ جلد ثانی میں ہے۔ عن الحصین بن وحوح ان طلحۃ بن البراء مرض فاتاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعودہ فقال انی لا اریٰ طلحۃ الا قد حدث فیہ الموت فاذنونی بہ وعجلوا فانہ لا ینبغی لجیفۃ مسلم ان تحبس بین ظھرانی اھلہ یعنی حصین بن وحوح سے مروی ہو کہ طلحہ بن براء رض بیمار ہوئے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے واسطے تشریف لائے۔ پس فرمایا کہ میرا گمان یہی ہے۔ کہ طلحہ کی موت کا وقت آپہنچا پس تم لوگ ان کی موت کی خبر مجھ کو کر دینا۔ اور جنازہ میں جلدی کرنا۔ اس لئے کہ مسلمان مردہ کے لئے مناسب نہیں ہے۔ کہ اسکو اس کے اہل میں روک رکھا جائے +

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۴۹ میں ہے۔ وعن عبد اللہ بن عمر رض قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا مات احدکم فلا تحبسوہ واسرعوا بہ الی قبرہ۔ یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہو کہ میں نے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ فرماتے تھے۔ جب تم میں کا کوئی مرجائے تو اُسے روکے نہ رکھو اور اسکو اسکی قبر کی طرف جلد لیجاؤ ۔

انہیں احادیث کی بنا پر ہدایہ میں لکھا ہے ویمشون بہ مسرعین دون الخبب۔ اور فتح القدیر صفحہ ۹۶ جلد ۲ میں ہے ولو مشوا بہ الخبب کرہ لانہ ازدراء بالمیت یعنی جنازے کو جلدی لے چلیں۔ لیکن نہ اس قدر کہ دوڑنے لگیں اس لئے کہ دوڑ کر لے چلنا اس سبب سے کہ اس میں میت کی تحقیر ہے مکروہ ہے۔ نیز فتح القدیر صفحہ ۹۰ جلد ۲ میں ہے ویستحب الاسراع بتجہیزہ کلہ من حین یموت۔ یعنی میت کے مرنے ہی کے وقت سے اس کے سارے سامان میں جلدی کرنا مستحب ہے۔

ان احادیث اور اقوال فقہاء رحمہم اللہ سے صاف صاف ثابت ہو گیا۔ کوئی شک شبہ باقی نہیں رہا کہ شرع شریف کا منشایہ ہے کہ میت کو مرنے کے وقت سے لیکر دفن ہونے تک اپنی رائے اور قیاس سے کسی کام کے لئے روکنا مناسب نہیں ہے۔ اگرچہ وہ کام ظاہری نظر میں اچھا ہی کیوں نہ معلوم ہو وجہ اسکی بالکل ظاہر ہے۔ کہ جس کام سے حاکم شرع کے حکم کی مخالفت اور مقابلہ لازم آتا ہو اس کے کرنے میں سرکشی اور نافرمانی اور خودرائی ضرور سمجھی جائے گی۔ پس جبکہ حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازے میں تعجیل کا حکم سُنا دیا ہے تو ظاہر ہے کہ روکنے میں باختیار خود اسکی ضد اور مقابل یعنی تاخیر ضرور لازم آئیگی۔ خواہ تھوڑی ہو یا بہت اور اس حالت میں جس مقدار کی تاخیر ہوئی ہے۔ اسی مقدار کی تعجیل لامحالہ فوت ہوگی ۔

شاید کسیکو یہاں پر شبہ پیدا ہو کہ دفن کے بعد میت کو ایک بہت بڑی سخت منزل در پیش ہے۔ اگر یہ پہلی منزل بخیر و خوبی طے ہوگئی۔ تو پھر آگے کی منزلیں سب آسان ہوگئیں۔ پس اس پہلی سخت منزل کے پیش آنے سے پہلے خاص خاص مناسب موقعوں پر جنازے کو روکے رکھکر دوست احباب عزیز و اقارب مل کر ایصال ثواب کریں۔ یعنی جب مردہ کفنایا ہوا جنازے میں رکھا ہوا ہے تو تھوڑا اور رکھا رہنے دیں۔ اٹھانے میں عجلت نہ کریں۔ تاکہ حاضرین فاتحہ و دعائے خیر کریں۔ اسی طرح جب نماز جنازہ پڑھ چکیں تو بھی آگے

کہ سارے نمازی ابھی جنازہ کے پاس موجود ہیں۔ اور نیز بے نمازی بھی اس کار ایصال ثواب میں شریک ہو سکیں گے۔ تھوڑی دیر اور روک لیں۔ اور اس طرح میت کے لئے نماز کے علاوہ زاید ثواب حاصل کریں۔ تو ایسی ساری صورتوں میں میت کے لئے نفع ہی نفع ہے کہ اس سے اسکی پہلی منزل بآسانی طے ہو جائیگی۔ **جواب**۔ اس شبہ کا بالکل کھلا ہوا ہے لیکن بلحاظ زیادت وضوح اس شبہ کی تقریر جواب چار وجہوں پر کی جاتی ہے

پہلی۔ وجہ تو وہی ہے۔ کہ اس صورت میں اپنی رائے ناقص اور قیاس فاسد کی وجہ سے حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حکم تعجیل کی مخالفت ہو کر تاخیر لازم آجائے گی ⁂

دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر شفقت ہماری تجویز کردہ شفقت سے ہزار درجہ بڑھی ہوئی ہے۔ مرنے کے بعد بدن انسانی سریع الاستحالہ ہو جاتا ہے۔ اپنے آپ سے نجاسات وغیرہ کے روکنے اور چھپانے پر اسکو قابو نہیں رہتا۔ اسلئے ممکن ہے کہ کسی میت کے جنازے میں بے اختیار کسی خاص سبب سے بو وغیرہ کوئی ایسی چیز پیدا ہو جائے۔ جس سے نفوس اور طبائع انسانی نفرت کرتے ہیں۔ اسلئے حضورؐ نے کمال شفقت و رحمت سے اپنی امت میں سے بعض افراد کے لحاظ و رعایت سے عام حکم تعجیل کا سنا دیا۔ کہ خاک میں جلد چھپا دینے سے میت کی عزت و حرمت مخلوق کی نظر میں باقی رہے گی۔ اور اس کا پردہ فاش نہیں ہو گا۔ چنانچہ حاشیہ ابوداؤد شریف پر حضورؐ کے حکم میت کو نہ روکے جانے کی وجہ میں طیبیؒ سے نقل کیا ہے۔ وذلک ان المومن عزیز مکرم فاذا استحال جیفۃ ونتنا استقذرہ النفوس وتنبو عنہ الطباع فینبغی ان یسرع فیما یوارثیہ فیستر عنہ یعنی یہ امر اسلئے ہے۔ کہ بندہ مومن عزت والا بزرگ ہے۔ پس جبکہ متغیر ہو کر اس میں بو پیدا ہو گئی تو لوگوں کے نفوس اس سے متنفر ہوں گے۔ اور طبائع انسانی اس سے ہٹیں گی پس مناسب یہ ہے کہ ایسی کوئی حالت پیش آنے سے پہلے اس چیز میں جلدی کی جائے۔ جو اسکی اس قسم کی باتوں کو چھپائے۔ پس اس طرح اسکی عزت

قائم رہے گی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ میت کی منفعت اور مصلحت کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے جسقدر اور جس طرح روکنے کی ضرورت تھی۔ اس کو شارع علیہ السلام نے خود ہی باحسن وجوہ تعلیم فرما دیا۔ اور نماز جنازہ یعنی تکبیرات وثنا و درود اور میت کے لئے خاص طور پر دعا (جیسا کہ نماز جنازہ کی حقیقت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے) خود زبان مبارک سے ارشاد فرما کر کمال خوبی کے ساتھ سکھلا دی۔ بخلاف دیگر نمازوں کے اس نماز میں کمال اختصار کا پورا لحاظ فرمایا۔ اور اسراع و تعجیل کے مقصود و غایت پر نظر کرتے ہوئے دعائے مغفرت و ایصال ثواب کے لئے اس قدر جنازے کے روکنے کو کافی اور وافی قرار دیا پس کسی بندہ کو اب یہ حق حاصل نہیں رہا۔ کہ شریعت کی بتلائی ہوئی اس دعا کے لئے بحق شرع روکنے کے ساتھ اپنی تجویز کردہ دعا اور ایصال ثواب کے لئے بھی روکے رہے جس سے یہ خیال ہو سکے۔ کہ شارع علیہ السلام کی تعلیم کردہ دعا میت کی ایسی اشد ضرورت کی حالت میں ناکافی تھی۔ اس تقریر پر علامہ ملا علی قاری مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول جسکو سوال میں نقل کیا ہے۔ بالکل چسپاں ہے آپ فرماتے ہیں ولا یدعی للمیت بعد صلاۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلاۃ الجنازۃ یعنی نماز جنازہ کے بعد میت کے واسطے دعا نہ کیجائے۔ اس لئے کہ یہ دعا کرنا نماز جنازہ میں (اپنی طرف اور اپنی رائے سے) زیادتی کے مشابہ ہے۔ (جس کا بندہ کو حق حاصل نہیں) اور اس زیادتی کی ضرورت بھی نہیں۔ اس لئے کہ حسب تصریح علامہ شامی تمامی علماء کے نزدیک نماز جنازہ خود میت کے واسطے دعا ہے۔ جیسا کہ سوال میں بھی ظاہر کیا گیا ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ میت کو نفع پہنچانے اور اسکی پہلی منزل آسان کرنے کے لئے شارع علیہ السلام نے خود ایک وسیع موقعہ تعلیم فرما دیا ہے۔ جو کہ میت کو جگہ جگہ اپنی رائے سے روک لینے کے مجموعی اوقات سے زاید اور اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ پس اس موقعہ کے ہوتے ہوئے بھی قبل نماز جنازہ اور بعد نماز جنازہ روکنے کی ضرورت

نہیں رہتی عن عثمان بن عفانؓ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ فقال استغفروا لاخیکم واسئلوا له التثبت فانه الآن یسئال (ابوداؤد شریف صفحہ ۱۰۳ جلد ثانی) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میت کے دفن سے فارغ ہوتے تھے۔ تو کھڑے رہتے تھے۔ پس فرماتے تھے کہ اے لوگو تم اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔ اور اس کے لئے منکر نکیر کے سوال وجواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کرو۔ اس لئے کہ میت سے اب قبر میں سوال وجواب کیا جاتا ہے۔ اور حاشیہ طحطاوی صفحہ ۳۵۹ مطبوعہ مصر میں ہے اذا فرغوا من دفنہ یستحب الجلوس عند قبرہ بقدر ما ینحر جزور ویقسم لحمہ یتلون القرآن ویدعون للمیت فقد ورد انہ یستانس بھم وینتفع بہ یعنی جب میت کے دفن سے فارغ ہوں۔ تو اسکی قبر کے پاس بیٹھنا مستحب ہے۔ اتنی دیر تک کہ جتنی دیر میں اونٹ ذبح کرکے اس کا گوشت تقسیم کردیا جاتا ہے۔ اس طویل وقت میں قرآن شریف کی تلاوت کریں۔ اور میت کے لئے دعا کریں اس لئے کہ وارد ہوا ہے کہ میت ان سے انس حاصل کرتا ہے۔ اور اس سے اسکو نفع پہنچتا ہے۔

تعجب ہے کہ دفن کے بعد تو برائے نام ٹھہر کر چلدیں۔ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرنے میں جی نہ لگے۔ اور اپنی طبیعت سے ایجاد کئے ہوئے طریقوں پر جنکو بدعت کہنا چاہیئے۔ اتباع نفس کرکے کمال اہتمام کے ساتھ زور لگایا جائے۔

پس بلحاظ وجوہ مذکورہ بالا مندرجہ سوال عالم کا فرمانا بہت ٹھیک اور درست ہے اور وجوہ مذکورہ سے یہ بھی واضح ہوگیا۔ کہ دفن سے پہلے صرف ایک موقع پر جمع ہو کر جنازہ کو روک کر میت کے لیے دعا مانگنے کا حکم ہے۔ جس کو صلاۃ جنازہ کہتے ہیں۔ اور یہ دعا فرض کفایہ ہے اور دفن کے بعد متصل ہی میت کے لئے استغفار و دعائے ثبات مسنون ہے علاوہ ان مواقع کے بلا التزام مالم یلزم جب چاہے۔ دعا و ایصال ثواب کرتا رہے ھذا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ الفقیر عبدالخالق الشاہجہانپوری عفا اللہ عنہ۔ (افسر دینیات مسلم ہائی اسکول رنگون۔ برہما)

مہر دار الافتاء رنگون

بعد غسل میت قبل دفن کسی حالت میں فاتحہ پڑھنا مذہب حنفی میں جائز نہیں۔ محمد عبد القادر عفی عنہ اسلام آبادی

الجواب صحیح والمجیب نجیح۔ قاسم سہارنپوری۔ مدرس مدرسہ بنگالی جماعت۔ شہر رنگون۔

صح الجواب جمال احمد غفرلہ الصمد نمبر گلی ۵۲۔ سورتی مسجد۔

جواب باصواب است۔ امید علی غفرلہ الباری۔ نمبر گلی ۵۲۔ سورتی مسجد۔

قبل دفن مردہ راپیش داشتہ بار بار فاتحہ خواندن خالی از کمر وہ نباشد۔

الفقیر الحقیر محمد اسمٰعیل غفرلہ الجلیل خطیب چوٹی ارکاٹی مسجد گلی نمبر ۴۰۔

الجواب صحیح۔ محمد ابراہیم راندیری عفی عنہ خطیب جامع رنگون۔

قراۃ الفاتحۃ علی الجنازۃ والدعاء للمیت بعد الغسل قبل الرفع وبعد الصلوٰۃ قبل الدفن بھیئۃ اجتماعیۃ امر محدث وبدعۃ قبیحۃ۔ محمد یعقوب غفرلہ خطیب بڑی ارکاٹی مسجد شہر رنگون

فاتحہ مروجہ مندرجہ فی السوال کا ثبوت نہ اصول شرعیہ سے ثابت ہوتا ہے اور نہ فروعات فقہیہ سے کہیں پتہ چلتا ہے یہ صرف فاتحہ خوانوں کی ایجاد ہے۔ اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کو داخل فی الدین سمجھ لیا۔ اور اس کے ساتھ اعتقاداً و عملاً معاملہ ضروریات دین کا سا کرنے لگے۔ جس سے اعمال تو خراب تھے ہی عقائد بھی فاسد ہو گئے۔ احناف کے اصول مسلمہ سے یہ ہے۔ کہ جس امر مستحب کے ساتھ لوگ اعتقاداً یا عملاً معاملہ واجب کا سا کرنے لگیں۔ اس مستحب کا ترک ضروری ہے چہ جائیکہ وہ امر فی حد ذاتہ مستحب اور مباح بھی نہ ہو بلکہ علمائے اعلام کی تحریرات معتبرہ سے اس کا بدعت ہونا مستفاد ہوتا ہو لہٰذا اس کا ترک ضروری ہے۔ سداً للباب وحسماً للفساد واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ حررہ الراجی عفو ربہ الصمد المدعو بہ غریب احمد الاجھوی السورتی

مدرس مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ رنگون۔

الجواب صحیح	جواب المجیب صحیح
سید ابو ظفر ندوی ڈفرن اسٹریٹ رنگون	ابو طاہر عبد الصمد ندوی مدیر اخبار برہما۔ رنگون

بیشک جن عالم صاحب کے بارہ میں سوال میں ذکر کیا گیا ہے۔ وہ متبع شریعت ہیں وہ جو حکم اس فاتحہ وغیرہ کے بارہ میں فرماتے ہیں حق ہے۔ جیسے کہ زاد الآخرت کے

صفحہ ۱۵۲ میں ہے۔ وبعد فراغ از نماز برائے خواندن دعا۔ نالیستند۔ تی۔ سہ۔ کد۔ اور شامی جلد اول صفحہ ۶۲۲ میں ہے عن ابراھیم انہ کان یکرہ ان یقول الرجل وھو یمشی معہا استغفر والہ غفر اللہ لکم۔ پھر صفحہ ۶۲۶ میں ہے وقد صرح بعض علمائنا وغیرہم بکراھۃ المصافحۃ المعتادۃ عقب الصلوٰۃ مع ان المصافحۃ سنۃ وما ذالک الا لکونہا لم تؤثر فی خصوص ھذا الموضع فالمواظبۃ علیہا فیہ توھم العوام بانہا سنۃ فیہ ولذا امنعوا عن الاجتماع لصلاۃ الرغائب التی احدثہا بعض المتعبدین لانہا لم تؤثر علی ھذہ الکیفیۃ فی تلک اللیالی المخصوصۃ وان کانت الصلاۃ خیر موضوع۔ مظاہر الحق جلد اول صفحہ ۳۰ میں شیخ عبدالحق دہلوی سے منقول ہے۔ کہ اتباع کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جیسے کہ کرنے فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے میں لازم ہے۔ ویسے ہی جو فعل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہ کیا ہو اس فعل کے نہ کرنے میں بھی اتباع لازم ہے۔ اور چاہیئے کہ اس چیز پر دوام نہ کرے۔ جو شارع سے ثابت نہیں ہوئی اور جو کوئی دوام کرے ایسی چیزوں پر کہ شارع سے ثابت نہیں۔ وہ شخص بدعتی اور مبتدع ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ سید غلام علی شاہ مدرس مدرسہ محمدیہ یادشہر مانڈلی ملک برہما

اس قسم کے رواج کا ثبوت شریعت میں نہیں۔ اور نہ آئمہ دین سے منقول ہے بلکہ محض مبتدعین کا ایجاد معلوم ہوتا ہے۔ اور جب یہ بدعت اس حد تک پہنچ چکی کہ تارک قابل ملامت سمجھا جاتا ہے۔ تو ایسی صورت میں اس سے احتراز واجب ہے۔ اور صلوٰۃ جنازہ جو شارع علیہ السلام نے میت کی دعا کے لئے مقرر کی ہے۔ اسے کافی سمجھنا چاہیئے رسالہ بصائر الاجتہاد مؤلفہ مولوی حافظ سید مہدی حسن صاحب مدرس مدرسہ اشرفیہ لنذیر شاہجہانپوری اس بحث میں کافی ہے ؎

دانا کے لئے کافی ہے صرف ایک اشارہ ۔۔۔ نادان کو کافی نہیں دفتر نہ رسالہ

بندہ غلام نبی عفی عنہ خطیب جامع مولمین۔ برہما۔

کلکتہ

الجواب۔ فاتحہ اولی کی وجہ سے نماز جنازہ و دفن میت میں تاخیر لازم آتی ہے۔ اور فاتحہ ثانیہ کی وجہ سے دفن میں تاخیر ہوتی ہے۔ حالانکہ

ان امور میں تعجیل بہتر ہے۔ اور تاخیر مکروہ۔ اس سے یہ دونوں فاتحہ اولیٰ وثانیہ مکروہ ہوں گے ویندب تعجیلہ
ای تعجیل جھازہ عقیب تحقق موتہ۔ ولذا کرہ تاخیر صلوٰتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع
عظیم بعد صلوٰۃ الجمعۃ۔ شامی جلد اول باب صلوٰۃ الجنائز ص۶۶۲۔ والاصل ان
یعجل بتجہیزہ کلہ حین یموت شامی جلد اول ص۶۰۵ ویسرع فی جہازہ لما رواہ ابوداؤد
عنہ صلعم لما عاد طلحۃ بن البراء وانصرف قال ما اری طلحۃ الا قد حدث فیہ الموت
فاذا مات فآذنونی حتی اصلی علیہ وعجلوا بہ فانہ لا ینبغی لجیفۃ مسلم ان تحبس
بین ظہرانی اہلہ۔ شامی جلد اول ص۶۲۹ من السنۃ اکرام المیت بتعجیل دفنہ
قد روی الائمۃ الستۃ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اسرعوا
بجنائزکم فان تک صالحۃ فخیر تقدمونہا الیہ وان تک سوی ذلک فشر تضعونہ
عن رقابکم۔ کتاب المدخل لابن الحاج جزو ثالث ص۲۳۰ ثم انہم یوخرون الصلاۃ
علی المیت ودفنہ حتی یفرغ الامام من خطبتہ وصلاتہ ان کان فی الجمعۃ وان کان
فی غیرہا فینتظرون انقضاء تلک الصلوٰۃ التی تکون وقد مرت السنۃ
ان من اکرام المیت تعجیل الصلوٰۃ علیہ۔ کتاب المدخل جزو ثانی ص۸۵
بعض من یعتنون بہ من الموتیٰ یترکونہ بعد ان یصلی علیہ ویقفون عندہ
ویدعون ویطولون فی الدعاء والسنۃ التعجیل بالمیت الی دفنہ ومواراتہ
وفعلہم بعض ذلک فلیحذر من ہذا۔ کتاب المدخل جزو ثالث ص۲۳۰ علاوہ اس کے
فاتحہ ثانیہ کی کراہت کی علمائے احناف نے بھی تصریح فرمائی ہے۔ جیسا کہ مرقات اور کبیری کی
عبارت جسکو میں نے اصل کتاب میں لکھا ہے۔ اور رسالہ میں بھی درج ہے۔ اس پر دال ہے
اور فتاویٰ قنیہ باب الجنائز ص۵۶ مطبوعہ کلکتہ میں بحوالہ شمس الائمہ حلوائی وعلامہ سندی رحمہم اللہ
تعالیٰ یہ عبارت موجود ہے۔ ولا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ قال رضی اللہ
عنہ لانہ یشبہ زیادۃ فی الجنازۃ۔ اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں محیط کے حوالے سے
عن ابی بکر بن حامد الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہ۔ اور فتاویٰ سراجیہ باب الصلوٰۃ
علی الجنائز ص۲۹ مطبوعہ کلکتہ میں ہے اذا فرغ من الصلوٰۃ لا یقوم بالدعاء۔ اور

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

بحرالرائق جزو ثانی کتاب الجنائز ص۱۸۵ میں بھی فاتحہ ثانیہ مذکورہ کو منع لکھا ہے لا یدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصۃ۔ اور آج کل تنگی جگہ کی وجہ سے بڑے بڑے شہروں میں مجبوراً صلاۃ جنازہ مسجد میں ہوتی ہے۔ تو ایسی جگہوں میں اگر یہ فاتحہ ثانیہ ہوتی ہے تو مسجد ہی میں ہوتی ہے تو اس وقت علاوہ کراہت دعا بعد صلاۃ جنازہ کے دوسری خرابی یہ ہوگی۔ کہ بغیر کسی مجبوری کے کچھ دیر تک مسجد میں ٹھہرنا فی نفسہ بدعت اور ممنوع ہے۔ چنانچہ ابن الحاج کتاب المدخل میں فرماتے ہیں۔ جزو ثالث ص۲۲۱ قد تقدم ان الصلوٰۃ علی المیت فی المسجد مکروہ علی مذہب مالک جائز علی مذہب الشافعی فالزیادۃ علی ذلک ھو البدعۃ۔ فاتحہ ثالثہ یعنی دفن سے فارغ ہوکر لوٹتے ہوئے قبرستان کے دروازہ پر سب لوگوں کو روک کر فاتحہ خوانی نہیں چاہیئے۔ بلکہ ہر شخص کو دفن سے فارغ ہوکر لوٹتے وقت متفرق ہوکر اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہو جانا چاہیئے۔ اور اہل میت کو بھی اپنے کام میں لگ جانا چاہیئے۔ اذا فرغ ورجع الناس من الدفن فلیتفرقوا ولیشتغل الناس بامورھم وصاحب البیت بامرہ۔ شامی جلد اول صفحہ ۶۶۲ اور میت کے مکان پر تو نفس اجتماع ہی مکروہ ہے۔ اور اس کو نیاحۃ میں داخل سمجھا جاتا ہے۔ تو پھر پانچواں فاتحہ جس میں مکان میت پر بعد دفن کے اجتماع ہوتا ہے۔ وہ کس طرح جائز ہوگا۔ قال کثیر من متاخری ائمتنا یکرہ الاجتماع عند صاحب البیت۔ شامی باب الجنائز صفحہ ۶۶۳ روی الامام احمد وابن ماجۃ باسناد صحیح عن جریر بن عبد اللہ قال کنا نعد الاجتماع الی اہل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ۔ شامی باب الجنائز صفحہ ۶۶۳ چوتھا فاتحہ یعنی میت کو جب غسل کے لئے رکھتے ہیں۔ اس وقت جمع ہوکر فاتحہ خوانی بدعۃ اور قابل ترک ہے ولیحذر من ھذہ البدعۃ الاخریٰ التی یفعلھا اکثرھم وھو ان الغاسل اذا ابتدأ فی غسلہ اخذ یذکر بکل عضو یغسلہ ذکراً من الاذکار وقد تقدم ان ذکر اللہ حسن سراً وعلناً لکن فی المواضع المامور بہ فیھا وھذا المحل محل تفکر واعتبار وخشیۃ یشتغل بہ عن غیرہ من العبادات ذکراً کان او غیرہ وھو عمل السلف الماضین رضی اللہ عنھم اجمعین۔ پس حسب تصریح ابن الحاج جبکہ غسل کے وقت تفکر اعتبار وخشیۃ

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

کے سوا دوسری عبادت ذکر اللہ ہو یا غیر بدعۃ اور مخالف عمل سلف صالحین ہے۔ تو یہ فاتحہ چوتھا بھی بدعت اور قابل ترک ہوگا۔ اب بفضلہ تعالیٰ پانچویں فاتحہ کے قابل ترک ہونے کی دلیلیں اجمالاً و تفصیلاً دونوں طریقے سے واضح ہوگئیں۔ بعدہٗ جاننا چاہیئے۔ کہ دعا بعد صلاۃ الجنازہ کو بعض علما نے لاباس بہ بھی کہا ہے۔ مگر اولاً تو لا باس بہ کا حقیقی معنے خلاف مستحب ہے۔ ملاحظہ ہو شامی جلد اول کتاب الجنائز بیان تعزیت صفحہ ۲۲۳ (لا باس بالجلوس لہا ای للتعزیۃ واستعمال لاباس ھھنا علی الحقیقۃ لانہ خلاف الاولیٰ کما صرح بہ فی شرح المنیۃ) اور نیز شامی جلد اول بیان احکام مسجد صفحہ ۴۹ میں ملاحظہ ہو (قولہ لا باس فی ھذا التعبیر کما قال شمس الائمۃ اشارۃ الی انہ لا یوجر ویکفیہ ان ینجو اسنا براس۔ ا ھ) قال فی النہایۃ لان لفظ لا باس دلیل علی ان المستحب غیرہ لان الباس الشدۃ) پس معلوم ہوا۔ کہ جو لوگ دعا بعد صلاۃ الجنازہ کو لاباس بہ فرماتے ہیں۔ وہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ اسکے ترک میں ثواب ہے۔ اور اسکے کرنے میں کچھ اجر نہیں ملیگا۔ اور اگر لفظ لاباس بہ کو معنے حقیقی پر محمول نہ کریں۔ اور معنے مجازی پر محمول کریں۔ تو مطلب یہ ہے کہ فی حد ذاتہ قطع نظر امور لاحقہ کے یہ دعا جائز ہے۔ مگر جب اس کا التزام اور اہتمام اور اس پر اصرار ہو اور تارک پر ملامت ہونے لگے۔ تو ان امور عارضہ کی وجہ سے ممنوع ہو جائیگا۔ علاوہ ازیں دلائل مذکورہ بالا و اقوال و تصریحات محققین کے بعد یہ قول مرجوح ہوگا۔ پس بیانات مذکورہ بالا سے ظاہر ہوگیا۔ کہ جو عالم صاحب فاتحہ مذکورہ کو منع کرتے ہیں۔ وہ صحیح اور درست کہتے ہیں۔ البتہ ہر شخص کو اختیار ہے۔ کہ علاوہ نماز جنازہ کے و دعا بعد الدفن کے بلا التزام بالالتزام اور بلا اہتمام و بلا اجتماع و اصرار اپنی خوشی سے جب چاہے میت کے واسطے دعا خیر کیا کرے واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ محمد المدعو بسہول عفر لہ عثمانی حنفی مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ۔ ۱۵ رجمادی الثانی ۱۳۳۵ھ

بلاشبہ یہ امور مکروہ ہیں۔ جب کہ التزام اور رسم کے طریق پر ہوں۔ یا اور کسی طرح سے موہم لزوم و موجب فساد عقائد عوام ہوں۔ اور بلا اسکے بھی ترک اولیٰ ہیں۔ کیونکہ رفتہ رفتہ موجب فساد ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ عبد الصمد عفی عنہ اسلام آبادی مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

ما کتب مولانا سہول من الدلائل القاطعة فهو جدير بان يتلقى بالقبول۔

محمد خلیل اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

الاجوبة صحيحة۔ محمد یحییٰ عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

الجواب صحیح۔ ابو مسعود مقبول حسن غفرلہ امام مسجد مرغی ہٹہ کلکتہ

الاجوبة كلها صحيحة۔ عبد العزيز مدرس اول مدرسہ رمضانیہ کلکتہ

الجواب صحیح وقول بعض الفقهاء لا باس بالدعاء بعد صلوة الجنازة مراده ان نفس الدعاء جائز بعد الصلوة كما في سائر الاوقات ولا يريد ان التزامه بعدها لا باس به وكيف وتصريحات الكراهة عديدة شهيرة بحيث لا مناص عنها لاحد من الفقهاء فقط۔

حررہ محمد ناظر حسن النعمانی النقشبندی نائب الصدر فی المدرسة العالیہ بکلکتہ

الجواب صحیح۔ ولكن ينبغي بعد الفراغ من الدفن ان تقرأ عند راس الميت فاتحة البقرة وعند رجليه بخاتمة البقرة كما جاء في الحديث عن عبد الله بن عمر موقوفا عليه وايضا يحسن للمار على المقبرة ان يقرأ يٰس وقل هو الله احد وسورة تكاثر ويهدى الثواب للموتى۔ سید وصی الدین عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

اقول وبالله التوفيق انما العبرة بالخواتيم وطبق هذا القول الاخير كتبت سابقا جواب هذا السوال وهذا التفصيل المقبول من مولانا السهول اليق بالقبول

اسمٰعیل عفی عنہ مدرس اول مدرسہ صالحیہ کلکتہ

الجواب صحیح۔ عبد الرشید عفی عنہ مدرس مدرسہ صالحیہ کلکتہ

الجواب صحیح۔ شیر زمان مدرس مدرسہ رمضانیہ کلکتہ

جواب صحیح ہے۔ عبد اللطیف مدرس مدرسہ رمضانیہ کلکتہ

الاجوبة صحيحة۔ فضل الرحمٰن غفرلہ مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

الاجوبة كلها صحيحة۔ محمد مظہر عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ۔

الجواب صحیح۔ تعجب ہے کہ طریقہ مسنونہ سے نہ مسلمانوں کو محبت رہی۔ نہ اسکی تلاش ہے

لیکن امور غیر ثابتہ پر بصر امور ثابتہ کے لئے عدیم الفرصتی کی شکایت مگر غیر ثابتہ کے لئے پوری فرصت طریقہ مسنونہ یہ ہے۔ کہ وقت انتقال کے تلقین کرے اور دیون میت کی ادائگی میں کوشش کرے۔ دعا بغیر اہتمام کے مردہ کے لئے اکثر کیا کرے۔ تجہیز و تکفین میں عجلت کرے بعد دفن کے متصل تمام حاضرین مل کر دعا تثبیت کریں۔ پھر کبھی کبھی گھر پر یا قبر پر مردہ کے لئے دعا کیا کریں۔ اور دعاؤں کے لئے جماعت کا اہتمام بیشک مکروہ ہے۔ البتہ دعا تثبیت کے لئے ثابت ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے۔ بعد نماز جنازہ کے دعا سے احناف منع کرتے ہیں۔ البتہ شافعیہ کرتے ہیں۔ یہ منع کرنا اور نہ کرنا کس درجہ میں ہے یہ تفصیل طلب ہے۔ ولا یسعہ المقام ابو البرکات عبد الرؤف عفی عنہ قادری داناپوری

الجواب حامداً و مصلیاً۔ ابو عالم صاحب کا فرمانا ضرور صحیح ہے۔ بیشک ان مواقع مذکورہ پر جو میت کے واسطے فاتحہ و دعا کی جاتی ہے۔ باجتماع الناس غیر ثابت ہے ہاں مطلق دعا میت کیواسطے اور نیز اس کا ثواب حدیث شریف و فقہ حنفیہ میں ثابت ہے۔ اگر میت کیواسطے لوگ فرداً فرداً انہیں مواقع یا ان کے سوا میں جہاں تصریح نفی فقہ میں نہیں ثابت ہے دعا کرتے رہیں۔ تو میں اسکو بدعت نہیں کہوں گا بعد دفن متصل تثبیت قدم کے واسطے باجتماع الناس دعا مانگنا حدیث سے ثابت ہے سوا دفن وصلوٰۃ جنازہ کے اجتماع للمیت ثابت نہیں واللہ اعلم بالصواب۔

الراقم اسمٰعیل عفی عنہ خادم مدرسہ عالیہ کلکتہ

اصاب من اجاب ابو العباس۔ عبد الرشید خادم مدرسہ عالیہ کلکتہ۔

سراج گنج

الجواب۔ مواقع خمسہ مذکورہ پر اس التزام و اہتمام کے ساتھ جو سوال میں مذکور ہے۔ فاتحہ پڑھنا خلاف سنت و بدعت ہے۔ قرون ثلاثہ میں اس اہتمام کے ساتھ نام و نشان نہ تھا۔ بلکہ میت کو جہاں تک جلد ممکن ہو کفنا کر دفن کرنے کا حکم ہے اور یہی طریقہ مسنونہ سلف صالحین تھا۔ چنانچہ شامی میں ہے والافضل ان یعجل بتجہیزہ کلہ من حین یموت۔ اور فتح القدیر میں ہے ویستحب الاسراع بتجہیزہ کلہ من حین یموت انتہیٰ۔ اور ظاہر ہے کہ موقع اول و ثانی پر فاتحہ پڑھنا

مستلزم تاخیر وخلاف تعجیل مسنون ہے۔ چہ جائیکہ ایسا اہتمام بھی اس کے مصحوب ہو چنانچہ دوسرے عالم صاحب نے جو اولا اپنے دعویٰ پر نقل کیا ہے۔ اس کے موید ہیں۔ اور باقی مواقع میں بھی فاتحہ پڑھنا اہتمام مالایہم والتزام مالایلزم کی وجہ سے خلاف سنت ومکروہ ہے۔ ہاں بعد دفن دعائے تثبیت وقراءۃ سورۂ بقرہ وغیرہ ادعیہ ماثورہ اور تھوڑی دیر کے لئے توقف کرنا بلا اہتمام والتزام کے افضل اور مستحب ہے کیفیت مذکورہ اور اہتمام مزبور کے ساتھ کسی موقع پر ان مواقع میں فاتحہ خوانی درست نہیں ہے۔ بلکہ ہر شخص علاوہ نماز جنازہ کے بلا التزام واہتمام کے اپنی خوشی سے جب جی چاہے میت کے واسطے دعائے خیر کیا کرے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ احکم واتم۔

کتبہ العبد الحقیر محمد زین العابدین غفرلہ مدرس مدرسہ سراج گنج (نشان مہر)

بیشک ان مواقع پر جو سوال میں مذکور ہیں ایسے اہتمام والتزام کے ساتھ فاتحہ خوانی بدعت وخلاف سنت ہے اور عالم موصوف الصدر کا قول بالکل درست ہے۔

المجیب مصیب محمد موسیٰ عفی عنہ مختار گانتی

محمد رشید عفا اللہ تعالیٰ عنہ مدرس مدرسہ کالج عربی سراج گنج۔ نشان مہر

صح الجواب۔ محمد عبدالقادر عفی عنہ   الجواب صواب والسوال ابوالنور محمد عبدالغفور عفی عنہ سینئر

(نشان مہر)   مدرس مدرسہ سراج گنج۔ (نشان مہر)

الجواب صحیح محمد عبدالباری سابق مدرس مدرسہ   صح الجواب۔ محمد ازرا نعلی عفی عنہ مدرس دوم

سراج گنج (نشان مہر)   مدرسہ عالیہ سراج گنج۔ (نشان مہر)

الجواب۔ ان عالم صاحب نے جو فرمایا یہ بالکل صحیح ہے میت کے لئے ان تخصیصات اور تقییدات کے ساتھ دعا کرنا اور خاص اہتمام کرکے مجمع کرنا کہیں ثابت نہیں۔ جہاں کہیں مروج ہے وہاں پر محض مقامی رواج ہے۔ جو شرع کے مقابل واجب الترک ہے۔ سوال میں اس قدر وضاحت ہے کہ جواب کی بھی ضرورت باقی نہیں رکھی کیونکہ فقہ کی انہی کتابوں سے عبارت لکھی جاتی سو استفتے میں خود موجود ہے واللہ اعلم بالصواب۔ فضل الرحمٰن عفی عنہ

الجواب۔ فقہا بتصریح گفتہ اند کہ بعد تکفین ہیچ کس فاتحہ نخوانند یا بعد تکبیر اربعہ دعائے نیست پس خواندن فاتحہ اولاً سہ بار و ثانیاً دو بار بکیفیت مذکورہ بالا در میت مزبورہ صدر بدعت و خلاف سنت است زیرا کہ دران تاخیر در دفن لازم آید حالانکہ تعجیل در دفن فعل ماموربہ است بقولہ علیہ السلام عجلوا بدفن المیت قبل الحدث و نیز بر خواندن فاتحہ بترتیب بالا دلیلے از ادلۂ شرعیہ یافتہ نشدہ این طریق از سلف صالحین ہم ماثور نہ گردیدہ و این صورت جز اختراع عوام چیزے دیگر نیست۔ البتہ بعد دفن ساعتے نزد قبر توقف نمایند و در دعا استغفار برائے میت مشغول باشند۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ الفقیر الحقیر الیٰ رحمۃ ربہ القدیر بشیر علی صانہ اللہ تعالیٰ عن الشر الخفی والجلی

نواکھالی

الجواب۔ عالم صاحب کا فرمانا بہت ٹھیک اور صحیح ہے۔ کہ فاتحہ خوانی اور تہلیل وغیرہ کے لیئے میت کو گھر میں بند رکھنا یا اسکی تجہیز و تکفین میں دیر کرنا شرع سے ثابت نہیں۔ اور نہ ایسی حالت میں کسی مخترعہ طریقے دعا کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ نماز جنازہ درحقیقت میت کے لیے دعا ہے۔ جو ارحم الراحمین سے شفاعت کے لیے کافی ہے کما روی عن عائشۃؓ ان النبی صلعم قال ما من میت تصلی علیہ امۃ من المسلمین یبلغون مائۃ کلھم یشفعون لہ الا شفعوا فیہ۔ رواہ مسلم کذا فی المشکوۃ یعنی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ نہیں ہے کوئی مردہ کہ اس پر نماز جنازہ پڑھے۔ ایک گروہ مسلمانوں کا جن کے مقدار سو تک پہنچ جاوے۔ اور مردہ کے لئے مغفرت کی شفاعت کرے۔ مگر بیشک اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت اس میت کے لئے مقبول فرمائیگا۔ یعنی اسکی مغفرت کرے گا۔ نماز جنازہ کے سوا میت کے لیے جو دعا و قرأت بصورت اجتماعیہ شرع سے ثابت ہے۔ وہ بعد دفن کے ہے۔ کما جاء فی الحدیث۔ کان النبی صلعم اذا فرغ من دفن المیت وقف علی قبرہ و قال استغفروا لاخیکم و اسئلوا اللہ التثبیت فانہ الآن یسئل۔ پس معلوم ہوا کہ جب کوئی آدمی مرجائے۔ تب اس کے کفن دفن کے سامان میں جلدی کرنا مستحب ہے۔ اور بلا ضرورت شرعی کے اس میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ عجلوا بدفن المیت قبل الحدث۔ یعنی جلدی کرو۔

دفن میں مردہ سے آگے حدث کے یعنی نکلنے پیشاب پلیدگی وغیرہ کے وایضاً عنہ صلعم لما عاد طلحۃ بن البراء وانصرف قال ما اری طلحۃ الا قد حدث فیہ الموت فاذا مات فاذنونی حتی اصلی علیہ وعجلوا بہ فانہ لا ینبغی لجیفۃ المسلم ان تحبس بین ظہرانی اہلہ یعنی اور بھی نبی صلعم سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم جب طلحہ بن البراء کی عیادت میں جاکر واپس آئے۔ تب فرمایا۔ نہیں دیکھتا ہوں طلحہ کو مگر بیشک ظاہر ہوئی اس میں علامتیں موت کی۔ جس وقت مرجائے اطلاع دو تم لوگ مجھ کو تاکہ اس پر نماز جنازہ پڑھوں۔ اور شتابی کرو تم دفن میں اس کے کیونکہ مردہ مسلم کے لیے لائق نہیں ہے کہ روکا جائے درمیان اہل کے اسکے۔ وایضاً فی الدر المختار ویندب تعجیلہ۔ قال فی رد المحتار ای تعجیل جہازہ لکن اکرہ تاخیر صلوتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلوۃ الجمعۃ ویستحبان یبادر الی تجہیزہ ولا یوخر کذا فی الجوہرۃ النیرۃ والہندیۃ وغیرہما۔ پس احادیث ومسائل فقہ سے صاف معلوم ہوا۔ کہ فاتحہ خوانی کے حیلہ سے میت کو بے محل وبے موقع روک رکھنا اور دفن میں تاخیر کرنا طریق مسنون ومشروع کے خلاف ہے۔ پس مسلمانوں کو ایسے امور ناجائز سے ہمیشہ اجتناب چاہیئے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد ادریس عفی عنہ مدرس اول مدرسہ اسلامیہ نوا کھالی

الجواب صحیح	قد صح الجواب	الجواب مستقیم۔	ذالک کذالک۔
احقر حسین علی عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ نوا کھالی	احقر محمد عمر عفی عنہ نشان مہر	فیض الحسن غلام مولیٰ غفرلہ	احقر احمد اللہ عفی عنہ عالمپوری

لاریب فی صحۃ الجواب۔ خاکسار۔ محمد عبد السبحان عفی عنہ خادم مدرسہ اسلامیہ نواکھالی (نشان مہر)

الجواب صحیح (نشان مہر) الجواب صحیح۔ العبد محمد عبداللہ مدرس مدرسہ اسلامیہ نواکھالی

ڈھاکہ

الجواب۔ عالم صاحب کا جواب صحیح ہے۔ نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے کسی دعا کی جو کہ سوال میں طریقہ مذکور ہے کوئی روایت نہیں ہے البتہ موتی کے مدفن بعد جب جی چاہا بطور خود دعا کرتے رہیں۔ جب چاہیں زیارت قبور کریں اور ان کے لیے دعا کریں۔ سوا نماز جنازہ کے مجمع کر کے دعا کرنا ثابت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ابوالفضل محمد حفیظ اللہ عفی عنہ مدرس اول مدرسہ ڈھاکہ

محمد عبداللہ عفی عنہ سابق مدرس مدرسہ ڈھاکہ۔ بلا التزام مالا یلزم اور بلا اہتمام اجتماع اپنی خوشی سے جب کوئی چاہے میت کیواسطے دعائے خیر کرے۔ فقط محمد صمصام الدین مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

سرائے میر

الجواب۔ صورت مسئولہ میں سوائے بعد دفن دعا مغفرت کے اور کسی دعا کیلئے اجتماع اور اہتمام احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں وہاں جو ادعیہ رائج ہیں۔ ان کو اگر لوگ ادعیہ شرعیہ سمجھتے ہیں تو بیشک خلاف سنت ہیں۔ نماز جنازہ کے علاوہ مردہ کے لئے کسی دوسرے اہتمام و اجتماع کا ثبوت احادیث سے نہیں ہوتا فرداً فرداً ہر شخص جس قدر چاہے دعا کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ محمد عبدالرحمن الندوی النگرامی معلم اللغتہ العربیۃ فی کلیۃ الاصلاح ۲۲ جمادی الثانی [illegible]

الجواب صحیح والرای نجیح — قد اصاب فیما اجاب۔ واللہ اعلم — صح الجواب واللہ اعلم بالصواب

محمد احمد عفا عنہ الصمد — شبلی ندوی ناظم الاصلاح — عبدالغفور عفی عنہ

ہاٹہزاری چاٹگام

الجواب۔ سوال مذکورہ میں جو مولانا فرماتے ہیں کہ ان مختلف اوقات میں کیفیت مذکورہ کے ساتھ فاتحہ پڑھنا بدعت خلاف سنت ہے۔ بالخصوص جبکہ تارک کو قابل ملامت سمجھتے ہیں۔ سو مولانا کا فرمانا نہایت صحیح ہے شریعت کے قواعد کے مطابق ہے۔ فاتحہ ایسے طریقہ مخصوصہ سے پیغمبر صلعم اور خلفائے راشدین حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم وغیرہ اصحاب رسول اللہ صلعم سے جنازے کیا پڑھنا منقول نہیں۔ اور نہ زمانہ تابعین و تبع تابعین میں ایسی کیفیت سے فاتحہ پڑھنی منقول ہے۔ اس لئے یہ طریقہ بدعت سیئہ ہوا۔ کیونکہ عبادات محضہ ایسی کیفیت سے کرنی جو قرون ثلاثہ میں نہ تھی بدعت ہے۔ مجالس الابرار میں بدعت سیئہ کے بیان میں منقول ہے وعن المعنو اراد عبداللہ بن مسعود لما اخبر بالجماعۃ الذین کانوا یجلسون بعد المغرب وفیھم رجل یقول کبروا اللہ کذا وکذا وسبحوا اللہ کذا وکذا واحمدوا اللہ کذا وکذا فحضرھم فلما سمع ما یقولون قام فقال انا عبداللہ بن مسعود فواللہ الذی لا الہ غیرہ لقد جئتم ببدعۃ ظلماء او لقد فقتم علی اصحاب النبی یعنی ان ما جئتم بہ اما ان یکون بدعۃ ظلماء او انکم تدرکتم علی الصحابۃ ما فاتھم لعدم تنبھھم او لتکاسلھم عنہ!

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

نعلیمہم من حیث العلم بطریق العبادۃ والثانی منتف فتعین الاول وھو کونہ بدعۃ ظاہرا وھکذا یقال بکل من اتی فی العبادات البدنیۃ المحضۃ بصفۃ لم تکن فی زمن الصحابۃ انتہی۔ مدارج النبوت میں ہے۔ وعادت نبود کہ برائے میت جمع شوند وقرآن خوانند وختمات خوانند بر سر گور ونہ غیر آن این مجموع بدعت ست انتہیٰ عالمگیری جلد اول میں ہے ویکرہ عند القبر ما لم یعھد من السنۃ والمعھود منھا لیس الا زیارتہ والدعاء عندہ قائما کذا فی البحر الرائق انتہی۔ عالمگیری کتاب الکراہیۃ میں ہے۔ قراءۃ الکافرون مع الجمع مکروھۃ لانہا بدعۃ لم ینقل عن الصحابۃ والتابعین کذا فی المحیط انتہی۔ اور کبیری شرح منیہ میں ہے۔ ومنھا ان الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من الائمۃ المجتہدین لم ینقل عنہم ھاتان الصلوتان فلو کانتا مشروعتین لما فاتتا عن السلف انتہی۔ اور صاحب مجالس الابرار بھی صلوۃ رغائب کی کراہت کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں۔ لکنہا من محدثات الامور لعدم وقوعہا فی عصر الصحابۃ والتابعین ولا فی عہد الائمۃ المجتہدین انتہیٰ۔ اس قسم کی عبارات کتب فقہ میں بکثرت موجود ہیں ان عبارات مرقومہ سے بخوبی واضح ہوگیا کہ عبادت ایسی کیفیت سے کرنی جو سلف سے منقول نہو بدعت ہے۔ سو فاتحہ مندرجہ سوال پڑھنا بھی منقول نہیں اس واسطے وہ بھی بدعت ہے۔ خاصکر جب التزام و اہتمام کے ساتھ کی جاوے تو اور بھی کراہت بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے کہ امور مستحبہ بھی التزام اور اہتمام کے سبب سے بدعت ہوجاتے ہیں۔ صاحب مجمع بھی تحریر فرماتے ہیں۔ استنبط منہ ان المندوب ینقلب مکروھا اذا خیف ان یرفع عن رتبتہ الحاصل ایسی کیفیت مخصوصہ سے فاتحہ پڑھنا بدعت ہے جسکو ترک کرنا ضروری ہے حدیث شریف میں ہے۔ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدث بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ۔ ھذا جمیع ما حضرلی الآن واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ نمقہ العبد الضعیف فیض اللہ عفا اللہ عنہ

جواب۔ موافق کتاب کے ہے۔ حبیب اللہ مہتمم مدرسہ معین الاسلام

الجواب صحیح۔ بندہ ضمیر الدین احمد عفی عنہ الجواب صحیح۔ سعید احمد مدرس مدرسہ معین الاسلام

صح الجواب ھکذا حکم الکتاب۔ بندہ عبدالکریم مدرس مدرسہ معین الاسلام ہاٹہزاری۔
الجواب صحیح۔ بندہ افاض الدین عفی عنہ مدرس مدرسہ معین الاسلام

آرے فاتحہ مروجہ مرسومہ مسئولہ مجیب سان مولنا مشار الیہ بدعت ست چہ نام و نشان آن بزمانہ خیر قرون نبود حضرت مولانا محدث اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ در مائۃ مسائل میفرمایند امریکہ منقول نباشد از آنحضرت وصحابہ وتابعین غیر مشروع ست چنانچہ صاحب ہدایہ چند جا عدم نقل را از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایں طور دلیل کراہت گرفتہ است منہا فی کتاب الصلوٰۃ یکرہ ان یتنفل بعد طلوع الفجر باکثر من رکعتی الفجر ---- لانہ علیہ السلام لم یزد علیہا ومنہا ما قال فی باب العید لا یتنفل فی المصلی قبل العید لانہ لم یفعل ومنہا ما قال فی کتاب الحج من احرم وفی بیتہ او فی قفص معہ صید فلیس علیہ ان یرسلہ الی قولہ ان الصحابۃ رضوان اللہ علیہم لم ینقل عنہم ارسالہا ونیز در فتاوی عالمگیری ونصاب الاحتساب استدلال بعدم نقل از صحابہ وتابعین کردہ اند فی العالمگیریۃ قراءۃ الکافرون الی الآخر مع الجمع مکروھۃ لانہا بدعۃ لم ینقل ذلک عن الصحابۃ والتابعین وقال فی نصاب الاحتساب قراءۃ الکافرون الی الآخر مع الجمع مکروھۃ لانہا بدعۃ لم ینقل ذلک عن الصحابۃ والتابعین وھکذا الدعاء عند ختم القرآن بجماعۃ لان ھذا لم ینقل عنہ صلی اللہ علیہ وسلم پس ازیں روایت معلوم شد کہ عدم نقل از حضرت صحابہ وتابعین دلالت بر بدعت وکراہت فعل وارد وامرار بر بدعت مکروہ وگناہ کبیرہ است انتہیٰ

لاجرم شک نیست کہ فاتحہ مروجہ مرسومہ پس و پیش جنازہ بدعت است۔ وہمچنیں ادعیہ بجز در ضمن صلوٰۃ جنازہ وبعد دفن وقرب قبر برائے تثبیت وے بسنت ہم ثابت نمی شود۔ البتہ اگر کسی بلا اہتمام والتزام وبلا تداعی واجتماع چیزے سراً وخفیۃً برائے نفس خود یا برائے نفع موتی بخواند ہیچ مضائقہ ندارد۔

عبدالحمید غفرلہ۔

بھوپال | الجواب۔ میت کے انتقال کے بعد سے جب تک اس کے دفن سے بالکل فارغ ہوتے ہیں۔ اور گھر کو واپس آنے لگتے ہیں اسی درمیان

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

میں ایک تو نماز جنازہ ہے کہ یہ بھی میت کے لئے دعا ہے۔ دوسرے دعا وہ ہے کہ دفن کر دینے کے بعد سب موجود ہیں۔ قبر کے گرد و پیش میت کے لئے دعا کریں۔ اس دعا کی اصل بھی حدیث شریف سے پائی جاتی ہے۔ اور علمائے معتبرین و مسلمین اہل دین کا عمل اس پر بھی ہے اس کے علاوہ درمیان میں بار بار۔ اجتماع و اہتمام سے فاتحہ پڑھنے کی جب تک کوئی دلیل نہ ہو۔ تو یہ کام ایک بے دلیل بات ہے جس کو دین میں داخل نہ کرنا چاہئے۔

۲۰ر جمادی الاول ۱۳۳۵ھ محمد یحییٰ مفتی ریاست بھوپال۔ (نشان مہر) نقل کردہ شد نمبر ۹۰

الجواب۔ صور مروجہ فاتحہ علی المیت مندرجہ استفتاء کے بارے میں ناجوازی کا فتوےٰ جن عالم فاضل نے دیا ہے۔ وہ بالکل صحیح و درست ہے۔ موافق کتاب و سنت و اقوال فقہاء کرام کے اس میں کوئی تامل نہیں کہ صورات مذکورہ محدثات فی الدین لائق رد و انکار حسب ارشاد حدیث بنیاد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حیث قال من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد۔ نہ زمن خیر القرون میں وجود صور مذکورہ پایا جاتا ہے اور نہ آئمہ اجتہاد فی الدین سے ثبوت ملتا ہے۔ بالجملہ یہ صور خلاف ما انزل ہیں۔ اور قرآن شریف اتباع کو منحصر ما انزل میں فرماتا ہے۔ فقط ۲۵ر جمادی الاخریٰ ۱۳۳۵ھ ۱۸ر اپریل ۱۹۱۷ء

محی الدین احمد خاں عفی عنہ قاضی ریاست تحریر نمبر ۲۵۵

پانی پت

الجواب۔ جو عالم اور مولوی صاحب یہ فرماتے ہیں۔ کہ بعد دفن متصل قبر پر دعا مانگنا کتب احادیث و فقہ سے ثابت ہے۔ باقی ادعیہ مذکورہ سوال بدعت اور خلاف سنت ہیں۔ یہ امر حق اور درست ہے۔

محمد خلیل اللہ عفی عنہ

یہ سب صور خلاف شریعت ہیں۔ مسلمانوں کو ترک کرنی چاہئیں۔ فقط اللہ اعلم بالصواب

کتبہ العبد عبد السلام عفی عنہ انصاری ۲ر جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ

لاہور

صورت مذکورہ میں جو کچھ مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ بجا و درست ہے۔ دعا مختلف اوقات اور مختلف مقامات میں دعا بہیئت مذکورہ و کیفیت مزبورہ کی تصریح سوا دعا بعد الدفن احادیث نبوی میں کہیں نہیں پائی گئی قال فی السراجیۃ لیس فی صلوٰۃ الجنازۃ

دعاء موقت اذا فرغ من الصلوٰۃ لایقوم بالدعاء بیشک ہر شخص بعد نماز جنازہ بغیر التزام مالا یلزم و بغیر اہتمام و تکلف اجتماع جب جی چاہے میت کے واسطے ہر وقت دعا کر سکتا ہے پس مولوی صاحب کا قول حق ہے۔ فقط والسلام مع الاکرام

نور الحسن ناظم العلوم انجمن نعمانیہ۔ لاہور۔

سرسہ ضلع حصار

الجواب۔ یہ عالم صاحب بہت ہی صحیح و درست فرماتے ہیں۔ نماز جنازہ کے علاوہ صرف میت دفنا چکنے کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنے کا ثبوت ہے اور بس۔ اس کے سوا جس قدر دعاؤں کا میت کے لئے رواج ہو رہا ہے۔ سب من گھڑت اور عقلی ڈھکوسلے ہیں۔ اور بالکل خلاف سنت۔ پھر لطف یہ کہ ان کو فرائض سے بھی کئی تیز بڑھا دیا ہے جس قدر ان کے تارک کو نا ڑ بتائی جاتی ہے۔ اس قدر تارک ارکان اسلام کو بھی نہیں دھتکارا جاتا۔ حق تعالیٰ ہدایت فرمائیں ؛ آمین واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہ خیر الدین احمد سرسوی عفی عنہ (مہر مدرسہ اسلامیہ)

ریواڑی

بیشک مولوی صاحب نے جن کا سوال میں ذکر ہے۔ جو کچھ فرمایا بجا اور درست ہے بالکل ٹھیک ہے۔ ان کی تائید مزید میں یہ بات بھی ضروری قابل یاد ہے کہ کفنا دینے کے بعد میت کو جنازے میں رکھکر اور نماز جنازہ کے بعد جنازہ اٹھانے سے پہلے رک کر فاتحہ خوانی میں بدعت ہونے کے علاوہ ایک اور بڑی کوتاہی یہ ہے کہ ترک سنت کا ارتکاب ہوتا ہے۔ کیونکہ میت کا دم نکلتے ہی جلدسے جلد تیاری کرکے جہاں تک ممکن ہو اول منزل پہنچانا مسنون طریقہ ہے کما قال ابن الحاج المتوفی ۷۳۷ھ فی کتابہ المدخل ان بعض الناس من یعتنون بہ من الموتیٰ یترکونہ بعد ان یصلی علیہ فی المسجد ویقفون عندہ یدعون ویطولون فی الدعاء وبعضھم یفعل ما ھو اکثر من ذلک وھو تکبیر المؤذنین اذ ذاک علی ما تقدم من زعقاتھم ویطولون فی ذلک والسنۃ التعجیل بالمیت الی دفنہ ومواراتہ وفعلھم بضد ذالک فلیحذرن ھذا اجلد ثالث صفحہ ۲۲۔ ہاں میت کے لئے علاوہ نماز جنازہ اور دعا بعد دفن کے بغیر اجتماع و اہتمام جب کوئی چاہے دعائے خیر کرنا بالاتفاق درست ہے۔

حررہ العبد الاثیم ابو الفیض۔ عبد الرحیم ساکن ریواڑی ۱۲ر رجب ۱۳۵۰ھ

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

جیند

جنازہ کو کفنانے کے بعد لوگوں کو روک کر جو دعا مانگتے ہیں۔ حدیث اور کتب فقہ معتبرہ سے ثابت نہیں ہے پھر بعد فراغ نماز جنازہ ہم اٹھانے سے پہلے لوگوں کو روک کر جو دعا پڑھتے ہیں اس کا بھی ثبوت کتب معتبرہ فقہ اور حدیث سے نہیں ہے۔ اور بعد دفن میت کے دعا مانگنا واسطے اطمینان اور تثبیت میت کی حدیث سے ثابت ہے۔ جب واپسی میں قبرستان کے دروازہ پر پہنچتے ہیں۔ اس کا بھی ثبوت کتب حدیث اور فقہ سے نہیں ہے۔ اور گھر پر جا کر بہ ہیئت مجموعی سب لوگ جمع ہو کر دعا پڑھتے ہیں۔ اس کا بھی ثبوت کتب حدیث اور فقہ سے نہیں ہے۔ ان عالم صاحب کا فرمانا بموجب حدیث اور فقہ کے صحیح ہے۔ اور انہوں نے جو سندیں کتب حدیث اور فقہ سے لکھی ہیں صحیح ہیں۔

الراقم۔ فقیر محمد یوسف۔ ۱۱ر جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ (نشان مہر)

سہارنپور

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد قراءۃ قرآن اور اس کا ثواب بخشنا میت کو بلا التزام کسی خصوصیت کے مذہب اہل حق ہے۔ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے البتہ جو التزام خصوصیات سوال کے اندر مذکور ہیں ان کے ساتھ مواقع مذکورہ پر قراءت قرآن یا دعا احادیث سے ثابت نہیں، اور نہ اہل حق کا اس پر تعامل ہے۔ البتہ اتنا ثابت ہے کہ بعد دفن میت خود حضور صلعم دعا فرماتے تھے۔ اور مجمع سے میت کے لیے دعا کراتے تھے۔ پس غسل دینے کے وقت یا دیگر مقامات مذکورہ فی السوال میں التزام قراءت خصوصاً بہیئت کذائیہ بدعت سیئہ ہوگا۔ خصوصاً جبکہ تارک پر ملامت ہونے لگے۔

ویستحب حثیہ من قبل راسہ ثلثا وجلوس ساعۃ بعد دفنہ لدعاء وقراءۃ بقدر ما ینحر الجزور ویفرق اللحم لما فی سنن ابی داؤد کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علی قبرہ وقال استغفروا لاخیکم واسئلوا اللہ التثبیت فانہ الآن یسال۔ شامی کتاب الجنائز

پس ان عالم صاحب کا قول جن کا ذکر سوال میں ہے۔ ٹھیک اور صواب ہے۔

کتبہ احقر العباد الحافظ عبد اللطیف عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح　الجواب صحیح　الجواب صحیح　الجواب صحیح　الجواب صحیح

خلیل احمد عفی عنہ　عنایت الٰہی عفی عنہ مہتمم　بندہ عبدالرحمن عفی عنہ　عبدالوحید عفی عنہ　بندہ محمد الیاس اختر عفی عنہ

رڑکی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم بیشک عالم مذکور کا فرمان صحیح اور موافق قرآن وحدیث و اقوال علمائے محققین ہے فاتحہ مروجہ اوقات مذکورہ میں مکروہ و بدعت سیئہ ہے ان اوقات میں نہ احادیث میں کہیں ثبوت ہے اور نہ فقہ حنفیہ میں کہیں پتہ ہے بلکہ کلیات و جزئیات اسکی مکروہ ہونے پر دال ہیں ٭ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ خاکسار ظہور محمد عفی عنہ مدرس مدرسہ رڑکی ضلع سہارنپور

الجواب صحیح۔ محمد حسن خان عفی عنہ مدرس مدرسہ رحمانیہ　الجواب صحیح محمد اسمٰعیل مدرس مدرسہ رحمانیہ رڑکی

لکھنؤ

صورت مسئولہ میں بعد کفنانے کے اور غسل دینے سے پہلے اور بعد غسل دینے کی فاتحہ پڑھنے کا ثبوت کتب فقہ وحدیث میں نہیں ہے۔ بلکہ فقہا و محدثین اس امر کے قائل ہیں کہ صلوٰۃ جنازہ جو بہیئت صلوتیہ ادا کی جاتی ہے خود دعا ہے۔ دوسری دعا کی حاجت نہیں۔ ملا مسکین شرح کنز میں تحریر فرماتے ہیں لان صلوٰۃ الجنازۃ دعاء انتہٰی اور ردمحتار میں ہے۔ والمقصود منہا الدعاء اور ہدایہ میں ہے فان صلوا علی جنازۃ رکبانا اجزاھم فی القیاس لانہا دعاء انتہٰی ہاں بعد دفن کے قبر کے پاس ٹھیرنا دعا کرنا اسکے مسنون ہے۔ اور فقہاء و محدثین الی یومنا ہذا عامل رہے ہیں۔ چنانچہ جوہرہ میں ہے ویستحب اذا دفن المیت ان یجلسوا ساعۃ عند القبر بقدر ما ینحر جزور ویقسم لحمہا یتلون القرآن ویدعون للمیت انتہٰی اور سنن ابوداؤد کے باب الاستغفار عند القبر للمیت میں ہے عن عثمان قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ عن دفن المیت وقف علیہ فقال استغفروا لاخیکم واسئلوا لہ بالتثبیت فانہ الان یسئل۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ محمد عبد الہادی الانصاری غفر لہ اللہ الباری حفید العلامۃ علامہ محمد مبین شارح السلم والمسلم اسکنہ اللہ فی اعلی علیین وافاض علینا من برکاتہ وبرکات مشائخنا الکاملین۔

صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ العاصی محمد عبد العزیز۔ غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ دنشان

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

یہ جواب صحیح ہے۔ کتبہ محمد شفیع محبت اللہ الانصاری الفرنگی محلی لکھنؤ

اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ الفقیر محمد واثق عفا اللہ عنہ

ٹونک

الجواب اللہ الموفق للسداد والصواب۔ از عدالت شرع شریف صدر ریاست اسلام ٹونک مضمون بیان کردہ مولوی صاحب مندرجہ سوال صحیح ہے۔ بیشک طریق مروجہ مندرجہ سوال سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام وکتب فقہیہ سے ثابت نہیں ہے۔ البتہ دعا مغفرت میت کے واسطے بے اعتقاد لزوم اور بے اعتقاد خصوصیت کسی وقت ومکان وہیئت کے مطلقاً جائز ہے۔ اور خصوصیت وقت وہیئت نماز جنازہ کیواسطے شرع شریف میں ثابت ہوتی ہے۔ اور ایسے ہی بعد دفن میت کیواسطے دعا مغفرت ثابت ہے۔ واللہ اعلم ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ

مواہیر و دستخط مفتیان کرام عدالت شرع شریف صدر ریاست اسلام ٹونک

خادم شرع خلیل الرحمٰن عفی عنہ نشان مہر	انوار الحسن عفی عنہ نشان مہر	خادم شرع محمد نور الحق عفی عنہ نشان مہر	عبد الرحیم عفی عنہ نشان مہر

مہر عدالت شرع شریف

مینڈو ضلع علیگڑھ

الجواب۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ جو نوعیت فاتحہ کی سوال میں مذکور ہے (یعنی اجتماع کا اہتمام کر کے مختلف اوقات مختلف مجالس میں فاتحہ پڑھنا) اس کیواسطے شریعت مطہرہ محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ میں کوئی اصلیت نہیں۔ قواعد شرعیہ اسلامیہ کے لحاظ سے اس کا محدث اور بدعت ہونا ظاہر ہے۔ خاصکر ایسی حالت میں کہ تارک کو ملعون اور ملوم ٹھیرایا جائے۔ لہذا اس سے اجتناب ضروری ہے التزام مالا یلزم کو شریعت نے سختی سے روکا ہے۔ اگرچہ وہ قبیلہ مستحبات ہی سے کیوں نہ ہو۔ البتہ بعد دفن میت کے قبر پر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھنا ضرور ثابت ہے۔ فی مسلم عن عمرو بن العاص قال لابنہ وھو فی سیاق الموت اذا انا مت فلا تصحبنی نائحۃ ولا نار فاذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیموا حول قبری قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمھا حتی استانس بکم الحدیث دای بن عائکم واذکار کرو اتکروا استغفار کما

وفی ابی داؤد انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان اذا فرغ من دفن الرجل یقف علیہ ویقول استغفروا اللہ لاخیکم واسئلوا لہ التثبیت فانہ الاٰن یسئل۔

اسکے سوا اور کہیں بھی اجتماعی حیثیت سے اموات کیواسطے فاتحہ کا اہتمام کرنا شارع علیہ السلام سے ثابت نہیں ہاں ہر شخص کو انفرادی حیثیت سے اختیار ہے۔ جب چاہے۔ اموات کے واسطے استغفار و دعا کرے۔ اس واسطے کہ استغفار و دعا اموات کے حق میں بہترین تحائف سے ہے۔

فی مشکوٰۃ المصابیح عن عبد اللہ بن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من اب او ام او اخ او صدیق فاذا لحقتہ کان احب الیہ من الدنیا وما فیہا وان اللہ تعالیٰ لیدخل علی اھل القبور من دعاء اھل الارض امثال الجبال وان ھدیۃ الاحیاء الی الاموات الاستغفار لھم

ماجد علی عفی عنہ صدر مدرس مدرسہ ہذا دام اللہ مجدہم

محمد عرفان عفی عنہ مدرس مدرسہ ہذا مینڈو ضلع علیگڈھ (مہر مدرسہ)

مہر

الجواب۔ اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ بندہ کے نزدیک کیفیت مذکورہ فی السوال فاتحہ پڑھنا واقعی بدعت اور خلاف سنت ہے۔ کہ اس کا ثبوت نہ زمانہ سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات میں ہے نہ خیر القرون زمانہ ہائے تابعین و تبع تابعین میں۔ بلکہ اب بھی بلاد اسلامیہ اور ہند کے اکثر اطراف اس سے خالی اور لاکھوں کروڑوں مسلمانان عالم اس سے ناآشنا و ناواقف ہیں۔ اور بدعت کے بدعت ہونے کے لیئے یہ علامت بھی کافی ہے۔ کہ چونکہ اس کا وجود اختراعی اور اپنا تجویز و قایم کردہ ہوتا ہے۔ اسلئے کہیں ہوتا ہے کہیں نہیں۔ اور کہیں کسی طرح ہوتا ہے۔ تو دوسری جگہ دوسری طرح۔ برخلاف وظایف شرعیہ اعمال مسنونہ کے چونکہ وہ حسب تعلیم شارع ہیں۔ اسلئے ہر ملک اور ہر قرن میں مساوی ہوتے ہیں چنانچہ نماز و روزہ رمضان و حج البیت وغیرہ کی صورت معینہ اسکی دلالت واضحہ ہے۔

فقہاء کی تصریحات جو سوال میں مذکور ہیں۔ اس ثبوت کے لیئے کافی ہیں۔ کہ نماز جنازہ خود دعا ہے۔ اور فقہاء رحمہم اللہ نے نماز جنازہ کے بعد دعا کو مکروہ فرمایا ہے۔ اگرچہ

تصریحات تو بھی ہوتیں تب بھی چونکہ شارع علیہ السلام اور حضرات صحابہ کرام و ائمہ عظام سے فاتحہ مروجہ مذکورہ فی السوال منقول نہیں ہے۔ لہٰذا اسکو بدعت کہا جاتا۔ کہ محل بیان میں شارع کا کسی امر کو بیان نہ کرنا کتمان حق و قصور فی التبلیغ ہے چنانچہ علامہ شامی نے نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے کو مکروہ لکھا اور دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ خیر القرون میں منقول نہیں عالمگیری میں ہے۔ قراۃ الکافرون الی الاخر مع الجمع (کما تکون فی صلوٰۃ الرغائب) مکروھۃ لانہا بدعۃ لم ینقل عن الصحابۃ والتابعین۔ جب خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے رشتہ داروں اور مخلصین صحابہ کے اکثر جنازوں میں شرکت کا اتفاق ہوا۔ اور آپ کے بعد حضرات صحابہ و تابعین و تبع تابعین کو بھی ہزارہا اور لکھوکھا اتفاق شرکت ہائے جنازہ کے پیش آئے۔ اور کہیں کسی سے مطلق بھی اس کا ثبوت نہیں کہ نماز جنازہ کے بعد اجتماع و اہتمام سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی گئی ہو۔ یا قبرستان کے دروازہ پر پہنچکر لوگوں کو روک کر دعا مانگی گئی ہو۔ یا میت کے مکان پر واپس آ کر فاتحہ پڑھی گئی ہو۔ تو اس کا کھلا ثبوت ہے کہ بدعت ہے۔

ہاں دفن سے فارغ ہونے کے بعد نحر جزور کی مقدار وقت تک قبر پر مردہ کے لیئے سوال منکر و نکیر کی سہولت اور فشار قبر سے نجات و مغفرت و نزول رحمت برمیت کی دعاء مانگنا خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہے اور اب تک منقول و ماثور و مروج برواج شرعی چلا آتا ہے۔ لہٰذا وہ بلا نکیر مستحب و محمود ہے۔ باقی اس پر قیاس کر کے دوسری دعاؤں کا اختراع کرنا نہ اپنا منصب ہے، اور نہ جائز ہے اور نہ اس میں مردہ کے لیئے کسی قسم کی فلاح و منفعت کی توقع کیونکہ خلاف سنت کوئی امر بھی عند اللہ مقبول نہیں ہے۔

پس سوال میں فاتحہ باجتماع و اہتمام کے جو اوقات بھی مذکور ہیں وعاء صلوٰۃ جنازہ (نماز و ان نماز معینہ) اور دعاء عند القبر بلا نماز بہیئت مسنونہ کے علاوہ سب غیر مشروع و بدعت ہیں۔ (نہیں ہے جن پر اصرار نہیں۔) ان میں اس لیئے کراہت ہے کہ خیر القرون میں منقول نہیں۔ فقہاء و ائمہ سے ثابت نہیں۔ اپنے تجویز کردہ و اختراعی افعال ہیں؟ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد ارشاد نبوی کے موجب غیر مقبول ہیں۔ بمقتضائے حدیث

کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار گمراہی دبسبب دخول نار ہیں۔ وظیفہ شارع اور تعلیم فرمودہ پیغمبر پر اضافہ ہیں اور اگر ان کو مستحب سمجھا گیا۔ تب تجاوز عن الحدود دلحث یہ بھی ہے۔ اور جن پر اصرار کیا جاتا ہے۔ اور تارک ومانع پر ملامت ہوتی ہے تو علاوہ قبائح مذکورہ کے التزام مالا یلزم اور اصرار علی التقبیح بھی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ انصاف کی نظر اور حق کی طلب اور بارگاہ رسالت کی سچی محبت وعظمت عطا فرمائیے۔ تو انشاء اللہ ذرا غور سے سمجھ میں آجائے گا۔ ورنہ مناظرہ ومباحثہ کے لئے تو صدیاں اور دفاتر بھی کافی نہیں وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی شفیعنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ واصحابہ اجمعین فقط

حررہ نقلہ عاشق الٰہی عفی عنہ میرٹھ شہر ۲۵ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ مراد نشان

گلاؤٹھی ضلع بلندشہر

الجواب۔ نماز جنازہ کے بعد حدیث شریف سے تو صرف بعد فراغت دفن دعا واستغفار وغیرہ ثابت ہوتا ہے چنانچہ ابوداؤد میں ہے عن عثمان بن عفان قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ فقال استغفروا لاخیکم واسألوا لہ بالتثبیت فانہ الآن یسئل مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ عن جابر قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی سعد بن معاذ حین توفی فلما صلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووضع فی قبرہ وسوی علیہ سبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسبحنا طویلا ثم کبر فکبرنا فقیل یا رسول اللہ لم سبحت ثم کبرت قال لقد تضایق علی ھذا العبد الصالح قبرہ حتی فرجہ اللہ عنہ رواہ احمد حصن حصین میں ہے یقرأ علی القبر بعد الدفن اول سورۃ البقرۃ وخاتمتہا +

اور یہ طریق فاتحہ خوانی کا بہیئت مندرجہ سوال قرآن اور حدیث اور فعل صحابہ اور من بعدہم من التابعین وتبع تابعین اور قول مجتہد سے ثابت نہیں ہوتا۔

شیخ محدثؒ نے اپنے ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے۔ اتباع وحی باید کرد بیا امر سے مجوز کہ درحد فضیلت وارد و درما خصوص متقاضی وارد نشدہ درست نیا مد چنانچہ مصافحہ بعد از نماز

وامثال آں انتہٰی۔ ایسا ہی لمعات میں لکھا ہے۔ فالزیادۃ فی مثلہ نقصان فی الحقیقۃ کما الزیادۃ فی الاذان بعد التھلیل محمد رسول اللہ وامثال ذلک کثیرا انتہٰی

پس فاتحہ بہیئت مرقومۃ السوال بدعت ومکروہ تحریمی ہے اولاً اس لئے کہ اس طرز مخصوص کے ساتھ کہیں کتاب وسنت وقرون ثلثہ سے منقول نہیں۔ ثانیاً اس لئے کہ اس پر ایسا عمل التزام ہوناکہ ترک اس کا نفوس پر دشوار ہو تو ایسے التزام مالایلزم سے مباح بلکہ مندوب بھی منہی عنہ ہوجاتا ہے کیونکہ حدود اللہ سے تعدی ہو کر جدید واجب کا ایجاد ہوا۔ قال اللہ تعالٰی ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظلمون۔ مسلم شریف میں ہے۔ عن المجاھد قال دخلت انا وعروۃ بن الزبیرؓ المسجد فاذا عبداللہ بن عمرؓ جالس الی حجرۃ عائشۃ رضؓ وان الناس یصلون الضحٰی فی المسجد فسالناہ عن صلوتھم فقال بدعۃ دیکھو اس اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جس شے کی اصل بھی ثابت ہو وہ بھی ہیئت شرعی کے بدل دینے سے بدعت ہوجاتی ہے نوض سنت میں فرض کا سا اہتمام اور مستحب میں واجب کا سا انتظام اور حلال سے مکروہات کا سا احتراز یہ سب اشیاء کو بدعات میں کر دیتا ہے فقط حررہ احقر العباد بندہ کریم بخش عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ گلاؤٹھی ضلع بلند شہر مورخہ ۱۳ رجب دو الثانی ۱۳۵۶ھ دو شنبہ

الجواب صحیح۔ محی الدین احمد مدرس ومہتمم مدرسہ ہذا۔

خورجہ ضلع بلند شہر

الجواب اما بعد۔ بعد دفن میت کیواسطے دعا مانگنا۔ بعد درستی قبر رخصت کے وقت کتب فقہ وحدیث سے ثابت ہے۔ اور اسی پر علمائے ربانی کا تعامل ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی فاتحہ کے لئے اجتماع واہتمام کا ثبوت نہیں۔ لہٰذا دیگر ادعیہ مذکورہ فی السوال کا التزام۔ اور انکو تعبد جاننا بدعت اور التزام مالایلزم ہے۔

الحاصل۔ اجتماع واہتمام کے ساتھ دفن کے بعد صرف قبر پر دعا کا مانگنا اور میت کے لئے استغفار کرنا ثابت ہے بقیہ اور مواقع مذکورہ فی السوال وغیرہ میں بدعت ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم حررہ العبد الحقیر الفقیر محمد مبارک حسین محمودی حنفی سنی سنبھلی عفا اللہ عنہ ذنبہ الجلی والخفی مدرس اول مدرسہ قاسم العلوم خورجہ ضلع بلند شہر مورخہ ۱۰ رجمادی الثانی یوم شنبہ وقت ۲ بجے دن

الجواب صحیح۔ محمد عمر عفی عنہ مدرس مدرسہ   الجواب صحیح۔ سراج احمد عفی عنہ مدرس

سنبھل ضلع مراد آباد

یہ عالم صاحب جو فرماتے ہیں یہی حق ہے۔ اور یہ بار بار فاتحہ اس اہتمام کے ساتھ لوگوں کو جمع کرکے پڑھنا اور اسکو ضروری سمجھنا اور تارک پر ملامت کرنا سب جہالت اور بدعت ہے جو بات خیرالقرون میں موجود نہیں ہے۔ اپنی طرف سے ایجاد کرنا زیادتی فی الدین ہے اور اس میں ہرگز برکت نہیں ہوسکتی اور نہ اس میں ثواب ہو۔ اور نہ ایسا کام مقبول ہو بلکہ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد میں داخل ہوجاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ سید احمد عفی عنہ   (نشان مہر)

شاہجہان پور

الجواب۔ بیشک مولوی صاحب کا قول صحیح ہے۔ قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں کہیں اس طریقہ مروجہ کا پتہ نہیں ہے۔ دین میں نئی ایجاد ہے۔ اس پر التزام و اصرار کرنا اور ضروری و موکد خیال کرنا اور تارک کو قابل ملامت و شناعت سمجھنا اور بھی اس کے بدعت سیئہ ہونے کو موکد کر دیتا ہے۔ ملا علی قاری و طیبی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں۔ من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطن من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ ومنکر یعنی جس شخص نے کسی امر مستحب پر اصرار کیا اور اسکو ضروری سمجھ لیا۔ اور رخصت پر عمل نہ کیا اس سے شیطان گمراہی کا حصہ حاصل کر لیتا ہے۔ پھر ایسے شخص کا تو کیا کہنا ہے۔ جو کسی امر بدعت و منکر پر اصرار کرتا ہو۔

ہاں البتہ بعد دفن میت قبر کے متصل دعا مانگنا اجماعی حیثیت سے بھی سنت ہے اور پھر بلا قیود مذکورہ والتزام و اصرار کے جس وقت چاہے دعائے خیر کرتا رہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ احقر محمد عبدالغنی غفرلہ مدرس مدرسہ عین العلم۔ شاہجہاں پور

لقد اصاب من اجاب۔ محمد اشرف علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عین العلم شاہجہاں پور۔

الجواب صواب۔ بندہ مسکین سید سلطان حسن غفرلہ مدرس مدرسہ عین العلم شاہجہاں پور۔

المجیب مصیب۔ بندہ محمد شفیع عفی عنہ مدرس مدرسہ سعیدیہ

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

الجواب حق محمد عبدالحمید غفرلہ   الجواب صحیح سراج الدین عفی عنہ شاہجہانپوری

بعد از دفن دعا کا ثبوت حدیث سے ہے۔ حیث ورد اسألوا اللہ لہ التثبیت فانہ الآن یسأل یعنی تم اس میت کے واسطے ثبات کی توحید الٰہی و رسالت محمدی پر دعا مانگو اس واسطے کہ اس وقت منکر نکیر اس سے سوال کر رہے ہیں۔ اور حضرت سعد کے واسطے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح پڑھی۔ اور دعائے رفع ضغطہ قبر کی باقی اور دعاؤں کا ثبوت بالالتزام حدیث میں نہیں آیا ہے۔ اور روایات فقہ مذکورہ سوال سے دعا بعد صلوٰۃ جنازہ مکروہ ہے۔ اس واسطے کہ صلوٰۃ جنازہ خود دعا ہے۔ اب دعا کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ العبد المسکین غلام محی الدین عفی عنہ۔

الجواب۔ امور مسئول عنہا میں بعد دفن میت کے دعا مانگنا ثابت ہے۔ فی الدر المختار وجلوس ساعة بعد دفنه لدعاء وقراءة بقدر ما ينحر الجزور ويفرق لحمه انتهى۔ وفی رد المحتار علی قوله وجلوس لما فی سنن ابی داود كان النبی صلى الله عليه وسلم اذا فرغ عن دفن الميت وقف على قبره وقال استغفروا لاخيكم واسألوا الله التثبيت فانه الآن يسئل انتهى۔ اور نیز تعزیت کی بھی دعا کرنا میت کے واسطے ثابت ہے۔ کما فی رد المحتار والتعزية ان يقول اعظم الله اجرك واحسن عزاءك وغفر لميتنا انتهى۔ اور بعد نماز جنازہ کے تو دعا مانگنا میت کے واسطے فقہاء نے ممنوع لکھا ہے چنانچہ مرقاۃ میں ہے ولا يدعو للميت بعد صلوة الجنازة لانه يشبه الزيادة انتهى۔ اور نیز فتاویٰ سراجیہ میں ہے اذا فرغ من الصلوة لا يقوم بالدعاء انتهى چنانچہ اس باب میں فتویٰ ہمارا جلد ثانی جامع الفتاویٰ صفحہ ۸۰ میں طبع بھی ہو گیا ہے۔ اور باقی مواضع مذکورہ فی السوال پر دعا مانگنا کسی کتاب معتبر سے ثابت نہیں اور مرنے کے وقت سے بعد دفن مکان پر واپسی تک جمع ہو کر ایک موقع پر دعا مانگنا ثابت ہے وہ بعد دفن کے قبر پر اور نیز ہر مسلمان جب چاہے میت کے واسطے شرعاً دعائے خیر کر سکتا ہے۔ فی اللمعات علی ھدیۃ عائشۃ

قالت ان رجلا قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان امی افتلتت نفسہا الحدیث وفی الحدیث دلیل علی ان ثواب الصدقۃ یصل الی المیت ولکن احکام الدعاء ہذا ہو مذہب اہل الحق واختلفوا فی العبادات البدنیۃ کالصلوٰۃ وتلاوۃ القرآن والمختار انہا نعم قیاسا علی الدعاء انتہی اور عالم صاحب کا فرمانا صحیح ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم وعلمہ اتم

العبد المجیب ۔ محمد ریاست علی عفی عنہ — اصاب من اجاب محمد عثمان عفی عنہ — الجواب صحیح

شاہجہاں پوری ونشان مہر — مدرس مدرسہ ضیاء العلوم ۔ کانپور — امید علیخاں عفی عنہ

صح الجواب ۔ محمد عبد الوہاب خاں ۔ الجواب الجواب واللہ سبحانہ اعلم بالصواب محمد منور علی غفرلہ رامپوری

صح الجواب وھو الموفق للصواب — الجواب صحیح — صح الجواب

وزیر محمد خاں مدرس مدرسہ عالیہ ریاست رامپور — خادم العلماء محمد نواب علی — نظیر الدین عفی عنہ

سورت

الجواب ۔ سوال مذکور میں جو چند مرتبہ اجتماع واہتمام سے فاتحہ پڑھنا ذکر کیا گیا ہے اس کا ثبوت کہیں نہیں ہے سوائے اس کے جو دفن کے بعد قبر پر پڑھی جاتی ہے کہ یہ سنت ہو باقی جتنی مرتبہ بھی ہو بوجہ عدم ثبوت در خیر القرون ناجائز ہوگی مع مذاہب فقہا کرام نے اسکے مکروہ ہونے پر تصریح کر دی ہے چنانچہ عبارات کتب بر کراہت خود سوال میں مذکور ہیں۔ تو کون عاقل ایسا ہے کہ ایک امر ناجائز پر عمل کرے گا۔ اور بدعی رواج کو پسند کریگا یہ جو مولوی صاحب کہ تشریف لائے ہیں ان کا قول بالکل صحیح ہے اسپر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ جو طریق انہوں نے فرمایا ہے وہ قرآن اور حدیث اور صحابہؓ اور مذہب فقہاء کے موافق ہو لہٰذا اسکو چھوڑ کر ایک رواجی طریق اختیار کرنا مسلمانوں کا کام نہیں ہے مستحب فعل کو جب ضروری اور لازمی خیال کیا جاتا ہے تو بدعت ہو جاتا ہے جس فعل میں عوام کے عقیدہ کا فساد ہو یا ایہام فساد ہو اس کا چھوڑ دینا ضروری ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ فاتحہ مذکورہ فی السوال جتنی مرتبہ بھی ہو بدعت ہے۔ سوائے اس کے جو دفن کرنے کے بعد قبر کے قریب پڑھی جائے کہ مستحب ہے۔ اگر اس مسئلہ کی تفصیل منظور ہو تو رسالہ ہمارا الا بتدار منگا کر دیکھئے۔ جو خاص اسی مسئلہ میں لکھا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ ۔ مہدی حسن غفرلہ مدرسہ اشرفیہ۔

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

الجواب صحیح۔ محمد اللہ خادم مدرسہ تعلیم الدین سملک۔ الجواب صحیح۔ محمد حسین راندیری عفی عنہ مدرس مدرسہ محمدیہ راندیر

الجواب صحیح محمد یامین مدرس مدرسہ تعلیم الدین۔ الجواب صحیح احقر العباد۔ محمد عبد النور مدرس مدرسہ تعلیم الدین

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ وصلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ و اتباعہ اجمعین۔ اما بعد فی الواقع مولوی صاحب موصوف جو رنگون میں تشریف لائے ہیں ان کا فرمانا صحیح و حق ہے۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء صلوۃ جنازہ دعا للمیت ہے۔ اس سے پہلے نیز اس کے بعد سوائے دفن کے کوئی مخصوص موقع پر اجتماع و اہتمام سے دعا للمیت کرنا و فاتحہ پڑھنا کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کتب فقہ سے ثابت نہیں من ادعی فعلیہ البیان! البتہ بعد دفن استغفار و دعا فی وقت الانصراف عند القبر مسنون ہے ابوداؤد شریف جلد ثانی صفحہ ۱۰۲ میں مروی ہے عن عثمان ابن عفان قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ فقال استغفروا لاخیکم واسئلوا لہ بالتثبیت فانہ الآن یسئل۔ اور بلا تعیین مرحوموں کے لیے ہمیشہ دعا کرنا اچھا ہے۔ ابوداؤد شریف جلد ثانی صفحہ ۹۵ باب فی الصف علی الجنازۃ حاشیہ حدیث مالک ابن ہبیرہ پر مولانا علی قاری حنفی رحمہ اللہ کی شرح مشکوۃ الموسوم بہ مرقاۃ سے نقل فرماتے ہیں ولا یدعو للمیت بعد صلوۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوۃ الجنازۃ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ احمد بن ابراہیم عفی عنہ سورتی سملکی مدرس اول مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک ضلع سورت

گیا

صورۃ مسئولہ میں اولاً یہ قاعدہ قابل لحاظ ہے کہ امتثال مور بہ میں جو امر مانع و ناسخ ہو خواہ وہ از قسم عبادات ہی ہو وہ ممنوع ہے ثانیاً اس امر کو خیال کرنا چاہیے کہ اموات کے دفن میں تعجیل مامور بہ ہے حتی کہ جنازہ کے لے جانے میں بھی تیز چلنے کا حکم ہے فی مراقی الفلاح و یستحب الاسراع بتجہیزہ کلہ۔ پس ثابت ہوگیا کہ تعجیل دفن اموات میں جو چیزیں موجب تاخیر ہوں وہ ممنوع ہونگی خواہ وہ از قسم فاتحہ خوانی ہو یا کچھ اور لانہ لم یعہد من السنۃ بل ہو ینافیہا۔ اس تقریر سے قبل از دفن فاتحہ خوانی کا جواب ظاہر ہوگیا۔ رہا بعد از دفن۔ اس کی حالت یہ ہے کہ بعد از تسویہ قبر سوال نکیرین میں میت کے ثابت رہنے کی تھوڑی دیر تک دعا کرنا مستحب ہے کما ورد فی الحدیث سلوا اللہ لہ التثبیت فانہ الآن یسأل (او کما قال) مروجہ فاتحہ خوانی کا وہاں بھی ثبوت نہیں ہاں اگر کوئی بلا لحاظ پابندی رسم و رواج محض لوجہ اللہ کچھ پڑھکر ایصال ثواب کرے تو

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

ممنوع بھی نہیں۔ فی المراقی بل اذا رجع الناس من الدفن فلیتفرقوا ویشتغلوا بامورهم۔ البتہ ان مواقع میں فاتحہ خوانی کو سنت و مستحب سمجھکر کرنا ممنوع ہے اور نہ کرنیوالوں پر طعن و تشنیع کرنا حرام واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ السید ولایت حسین غفر اللہ لہ ۲۲ رجب ۱۳۳۵ھ الجواب صحیح۔ خیر الدین عفی عنہ مدرس اول مدرسہ اسلامیہ

مدراس

فی الواقع مجیب صاحب کا فرمانا اس بارے میں صحیح ہے کیونکہ بعد موت قبل دفن کے کوئی دعائے اجتماعی سوائے نماز جنازہ کے دلیل معتبر سے ثابت نہیں جیسا بحر الرائق میں ہے صفحہ ۱۹۷ واشار بقولہ وتسلیمتین بعد الرابعة الی انه لا شئ بعدها غیرها وهو ظاهر المذهب انتهى۔ وایضاً صفحہ ۲۰۷ وینبغی لمن تبع جنازة ان يطيل الصمت ويكره رفع الصوت بالذكر وقراءة القرآن وغيرهما في الجنازة والكراهة فيها كراهة تحريم في فتاوى العصر الخ وعن ابراهيم انه كان يكره ان يقول الرجل وهو يمشي معها استغفروا له غفر الله لكم انتهى اس دلیل سے صاف ظاہر ہوا کہ بعض ملکوں میں بعد موت قبل دفن کے جو اجتماع و اہتمام سے قرآن خوانی وغیرہ کا رواج ہی مکروہ ہے جبکہ قرآن خوانی وغیرہ مکروہ ہوئی پس فاتحہ مروجہ بطریق اولی بدعت اور مکروہ ہوگی۔ کیونکہ ان موقعوں پر فاتحہ سے تجہیز میں دیر ہوتی ہے اور تجہیز میں دیر کرنا شرعاً مکروہ ہے جیسا کہ علامہ شامی فرماتے ہیں صفحہ ۶۶۲ قولہ وتعجیلہ ای تعجیل جهازه عقب تحقق موته ولذا كره تأخير صلاته ودفنه ليصلي عليه جمع عظيم بعد صلوة الجمعة كما من انتهى۔ اس دلیل سے ثابت ہوا زیادتی جماعت کے لیے تاخیر صلاۃ اور دفن مکروہ ہے اور نعقد مر الخ جو دلیل مجیب کی ہے اس سے ثابت ہوا کہ جنازہ میں اصل مقصود دعا ہی ہے جب زیادتی جماعت کے ساتھ دعا مانگنے کے لئے تاخیر جنازہ مکروہ ہوئی تو ایسے موقعوں میں فاتحہ بغیر حکم شرع شریف کے بلاشک و شبہ مکروہ اور بدعت ہوگی۔ اور بعد دفن نزدیک قبر کے مجتمع ہو کر دعا اور قرأت قرآن جائز ہے۔ وفی جوہرۃ نیرۃ صفحہ ۱۱۱ اذا دفن المیت ان یجلسوا ساعة عند القبر بعد الفراغ بقدر ما ینحر جزور ویقسم لحمها یتلون القرآن ویدعون للمیت الخ پس ادلہ مذکورہ سے ثابت ہوا کہ بعد موت کے صلوۃ جنازہ اور بعد دفن کے مجتمع ہو کر دعا کرنا جائز ہے

سوائے اسکے بلا التزام وبغیر اجتماع و اہتمام زیارت قبور اور دعا جس وقت جی چاہے کرے شرعاً جائز ہے۔ فقط ہٰذا الحکم الکتاب واللہ اعلم بالصدق والصواب الیہ المرجع والمآب

راقم آثم محمد عبد الرحمٰن عفی عنہ (نشان مہر)

الجواب صحیح۔ محمد مزمل الحق۔ (نشان مہر) جاء الحق وزہق الباطل۔ مجیب الحق عفی عنہ (نشان مہر)

الجواب۔ ان اوقات مسعود میں فاتحہ مروجہ پڑھنا اور اس کا التزام اور تارک کو قابل ملامت سمجھنا چنانچہ لکھا گیا ہے بدعت قبیحہ ہے اگر یہ امورات سنت میں داخل ہوتے تو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو آداب تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ و بعد دفن تثبیت وغیرہ کے بیان فرمائے ہیں اور کتب حدیث میں اور فقہ میں اس کا ذکر ہے اسکو بھی بیان فرما دیتے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ اسکو بھی بیان کرتے اور رد المحتار میں لکھا ہے اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ راجحا علی فعل البدعۃ انتہی اور سنت مستحب کام پر اس طرح کہ لوگ اسکو واجب سمجھنے لگیں مداومت کرنا جائز نہیں چنانچہ رد المحتار کے باب الوتر میں لکھا ہے۔ قولہ السنۃ السور الثلاث ای الاعلیٰ والکافرون والاخلاص لکن فی النہایۃ ان التعیین علی الدوام یفضی الی اعتقاد بعض الناس انہ واجب وھو لا یجوز۔ انتہٰی۔ جب سنت کا یہ حال ہے تو بدعت کا کیا حال ہوگا فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبد الوہاب کان اللہ تعالیٰ۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	صح الجواب	المجیب مصیب	الجواب صحیح
محمد عبد الجبار عفی عنہ	محمد عبد العزیز عفی عنہ	شیخ آدم عفی عنہ	محمد یعقوب عفی عنہ	عبد السلام عفی عنہ

تحریر

حضرت اقدس حکیم الامۃ جناب مولوی مولانا حافظ محمد اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم

بعد الحمد والصلوٰۃ احقر اشرف علی نے ان رسالوں یعنی دلیل الخیرات و خیر الصلات کو دیکھا ماشاء اللہ بالکل کافی شافی ہیں خصوصاً مسئلہ اسقاط کی تفصیل بہت ہی پسندیدہ معلوم ہوئی جزاہ اللہ تعالیٰ مؤلفہما ونفع بہما المسلمین دنیا۔ خدا تعالیٰ ان رسالوں کے مؤلف کو جزائے خیر دے اور ہر مسلمان کو ان رسالوں سے نفع پہنچائے

تحریر حضرت جامع البرکات مولانا مولوی حافظ خلیل احمد صاحب دامت فیوضہم صدر المدرسین مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

الجواب باللہ الموفق للصواب: اس مسئلہ میں کتب فقہ میں دو روایتیں پائی جاتی ہیں ایک روایت عدم جواز کو مقتضی ہے اور دوسری روایت جواز بکراہت کو۔ چنانچہ بحر الرائق جلد دوم صفحہ ۱۸۳ میں ہے و ھی اربع تکبیرات بثناء بعد الاولیٰ و صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الثانیۃ و دعاء بعد الثالثۃ و قید بقولہ بعد الثالثۃ لانہ لا یدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصۃ و عن الفضلی لا باس بہ انتہی پہلی عبارت عدم جواز پر دال ہے جسکو صاحب بحر نے قوی قرار دیا ہے۔ اور دوسری عبارت جو بطور روایت فضلی سے نقل کی ہے جس میں لا باس بہ مذکور ہے وہ مشیر بجواز ہے۔ علیٰ ہذا برجندی میں جو محیط سے نقل کیا ہے وہ یہ ہے۔ لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فیہا کذا فی المحیط۔ و عن ابی بکر بن حامد ان الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہ وقال محمد بن الفضل لا باس بہ۔ اور اسی طرح یہ دونوں قول صاحب قنیہ نے بھی نقل کیے ہیں اور ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ باب الجنائز تحت حدیث مالک بن ہبیرہ تحریر فرماتے ہیں۔ ولا یدعو للمیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ اور کبیری میں ہے فی السراجیۃ اذا فرغ من الصلوٰۃ لا یقوم بالدعاء۔ بالجملہ ان عبارتوں سے عدم جواز دعا کی ترجیح ثابت ہوتی ہے اور یہ گفتگو محض دعا بعد صلوٰۃ الجنازہ کے متعلق ہے لیکن اصل سوال اس دعا کے متعلق واقع ہے جو اس زمانہ میں بعض بلاد میں متعارف ہو رہا ہو۔ بعض بلاد میں تو یہ متعارف ہو رہا ہے کہ نماز سے فارغ ہونیکے بعد ایک شخص حاضرین کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ ہر شخص بارہ بارہ دفعہ سورۂ اخلاص پڑھکر اس کا ثواب میت کو پہنچائے۔ اور بعض بلاد میں یہ متعارف ہو کہ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر دعا میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور اس دعا کو اسقدر التزام کیا ہے کہ واجب کے درجہ میں پہنچا دیا ہے کہ اگر کوئی شخص اس میں شریک نہو تو اسکو وہابی اور بد دین کہتے ہیں۔ ایسی حالت میں یہ دعا بعد صلوٰۃ الجنازہ اس وجہ سے بھی زیادہ ممنوع ہوگئی کہ حد بدعت میں داخل ہوگئی۔ علاوہ ازیں حدیث شریف میں جلد:

کے متعلق اسرعوا کا حکم ہے۔ اور یہ تاخیر جو سورۂ اخلاص پڑھنے کی وجہ سے یا دعا میں مشغول رہنے کی وجہ سے ہوتی وہ اس امر بالاسراع کے منافی ہے لہذا مکروہ اور ناجائز ہوگی۔ یہ سوال مولانا مفتی محمد سعد اللہ صاحب رام پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کیا گیا ہے چنانچہ مختصراً ہم اسکو فتاوٰی سعدیہ سے نقل کئے دیتے ہیں۔ استفتاء ما قولہم درین مسئلہ کہ بعد نماز جنازہ خواندن سورہ اخلاص و فاتحہ و دعا برائے میت جائز است یانہ۔ بینوا توجروا۔ **الجواب** خالی از کراہت نیست زیرا کہ اکثر فقہاء بوجہ زیادہ بودن بر امر مسنون منع میکنند و بعضے میگویند لاباس بہ۔ و کلمۂ لاباس بہ اکثر در کراہت تنزیہی مستعمل میشود۔ فی البرجندی لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ۔ فیہا کذا فی المحیط و عن ابی بکر بن حامد رح ان الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہ و قال محمد ابن الفضل لاباس بہ انتہٰی۔ و فی القنیۃ عن ابی بکر بن حامد ان الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہ و قال محمد بن الفضل لاباس بہ ناقلاً عن المحیط و ایضاً فیہا لا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ۔ قال رضی اللہ عنہ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ ناقلاً عن علاء السعدی و شرح السرخسی و فی خلاصۃ الفتاوٰی لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ انتہٰی بقدر الحاجۃ پس دعا بعد صلوٰۃ الجنازہ خصوصاً وہ دعا جو متعارف بلاد ہے۔ قطعاً بدعت ناجائز ہے۔

حررہ خلیل احمد عفی عنہ

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
بندہ عبد الرحمٰن عفی عنہ	منظور احمد عفی عنہ	بندہ محمد الیاس عفی عنہ

الجواب صحیح	صح الجواب
ثابت علی عفی عنہ	عنایت الٰہی عفی عنہ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی، لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

ضمیمہ مبارکہ اولیٰ

برائے

خیر الصلات فی حکم الدعاء للاموات

جسمیں

سو ۱۰۰ سے زائد مختلف مقامات کے بڑے بڑے علمائے کرام کے فتاوے درج کیے گئے ہیں اور واضح طور پر یہ بتلایا گیا ہے کہ مردے کو کفنانے کے بعد جنازہ میں رکھکر رسمی و رواجی دعا کیلئے اہتمام کے ساتھ مجتمع ہونا اور جنازہ کو روکے رکھنا او اس دعا کیوجہ سے دفنانے میں دیر کرنا شرعاً کہیں ثابت نہیں ہے بلکہ بدعت ہے اور ناجایز ہے اور نیز یہ بھی بتلایا ہے کہ کسی امام پر دعائے مذکور نہ پڑھنے کی وجہ سے اسکو لعن طعن کرنا یا اسکو پڑھنے کیلئے جبر کرنا اور اس دعائے مذکورہ کیلئے جنازہ کو روکے رکھنا خلاف شریعت اور باعث گناہ ہے

ضروری گذارش

حمد و صلوٰۃ کے بعد خاکسار محمد افاض الدین عفا اللہ عنہ عاشقان سنت نبویہ کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ جس طرح ہندوستان کے مختلف حصوں میں بقول ہر ملکے ہر رسمے طرح طرح کے رسوم و رواج شادی و غمی وغیرہ میں خلاف سنت شائع و ذائع ہو رہے ہیں۔ اسیطرح جب بندہ کا ورود شہر رنگون ملک برما میں ہوا تو دیکھا کہ میت کے جنازہ وغیرہ میں لوگ نئے انداز کے رسم و رواج کے پابند ہو رہے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کاٹھیاواڑ گجرات وغیرہ بعض جگہوں میں بھی اسی قسم کے رسوم پھیلے ہوئے ہیں حتیٰ کہ اگر کوئی ان رسموں میں شریک نہو تو طعن و تشنیع کریں۔ اور ہر طرح اوسکی ایذا رسانی کے درپے ہوں اور اس کے برخلاف اگر کوئی فرض قطعی نماز روزہ وغیرہ کو ترک کرتا ہو تو اوس کا دسواں حصہ بھی انکو ناگوار خاطر نہو۔ اپنے مسلمان بھائیوں کی اس حالت زار کو دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھتا تھا اور دعا کرتا تھا کہ اللہ پاک اپنے فضل و کرم سے اپنے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اتباع سنت کا سچا ذوق و شوق مسلمانوں کے دلوں میں پیدا فرمائے بحسن اتفاق ایک مخلص دوست کے پاس سے درباب رسوم جنازہ مشاہیر علماء کے متعدد فتاوی بندہ کے ہاتھ آگئے بنظر خیر خواہی مسلمین جی میں آیا کہ ان کو طبع کرا کر شائع کر دیا جائے۔ تاکہ جو بیچارے شرعی مسئلہ سے ناواقف ہیں وہ واقف ہو جائیں۔ اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کر کے فلاح دارین حاصل کریں

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

خاکسار محمد افاض الدین عفی عنہ پیش امام مسجد نمبر ۵۲ شہر گلی۔ رنگون۔ مورخہ صفر سنہ ۱۳۴۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں مدت سے بعض لوگوں میں یہ رسم رواج ہے کہ کفنانے کے بعد میت کو جنازہ میں رکھکر اہتمام کے ساتھ بہیئت اجتماعیہ دعا کرتے ہیں اور اسپر اس درجہ زور دیتے ہیں جو کہ اس آئندہ واقعہ سے ظاہر ہے۔ وہ یہ کہ ایک جگہ میت کو کفنانے کے بعد حسب دستور دعا کے واسطے امام صاحب کو بلایا گیا امام صاحب نے جواب دیا کہ جنازہ کو روک کر اس طور سے دعا کا کہیں شرعاً ثبوت نہیں ہے۔ یہ الفاظ سننے کے ساتھ اہل میت امام صاحب پر لعن طعن کرنے لگے اور جنازہ اسی طرح سے وہاں رکھا رہا۔ بغیر دعا و فاتحہ کے اسکو نہیں اٹھایا۔ قریب پانچ دس منٹ تک اس میت کا جنازہ پڑا رہا۔ جب دوسرا آدمی بلایا گیا اور اس نے دعا و فاتحہ جو کچھ پڑھنا تھا پڑھا بعد ازاں نماز جنازہ اور دفنانے کے لئے میت کو قبرستان میں لے گئے۔ پس ارشاد ہو کہ آیا شرعاً دعا و فاتحہ مذکورہ کا کہیں ثبوت ہے یا نہیں اور امام صاحب پر لعن طعن کرنے والے اور میت کو روکنے والے لوگوں کے واسطے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا +

الجواب

(۱) جونپور ۱۔ اس طرح دعا کرنے کا ثبوت زمانہ صحابہ و تابعین و سلف صالحین میں کہیں پایا نہیں جاتا بلکہ فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالےٰ سے اس کی ممانعت منقول ہے۔ نصاب الاحتساب صفحہ ۱۳ میں ہے رفع الصوت عند الجنائز یکرہ واختلف فی تفسیرہ فیحتمل ان یکون المراد منہ النوح وتمزیق الاثواب وخمش الوجوہ وذالک مکروہ ویحتمل ان یکون المراد ان یقوم الرجل بعد ما اجتمع القوم للصلوٰۃ ویدعو للمیت ویرفع صوتہ ذالک مکروہ انتھیٰ اور فتاوی قنیہ میں نماز جنازہ کے بعد دعا کرنیکی بھی ممانعت منقول ہے ولا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ قال رضی اللہ عنہ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ (عس انتھی) قنیہ صفحہ ۵۶۔ نیز اصول مقررہ حنفیہ کی بنا پر بھی یہ امر قطعی بدعت ہے اصول حنفیہ کا مستدل روایات صحیحہ ہیں قال النبی صلعم کل امر لیس علیہ امرنا

فهو ردٌّ وعن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلعم اما بعد فان خیر الحدیث کتاب الله وخیر الهدی هدی محمد صلعم وشر الامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة رواه مسلم۔ یہی واضح رہے کہ تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ میں جلدی کرنے کا صاف اور صریح حکم حدیث شریف میں موجود ہے قال رسول الله صلعم اسرعوا بالجنازة فان تك صالحة فخیر تقدمونها الیه وان تك سوی ذالك فشر تضعونه عن رقابکم پس مردے کو ایک غیر مشروع امر کے لئے روکنے میں روکنے والا گنہگار ہوتا ہے لہذا ان سب امور سے توبہ لازم ہے خود گنہگار ہوکر امام پر طعن کرنا ایک دوسری مصیبت ہے اس صورت میں لازم ہے کہ جس پر لعن طعن کیا اس سے معافی چاہئے ورنہ یہ گناہ توبہ سے بھی معاف نہ ہوگا کیونکہ یہ حق العباد میں سے ہے آجکل بہت سے امور غیر مشروعہ محرمہ بطور رسم کے غمی و موت کے سلسلہ میں مروج ہیں جن سے احتراز لازم ہے چند امور جو اسوقت خیال میں آگئے ہیں لکھتا ہوں۔

(۱) مرنے کے بعد مردے پر قبل از غسل قرآن خوانی کرنا حالانکہ یہ منع ہے کبیری شرح منیہ صفحہ ۵۳۲ میں ہے وتکره القراءة عنده حتی یغسل انتهی درمختار میں ہے وکره قرأة القرآن عنده الی تمام غسله انتهی۔

(۲) غلہ وغیرہ جنازے کے ہمراہ لیجانا حالانکہ یہ بھی منع ہے۔ حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مسائل اربعین صفحہ ۳۲ میں فرماتے ہیں۔ بردن ایں چیز ہمراہ جنازہ رسم جاہلیت است از شرع شریف ثابت نیست وچیزیکہ نظیرش در اصل شریعت یافتہ نمے شود کردن آنچیز مکروہ است یا حرام انتہی۔

(۳) جنازہ لیجاتے وقت زور سے لا اله الا الله پڑھنا یا کوئی دوسرا ذکر کرنا حالانکہ یہ بھی منع ہے ویکره رفع الصوت بالذکر یعنی حالة حمل الجنازة وعن ابراهیم کانوا یکرهون ان یقول الرجل وهو یمشی معها استغفروا له غفر الله لکم۔ نصاب الاحتساب صفحہ ۱۲۵ وفی فتح القدیر صفحہ ۷ وجلد ۲ ویکره لمشیها رفع الصوت بالذکر والقراءة ویذکر فی نفسه۔

(۴) جنازے کے ہمراہ لوبان سلگاتے ہوئے قبرستان لیجانا حالانکہ یہ بھی منع ہے ولا یتبع

بنار مجمرة ولا شمع كذا فی بحر الرائق عالمگیری صفحہ ۲۷ جلد ۱ +

(۵) جنازے کو بہت آہستہ آہستہ لے چلنا اور تیز رفتاری سے لے چلنے کو برا سمجھنا حالانکہ تیزی سے لے چلنا سنت ہے کبیری شرح منیہ صفحہ ۵۸۳ میں ہے وینبغی الاسراع فی المشی بها مادون الخبب وهو ضرب من العدو دون العنق وهو الخطو الفسيح فيسرعوا بها اسراعا لا يصل الى حد العنق والعدو - وفی التحفة الاسراع بالميت سنة وفی البدائع وجوامع الفقه يسرع بالميت بحيث لا يضطرب على الجنازة والاصل فيه ما روى الجماعة من حديث ابی هريرة رض قال قال رسول الله صلعم اسرعوا بالجنازة فان كانت صالحة قربتموها الى الخير وان كانت غير ذلك فشر تضعونها عن رقابكم وفی الهداية يمشون به مسرعين دون الخبب وهكذا فی الدر المختار +

(۶) بعد دفن قبر کو چادر سے ڈھانکنا اور اس پر خیمہ وغیرہ کھڑا کرنا حالانکہ یہ بھی امورات محرمہ اور مکروہہ سے ہے۔ فی نصاب الاحتساب صفحہ ۷۲ والثامن عشر وهو انهم يلبسون القبر ثياب الحرير اذا كان الميت من اهل ان يلبس ذلك فی حيوته وانه شهادة منهم على الميت بانه كان فاجرا ايضا فيه فی صفحه ۷۲ والثالث والعشرون وهو انهم يسجون قبر الميت بثوب فی اليوم الثالث وغيره من ايام الزيارة المعهودة وتسجية القبور غير مشروع اصلا فی حق الرجال وبعد تسوية اللبن فی حق النساء - وفی العناية فی معناه - وفی الشامية صفحه ۹۳۸ فی الاحكام عن الحجة تكره الستور على القبور +

(۷) دفن کے بعد صاحب خانہ کا اپنے دروازہ پر فرش بچھا کر بیٹھنا کہ لوگ آ کر تعزیت کریں اور لوگوں کا اسکے پاس جمع ہونا حالانکہ یہ بھی منع ہے ویکرہ الجلوس علی باب الدار لانہ عمل الجاهلية ونهى النبی صلعم من ذلك وما يصنع فی بلاد العجم من البسط والقيام على قوارع الطريق من اقبح القبائح نصاب الاحتساب صفحه ۱۳۵ وايضا فيه فی صفحه ۵۸ والثالث بسط الفراش فی ايام التعزية فانه من اقبح القبائح وقد عرف فی باب الاحتساب انه مطلق لا يتعين بالبيت ولا بالحظيرة - وفی الشامية صفحه ۹۳۱ وفی الظهيرية ويكره الجلوس على باب الدار للتعزية لانه عمل الجاهلية وقد نهى

عنه وما يصنع فی بلاد العجم من فراش البسط والقيام على قوارع الطرق من اقبح القبائح

(۸) حافظ کو مقرر کرکے قبر پر قرآن شریف پڑھوانا اور اسکو اجرت دینا حالانکہ یہ دونوں باتیں حرام ہیں فی وصایا الملتقط اتخاذ القاری بقراءته عند القبر بدعة ولا معنی لصلة القاری بقراءة ولم يفعله احد من الخلفاء والصحابة نصاب الاحتساب صفحہ ۱۳۴۔

(۹) تیسرے یا چوتھے دن لوگوں کو جمع کرنا اور قرآن خوانی و فاتحہ خوانی کرنا اور قرآن شریف کی مختلف آیتیں اور سورتیں پڑھنی اور لوگوں کی دعوتیں کرنی حالانکہ یہ سب باتیں ناجائز ہیں فی نصاب الاحتساب صفحہ ۱۳۶۔ والسابع عشر هو ان معرفا يقوم فی صف النعال ويقرأ بعد الختم اية من الاخلاص ثلثا ومن الفاتحة مرة وهو قائم والناس قعود وانه بدعة ولم ينقل هذا الصنع من السلف ومن ادعى فعليه البيان ثم انه ياخذ على قراءته اجرا من اولياء الميت كانه اجير لهم لان المعتاد كالمعقود وانه بدعة اخرى ظلمات بعضها فوق بعض انتهى ملتقطا۔ وايضا فيه فی صفحه ۹۹ والخامس قراءة القرآن المبتدعة بتغير نظم القرآن على طريق الغناء وانه حرام واستماعه ايضا حرام من المحيط فی كتاب الكراهة وايضا فيه فی صفحه ۱۰۲ والرابع عشر ان بعض الحاضرين يجهرون بالقراءة فی الجامع وانه مكروه ذكر فی المحيط ومن قال من المشائخ ان ختم القرآن جهرا فی الجامع ويسمى بالفارسية سيپاره خواندن مكروه يتمسك بما روى انه عليه السلام كان يكره رفع الصوت عند قراءة القرآن اور شامی صفحہ ۹۰۵ میں ہے ومن ما ابتدع فی زماننا من مهللين وقراء ومغنين وطعام ثلثة ايام ونحو ذلك اور کبیری شرح منیہ صفحہ میں ہے ويكره اتخاذ الضيافة من اهل الميت لانه مشروع فی السرور لا فی الحزن قالوا وهی بدعة مستقبحة لما روى الامام احمد وابن ماجه باسناد صحيح عن جرير بن عبد الله قال كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة وفی فتاوى البزازی ويكره اتخاذ الطعام فی اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الى القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة بقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او للقراءة سورة الانعام او الاخلاص اور اسی طرح شامی صفحہ ۱۳۰ میں ہے

اور بھی شامی صفحہ ۶۶۱ میں ہے ولا سیما اذا کان فی الورثۃ صغار او غائب مع قطع النظر عما یحصل عند ذالک غالبًا من المنکرات الکثیرۃ کایقاد الشموع والقنادیل التی لا توجد فی الافراح وکدق الطبول والغناء بالاصوات الحسان واجتماع النساء والرجال و اخذ الاجرۃ علی الذکر و قراءۃ القرآن وغیر ذالک مما ہو مشاہد فی ہذا الزمان وما کان کذالک فلا شک فی حرمتہ وبطلان الوصیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور عالمگیری صفحہ ۱۰۸ میں ہے ولا یباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلث ایام کذا فی التاتار خانیہ

(۱) کتبہ احقر ابو بکر محمد شار فاروقی جونپوری غفرلہ یکم محرم ۱۳۴۳ھ

(۲) الجواب صحیح خادم الطلبہ محمد یٰسین مدرس مدرسہ سجد اٹالہ

الجواب

(۳) رامپور قبل از نماز جنازہ فاتحہ اور دعا کا ثبوت شرع شریف میں نہیں بلکہ بدعت ہے اور اسکے بدعت حسنہ ہونے کی صورت میں یہ فعل مباح ہوگا اور جس مباح کا التزام جاہلوں کے اعتقاد میں سنت یا وجوب کا موجب ہو وہ مکروہ ہو جاتا ہے اور فعل مباح خصوصًا جب وہ بقرینہ اعتقاد مذکور مکروہ ہو جائے اس کے انکار سے منکر لعن وطعن کا مستحق نہیں ہوتا ہے۔ یہ لعن وطعن کرنے والے خود گنہگار اور لعن وطعن مذکور انہیں پر ستر ہے۔ تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ میں ہے کل مباح یؤدی الی زعم الجہال بسنۃ امر او وجوبہ فہو مکروہ کتعیین السورۃ للصلوٰۃ و کتعیین القراءۃ لوقت ونحوہ صرح بذالک فی القنیۃ قبیل صلوٰۃ المسافر اھ

(۳) المجیب مولوی محمد امیر علی خان مدرس مدرسہ عزیزیہ رامپور

(۴) الجواب صواب العبد محمد ابو الحسن مدرس مدرسہ عالیہ

(۵) الجواب الجواب واللہ سبحانہ اعلم بالصواب محمد فضل حق معلم مدرسہ عالیہ

(۶) الجواب صحیح محمد نبی خان مدرس مدرسہ عالیہ

(۷) فعل مذکور کے بدعت ہونے میں شک نہیں فقط۔ العبد حافظ محمد عنایت اللہ عفی عنہ

(۸) الجواب صحیح محمد یوسف بقلم خود نائب مدرس اشسشم عربی

(۹) قد صح الجواب و اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم بالصواب سید صدیق احمد اصلح اللہ تعالیٰ حالیہ

(۱۰) بیشک فعل مذکور فی السوال بدعت ہے کوئی اصل اسکی شرع شریف میں نہیں ہے فقط العبد محمد ہدایت اللہ عفی عنہ

الجواب

(۳۳) کانپور۔ ہو الموفق بالصواب۔ سائل نے جو طریقہ دعا اور فاتحہ کا جنازہ پر تحریر کیا ہے اسکا ثبوت شرع شریف میں نہیں ہے بلکہ یہ طریقہ مخالف شرع ہے کیونکہ کتب حدیث و فقہ میں تعجیل کا حکم ہے یعنی جب انسان کی انتقال ہو جائے تو تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا چاہیئے یہانتک کہ جب مردہ کو کفن میں داخل کیا تو اب اسکے تاخیر کرنا منع ہے بموجب حدیث ترمذی وھو ھذا عن ابی ھریرۃ رض یبلغ بہ النبی صلعم قال اسرعوا بالجنازۃ فان تک خیرا تقدموھا الیہ وان تک شرا تضعوہ عن رقابکم (ترجمہ) ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ جلدی کرو تم لوگ جنازہ کے دفن کرنے میں پس اگر یہ جنازہ نیک ہے تو پیش کرو گے خیر کی طرف۔ اور اگر یہ جنازہ برا ہے پس رکھدو گے اپنی گردن سے اسکو۔ اور نیز شامی حاشیہ درمختار میں (قولہ ویسرع فی جنازۃ) کے تحت میں نقل کیا ہے لما رواہ ابو داؤد عنہ صلعم لما عاد طلحۃ بن البراء رض وانصرف قال ما اری طلحۃ الا قد حدث فیہ الموت فاذا مات فاذنونی حتی اصلی علیہ وعجلوا بہ فانہ لا ینبغی لجیفۃ مسلم ان تحبس بین ظھرانی اھلہ (ترجمہ) عیادت فرمائی رسول اللہ صلعم نے طلحہ ابن البراء کی اور لوٹے آپ عیادت کرکے تو فرمایا کہ نہیں گمان کرتا ہوں میں طلحہ رض کی نسبت مگر یہ کہ علامت موت کی ظاہر ہو گئی ہے پس جب مر جائیں تو مجھکو تم لوگ خبر کرو تاکہ میں جنازے کی نماز پڑھوں اور جلد کرو تم لوگ ان کے جنازے میں اس واسطے کہ لائق و مناسب نہیں ہے کہ مردہ مسلمان کا روک لیا جائے گھر والوں کے درمیان میں بموجب ان دونوں حدیثوں کے بعد کفن دینے کے مردہ کو دفن کرنے اور لیجانے میں تاخیر کرنا جائز نہیں۔ پس جو طریقہ مخالف حدیث کے ہوگا اسی کا نام بدعت سیئہ ہے ہر مسلمان کو ایسی بدعات سے بچنا لازم ہے۔ اس بیان واجب الاذعان سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ امام صاحب مذکور بالا جو اس دعا و فاتحہ کے منکر تھے وہ ہرگز لعن و طعن کے مستحق نہیں ہیں بلکہ جو لوگ بدعت سیئہ کے رواج دینے والے ہیں وہ البتہ لعن کے مستحق ہو سکتے ہیں جیسا کہ حدیث

شریف ترمذی میں ہے عن ابن عباسؓ ان رجلاً لعن الریح عند النبی صلعم فقال لا تلعن الریح فانہا مامورۃ وانہ من لعن شیئاً لیس لہ باھل رجعت اللعنۃ علیہ (ترجمہ) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیشک ایک آدمی نے ہوا پر لعنت کی نزدیک رسول اللہ صلعم کے تو فرمایا حضرت نے مت لعنت کر ہوا پر اس لئے کہ وہ مامور ہے خدا کی جانب سے چلنے پر اور بیشک جو شخص کسی شے پر لعنت کرتا ہے اور وہ شے لعنت کی مستحق نہیں ہے تو وہ لعنت کہنے والے پر لوٹتی ہے فقط واللہ اعلم بالصواب +

(۱۱) حررہ العبد فقیر محمد غفرلہ الصمد المدرس مدرسہ احسن المدارس واقع کانپور ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

(۱۲) الجواب صحیح المجیب نجیح حررہ العبد الضعیف محمد سلیمان عفا عنہ ذنوبہ خادم الطلبۃ دارالعلوم فی الکانفور

الجواب

(۴) نگینہ - صلوٰۃ جنازہ خود دعا ہے یہ دعا و فاتحہ جو بطور رسم و رواج جاری ہے اسکا کہیں ثبوت نہیں پھر جن لوگوں نے امام صاحب پر لعن و طعن کیا وہ لوگ گنہگار ہوئے آئندہ لوگوں کو چاہیے کہ اس قسم کی بدعات سے پرہیز کریں فقط واللہ تعالےٰ اعلم

(۱۳) بندہ شیت اللہ عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ نگینہ

الجواب

(۵) کانپور - اس کا ثبوت کہیں قرآن و حدیث میں نہیں ہے خاصکر اس قدر اہتمام کرنا تو بدعت ہے اور اسکا کرنیوالا اور اس میں کوشش کرنے والا سب گنہگار ہیں -
اور امام صاحب پر طعن کرنیوالا بھی سخت گنہگار ہے جو حق العباد ہے اسکو چاہیئے کہ امام صاحب سے معافی مانگے ورنہ قیامت میں اسکی نیکیاں لیکر امام صاحب کو دیجاوینگی - واللہ اعلم بالصواب

(۱۴) زبرہ الاحقر محمد عثمان عفی عنہ مدرس اول مدرسہ اشرف العلوم کانپور

الجواب

(۶) کانپور - ہو الموفق للصواب - یوں تو میت کے حق میں دعا و فاتحہ اچھی بات ہے مسنون ہے لیکن

مذکورۂ بالا موقعہ پر بہ ہیأت اجتماعیہ لہٰذا ایسی دعا و فاتحہ کا ثبوت شریعت سے کہیں نہیں بلکہ یہ حکم ہے کہ جنازہ میں جلدی کیجائے بلا ضرورت تاخیر کرنیوالے اور ناحق امام صاحب پر لعن وطعن کرنیوالے گنہگار ہونگے۔

(۱۵) مفتی محمد وصی علی ملیح آبادی مدرس مدرسۂ الٰہیات کانپور

الجواب

حامداً و مصلیاً و مسلماً

(۷) سہارنپور۔ دعا کا مانگنا اور فاتحہ کا پڑھنا وقت خاص میں بہ ہیئت مخصوصہ جیسا کہ سوال میں مذکور ہے شرعاً ثابت نہیں ہو الطبت اسکی بدعت و ناجائز ہے اور نیز اسکے تارک پر سب وشتم باعث ضلالت ہے اشخاص مذکورین کو جو اسکے مرتکب ہوئے ہیں آئندہ کے لئے توبہ کرنی چاہئے اور فعل مذکور سے احتراز۔ باقی میت کے لئے گاہ بگاہ جس وقت چاہے سورۂ فاتحہ و دیگر آیات قرآنیہ پڑھکر ثواب پہنچانا جائز ہے اسمیں کوئی حرج نہیں علیٰ ہذا دیگر صدقات نافلہ کا ثواب بھی پہنچا سکتے ہیں۔ واللہ اعلم

(۱۶) رقمہ ضیاء احمد عفی عنہ گنگوہی معرخہ ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ

(۱۷) الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ

(۱۸) صلوٰۃ جنازہ شریعت نے خود دعا ہی کیلئے تجویز کی ہے لہٰذا کوئی دوسرا طریق اسکے متصل ایجاد کرنا بدعت ہے اور موافق سنت محمدیہ کے تجہیز و تکفین چاہیے فقط عبداللطیف عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم

الجواب

(۸) رائے پور۔ جنازہ کو اس طور سے روک کے دعا کرنے کا احادیث و قرآن شریف سے کہیں ثبوت نہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بالخصوص حضرت ابراہیم صاحبزادہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا و نیز حضور کے بہت سے خویش و اقارب و صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے انتقالات ہوئے حضور سے کہیں اسکا ثبوت نہیں نہ صحابہ و تابعین و مجتہدین سے اسکا ثبوت ہے لہٰذا اسمیں حرج ہے ترک کا اختیار کرنا اور اسکو لازم سمجھنا یہ سب امور بدعت ہیں اور بعض طعن کرنا یہ فسق ہے اور حدیث من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد کے تحت میں یہ سب داخل ہیں واللہ اعلم۔ (۱۹) محمد اشفاق عفی عنہ متولی مدرسہ فیض ہدایت رائے پور واقع

بلغ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مورخہ ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ

الجواب

۹۔ شاہجہان پور ۔ بیشک کفنانے کے بعد جمع کرکے میت کے لئے دعا مانگنا جیسا کہ وہاں کا عام رواج ہے کہیں ثابت نہیں ہے۔ اور اسپر سنت واجب کی طرح التزام و اصرار اور اس کے تارک پر لعن طعن کرنا اس کے بدعت اور ناجائز ہونے کو اور بھی مستحکم بنا دیتا ہے طیبی میں ہے من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزمًا ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ وامر مکروہ کبیری میں ہے کل مباح یؤدی الی ذلک فمکروہ شامی میں ہے یکرہ ان یقول الرجل وھو یمشی معھا (جنازۃ) استغفروا لہ غفر اللہ لکم ۔ واللہ اعلم۔

(۲۰) احقر محمد عبدالنبی عفرلہ مدرس مدرسہ عربیہ عین العلم شاہجہانپور

واقعی یہ حرکت بدعت ضالہ ہے کیونکہ شرع شریف نے نماز جنازہ جو دعا ہے مقرر کردی لہٰذا اس قبل اور بعد و قبل دفن کے دعا رجائز نہیں امام الانام مجتہد احناف فتاوی خلاصہ میں لکھتا ہے ولا یقوم بالدعاء فی قراءۃ القرآن لاجل المیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ و قبلھا۔ واللہ اعلم

(۲۱) المفتی السید محمد اعظم شاہ عفراللہ لہ وکفاہ

(۲۲) اصاب المجیب سید احمد عفرلہ مدرس مدرسہ عین العلم

(۲۳) الجواب صحیح بندہ محمد رفیع عفی عنہ مدرس مدرسہ عین العلم شاہجہانپور

جواب

۱۰۔ کان پور ۔ ھو الموفق للصواب۔ اس طور سے دعا و فاتحہ کا ثبوت نہیں ہے اور نہ شرع میں اس کی کچھ اصل ہے یہ فعل محض بدعت ہے۔ ظاہر نظر میں یہ فعل خواہ کتنا ہی اچھا معلوم

ہوتا ہو لیکن اس سے احتراز واجب ہے کیونکہ بدعت ہونے کی وجہ سے قبیح و مذموم ہے خاصکر جبکہ تارکین کو بلا وجہ شرعی لعن و طعن کرتے ہیں جو کہ حرام ہے۔ واللہ اعلم

(۲۴) حررہ بندہ آثم ابو القاسم محمد صدر الدین عفی عنہ

مدرس و مفتی مدرسہ جامع العلوم کانپور

(۲۵) الجواب صحیح خان زماں عفی عنہ

الجواب

۱۱۔ ہوشیار پور۔ الحمد لمستحقہ والصلوٰۃ علی نبیہ۔ امابعد میری نظر سے کہیں نہیں گذرا کہ مردہ کو جنازہ میں رکھنے کے بعد بہیئت اجتماعیہ دعا کرنی ہے۔ البتہ بعد از دفن مستحب ہے کہ تمام لوگ ٹھیر جائیں اور میت کی مغفرت و تخفیف عذاب قبر کے لئے دعا کریں جیسا کہ جوہرۂ شرح قدوری میں ہے یستحب اذا دفن المیت ان یجلسوا ساعۃ عند القبر بعد الفراغ بقدر ما ینحر جزور ویقسم لحمھا یتلون القرآن ویدعون للمیت فان فی سنن ابی داؤد کان النبی صلعم اذا فرغ من دفن المیت وقف علی قبرہ وقال استغفروا اللہ لاخیکم واسئلوا اللہ لہ التثبت فانہ الاٰن یسأل پس عبارت مذکورۂ بالا سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ بعد از دفن ہی دعا ہونی چاہئے لہٰذا قبل از دفن دعا و فاتحہ کو ضروری خیال کرنا خلاف سنت و بدعت ہے۔ لعن طعن کرنا نہایت ہی مذموم ہے اور سخت گناہ ہے خصوصاً مسلمان پر۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پر لعنت کرے اور وہ شخص لعنت کا مستحق نہ ہو تو وہ لعنت اسی پر الٹی لوٹتی ہے۔ لعنت کرنے والے کو چاہئے کہ توبہ کرے اور اس سے معافی مانگے اور آئندہ ایسی ناشائستہ حرکت سے اجتناب کرے۔ واللہ اعلم بالصواب وعندہ حقیقۃ الحکم وھو متعال۔

(۲۶) احقر ابو الانوار سید نثار احمد مدرس اول عربی

مدرسہ خالقیہ کوٹ عبد الخالق

(۲۷) جواب باصواب ہے احقر عنایت اللہ غفرلہ مدرس عربی مدرسہ خالقیہ

(۲۸) جواب صحیح ہے۔ فقیر خادم پیر مدرس عربی مدرسہ خالقیہ

الجواب

۱۲۔ لاہرپور۔ قبل نماز جنازہ کے دعا کرنا کتب سنت وفقہ سے ثابت نہیں۔ لہذا اس سے احتراز لازم ہے۔ اور نہ تارک الدعاء قبل نماز جنازہ مستحق زجر و عتاب۔

(۲۹) سید خلیل عفی عنہ

جواب

۱۳۔ دہلی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ؛۔ حامدًا ومصلیا ؛۔ اہل علم پر پوشیدہ نہیں کہ نماز جنازہ کی جو شریعت میں مشروع ہوئی ہے وہ میت کے واسطے دعا ہے اور جو طریقہ دعا کا سوال میں مذکور ہے وہ خلاف سنت ہے اس کا ثبوت کسی معتبر کتاب سے دستیاب نہیں ہوتا اور نیز اس طرح کی دعا جیسی کہ سوال میں مذکور ہے اگرچہ وہ بدعت ہے مگر اس طرح کی بدعت دیگر بلاد میں رائج نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ طریقہ بدعت کا عالمگیر نہیں ہے یہ بدعت بھی خاص جگہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ امام صاحب کا یہ فرمانا کہ اس طور سے دعا کرنا کہیں شرعًا ثابت نہیں ہے یہ قول صحیح ہے بیشک اس ہیئت کے ساتھ دعا کا ثبوت کسی کتاب میں میسر نہیں ہوتا۔ اور امام صاحب پر جو اس قول کی وجہ سے لعن طعن کرتے ہیں یہ ان کی ناوانی اور حماقت میں داخل ہے۔ امام صاحب کا قول قابل لعن نہیں ہے جو لعن کرتا ہے اس کو توبہ کرنی چاہئے اور نیز امام صاحب سے معافی مانگنی چاہئے۔

(۳۰) احمد علی صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی

(۳۱) الجواب صحیح محمد انصر الدین

(۳۲) الجواب صحیح محمد عبد العزیز

(۳۳) ہذا الجواب صحیح دین محمد نقلم خود

(۳۴) الجواب صحیح سید اشرف علی

(۳۵) الجواب صحیح بندہ عبدالقادر

(۳۶) الجواب صحیح حضرت دین

(۳۷) الجواب صحیح تاج محمد غفرلہ الصمد

(۳۸) الجواب صحیح قاضی زین العابدین دہلوی

(۳۹) من اجاب فقد اصاب ابو عبداللہ محمد رفعت اللہ

(۴۰) الجواب صحیح صاحبزادہ محمد شریف مدرسہ فتحپوری دہلی

الجواب

۱۴۔ دہلی۔ غسل میت کے بعد نماز جنازے سے قبل کوئی اجتماعی دعا منقول نہیں۔ اس لئے اگرچہ نفس دعا کے لحاظ سے وہ مباح ہے لیکن اس کو مثل سنت یا مستحب کے شرعی کام سمجھنا یا اس پر التزام کرنا۔ اس کی وجہ سے جنازے کو اٹھانے میں دیر لگانا۔ نہ کرنے والے کو طعن تشنیع کرنا یہ سب باتیں ناجائز ہیں اور ان کی وجہ سے فعل مباح بھی ناجائز اور بدعت کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ اگر کسی امام نے اس سے انکار کر دیا تھا تو بغیر کسی ناگواری اور بغیر کسی انتظار کے جنازہ اٹھا کر لے جانا چاہیے تھا۔ نہ برا کہنے کی کوئی بات تھی اور نہ برا ماننے کی دعا اجتماعی تو زیادہ سے زیادہ مباح تھی لیکن امام صاحب کو لعن طعن کرنا اور برا بھلا کہنا حرام تھا کیونکہ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے سباب المسلم فسوق (رواہ البخاری) مسلمان کو برا بھلا کہنا فسق ہے۔ واللہ اعلم۔

(۴۱) محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب

۱۵۔ دیوبند۔ میت کے لئے نماز جنازہ فرض ہے اور نماز جنازہ خود دعا للمیت ہے جیسا کہ شامی میں حلیہ سے منقول ہے بان صلوٰۃ الجنازۃ ھی الدعاء للمیت اذ ھو المقصود

منہا الخ پس سوائے نماز جنازہ کے اس سے پہلے اور پیچھے بطریق معہود دعا و فاتحہ میت کے لئے ثابت نہیں ہے اور التزام اس کا اور اصرار اس پر اور تارک پر طعن و ملامت کرنا ناجائز اور بدعت ہے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد فقط

(۴۲) واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند

۱۸ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ

الجواب

۱۶۔ تھانہ بھون۔ امام صاحب کا جواب بالکل حق ہے۔ عدم ثبوت تو ظاہر ہے بلکہ غور کرنے سے ثبوت علم یعنی اس کی نفی اور نہی ثابت ہے چنانچہ حدیث لا تؤخر ثلثا و عن منہا الجنازۃ اذا حضرت اسپر دال ہے کیونکہ یہ دعا ضرور موجب تاخیر بلا ضرورت ہے۔ اور گو دعا فی نفسہ محمود و مشروع ہے۔ مگر اس کے لئے حبس جنازہ کی کون ضرورت ہے ہر شخص بطور خود بھی دعا کر سکتا ہے۔ خصوص اس التزام و اہتمام و اصرار سے تو مندوب بھی مکروہ و بدعت ہو جاتا ہے

(۴۳) کتبہ اشرف علی۔ ۲۵ ذلیقعدہ ۱۳۴۲ھ

الجواب

۱۷۔ امروہہ۔ حامدا و مصلیا و مسلما۔ امابعد بجواب استفتار مذکور گذارش ہے کہ بہیئت کذائی میت کے واسطے دعا کرنا زمان خیریت نشان میں ثابت نہیں حالانکہ اس زمانہ کے اشخاص کمال درجہ حریص علی العبادۃ تھے۔ دلائل شرعیہ سے اس کا ثبوت نہیں پس بموجب ارشاد ہدایت بنیاد جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد فعل مذکور کے بدعت ہونے میں شک نہیں۔ ثانیاً امر مستحب بھی اصرار و التزام مالا یلزم کے بعد بدعت ہو جاتا ہے طیبی لکھتے ہیں من اصر علی امر مندوب فھو بدعت او کما قال۔ اور بدعت کے بارہ میں یہ فرمایا گیا ہے کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار پس ظاہر ہے کہ فعل مذکور سے اجتناب لازم ہے۔ اور مانعین پر سب و شتم و لعن و طعن کرنا اپنے کو ان کا مورد

بنا ملنا ہے حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس پر لعنت کیجائے اور وہ اُس کا مستحق نہ ہو وہ لعنت عائد ہو کر لاعن پر پڑیگی۔ حکام ایسے اشخاص پر تعزیر لگا سکتے ہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۴۴) اخرجہ احقر الدہر عبد الغفور غفرلہ سیوہاروی

مدرس مدرسہ اسلامیہ امروہہ ضلع مراد آباد

الجواب

۱۸۔ مراد آباد۔ کفنانے کے بعد قبل از نماز جنازہ اس اہتمام اور ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ میت کے لئے دعا کرنے کا شرعاً ثبوت نہیں ایسے کام اکثر عوام الناس اور ناواقف لوگ کرتے رہتے ہیں جو لوگ دین سے واقفیت رکھتے ہیں ان میں ایسے بے سند امور رواج نہیں پا سکتے۔ مولوی کفایت اللہ صاحب صدر جمیعۃ العلماء ہند نے بھی ایک رسالہ مسمی بہ دلیل الخیرات فی ترک المنکرات محض بدعات کے بیان میں لکھا ہے اس میں بھی قبل از نماز جنازہ فاتحہ پڑھنے کو بے سند ثابت کیا ہے اس رسالہ پر احقر کے بھی دستخط ہیں۔ اگر وہ رسالہ آپ جناب مولٰنا کفایت اللہ صاحب سے طلب فرمالیں تو بہتر ہوگا۔ دلائل بھی اس میں خوب مذکور ہیں۔ اور بہت سے علماء کے دستخط ہیں۔ فقط

(۴۵) کتبہ سعید احمد عفا اللہ تعالےٰ عنہ مورخہ یوم دوشنبہ ۱۳۴۲ھ

الجواب

۱۹۔ میرٹھ۔ تجہیز و تکفین کے بعد میت پر نماز جنازہ پڑھ کر عجلت کے ساتھ قبرستان میں لیجا کر موافق سنت نبویہ علیہ التحیۃ والسّلام کے دفن کرے تاخیر مناسب نہیں۔ دفن کے بعد قبر کو موافق سنت کے برابر کرکے میت کے حق میں دعاء مغفرت کرے۔ اس کے سوا اور کسی موقع پر دعا کا ثبوت نہیں۔ ھکذا فی کتب الفقہ کفنانے کے بعد امام کو بلا کر ہیئت اجتماعیہ دعا کرنا بدعت ہے۔ اور طریقۂ رسول الثقلین کے خلاف میت کے دفن میں اس وجہ سے دیر کرنا جائز نہیں اور یہ طریقہ مبتدعین کا ہے۔ اہل بدعت جب تک کہ توبہ نہ کریں شفاعت رسول

اور جام حوض کوثر سے محروم رہیں گے۔ خود حضور فرماتے ہیں کہ مبتدعین کی ایک جماعت کی طرف حوض کوثر پر میں بڑھونگا اور ارشاد خداوندی ہوگا انک لاتدری ما احدثوا بعدک یعنی خدا کا ارشاد ہوگا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تیرے بعد میں دین میں بدعات کرتے تھے سنت کے مطابق امام کا یہ کہنا کہ اس کا ثبوت شرعاً نہیں اس پر جو کسی نے لعن طعن تشنیع کیا انکو چاہیئے کہ توبہ کریں ورنہ اندیشہ ہے کہ ایسے حرکات پر تعدی کرتے ہوئے اسلام سے خارج نہ ہو جاویں۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم

(۴۹) خادم الطلبہ محمد مبارک حسین محمودی

مدرس اول مدرسہ دار العلوم میرٹھ جامع مسجد

الجواب

۲۰۔ میرٹھ۔ اس دعا و فاتحہ کا حدیث وفقہ میں کہیں ثبوت نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان کسی عالم کو بلا وجہ لعن و طعن کرنا سخت برا ہے حدیث شریف میں وارد ہے کہ مردہ کو قبر تک جلد پہونچانا چاہیئے۔ مردہ کو بغیر کسی عذر شرعی کے روکنا حدیث کے خلاف ہے جو یقیناً برا ہے مردہ کو روکنے والوں اور امام صاحب کو بلا وجہ برا کہنے والوں کو توبہ کرنی چاہیئے فقط واللہ اعلم۔

(۴۷) کتبہ محمد کفایت اللہ گنگوہی عفرلہ مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ

الجواب واللہ الموفق للصواب

۲۱۔ بھوپال۔ سوال میں جو طریقہ دعا کرنے کا ذکر کیا گیا ہے اس طریقہ کی کوئی اصل شریعت میں پائی نہیں جاتی۔ اور جب ایسے بے اصل طریقہ پر ایسی اڑ ہو کر اس پر انکار کرنے والے پر لعن و طعن کیا جائے تو اس کی برائی اور بھی بڑھ جائیگی اور اس طریقہ کو چھوڑنا اور چھڑانا واجب ہو جائے گا۔ جو لوگ بے دلیل و بے ثبوت اس پر اڑے ہوئے اور جمے ہوئے ہیں ان کو اس سے باز آکر سچے دل سے ندامت کے ساتھ توبہ کرنی چاہیئے اور امام صاحب سے اس ناحق

لعن وطعن کی معافی مانگنی چاہیئے۔ دین کے معاملہ میں کسی کو کوئی نئی بات نکالنے کی اجازت و اختیار نہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بے اصل بات نکالی تو وہ مردود و نامقبول ہے۔ آیات قرآنیہ بھی اس مضمون کی موجود ہیں اس لئے اس بے اصل اور اپنے دل سے نکالے ہوئے طریقہ کو ضرور بہت جلد چھوڑ دینا چاہیئے۔ فقط

(۴۸) المجیب مسکین عبدالرشید عفا عنہ مدرس مدرسہ احمدیہ

(۴۹) الجواب اصح محمد علیم الدین عفی عنہ مدرس مدرسہ احمدیہ

(۵۰) اصاب من اجاب اللہ اعلم بالصواب ابوالعصام ابو محمد نظام الدین بہاولپوری

(۵۱) الجواب صحیح محمد عبدالرحمٰن کان اللہ لہ رکن مجلس العلماء نائب مدرسہ احمدیہ

(۵۲) المجیب مصیب محمد شعیب عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ احمدیہ

۲۵ ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ بھوپال

(۵۳) الجواب صحیح احقر بشیر احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ احمدیہ

(۵۴) الجواب صحیح بندہ .... مدرس مدرسہ احمدیہ عربیہ

الجواب ہو الموفق للصواب

۲۲۔ الہ آباد۔ دعا اور ایصال ثواب کا ثابت بالشرع اور میت کے لئے نافع ہونا ظاہر ہے۔ مگر بہیئت کذائیہ شرع سے ثابت نہیں ہے۔ ہیئت کذائیہ کے ساتھ ثابت بالشرع سمجھنا اور ضروری جاننا بدعت اور احداث فی الدین ہے۔ امام پر محض اس وجہ سے لعن طعن کرنا گناہ ہے۔ توبہ کرنی چاہیئے۔ اور آئندہ بلا وجہ مسلم کے لعن طعن سے محترز رہنا چاہیئے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۵۵) کتبہ محمد عمر عفا عنہ الہ آبادی

الجواب ہو الموفق للصواب

۲۳۔ الہ آباد۔ ارباب علم پر مخفی نہیں کہ خداوند عالم جل شانہ نے مسلمانوں کو اتباع شریعت

محمدیہ علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ کتاب اللہ نصوص قطعیہ اس امر پر دال ہیں
پس جس امر کا ثبوت کتاب اللہ واحادیث نبویہ علیہ افضل الصلوٰۃ وکتب فقہ معتبرہ میں پایا
نہ جائے اس سے ہر مسلمان کو اجتناب لازم ہے۔ بناءً علیہ اکثر کتب حدیث وکتب فقہ میں
یہ طریقہ (میت پر فاتحہ وغیرہ قبل نماز جنازہ) نظر سے نہیں گذرا نہ اس کا رواج کہیں دیکھا
گیا۔ اتفاقیہ طریقہ سے میت کے لئے دعا واستغفار کرنا کچھ مضائقہ نہیں۔ لیکن اس
التزام کے ساتھ دعا وفاتحہ کا رواج بدعت سے خالی نہ ہوگا۔ میت کے ایصال ثواب ودعا و
استغفار کے جو طریقے حدیث شریف وکتب فقہ میں موجود ہیں وہ کیا کم ہیں جو جدید طریقوں
کی حاجت ہو جہاں پر ایصال ثواب کا رواج نہ ہو وہاں اس کو رواج دینا چاہئے۔ لیکن
کوئی طریقہ من عند لنفسہ نکالنا اچھا نہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نور اللہ
مرقدہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک ادنے سنت پر عمل کرنا ہزار بدعت حسنہ سے بہتر ہے۔ بشعر

شوق رکھ سنت گرامی سے ہے شرف آپکی غلامی سے

اور امام صاحب نے جو مسئلہ شرعی بیان فرمایا اس پر جن لوگوں نے زبان لعن وطعن
دراز کی وہ بیشک گنہگار ہوئے اس حرکت شنیعہ سے ان کو توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔ اور
میت کی تکفین وتجہیز میں عجلت کرنے کا حکم ہے۔ لہٰذا حتی الامکان تجہیز وتکفین میں تعجیل
مناسب ہے۔ اگر باوجود علم کے لوگ میت کی نماز وغیرہ میں تاخیر کریں گے تو سب گنہگار
ہونگے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب عندہ ام الکتاب۔

(۵۶) منقہ احقر فقیر ظہور حسام غفرلہ مفتی مدرسہ سبحانیہ شہر الہ آباد

(۵۷) الجواب صحیح کتبہ محمد عبدالکافی عفاعنہ مہتمم مدرسہ سبحانیہ وامام جامع مسجد
چوک الہ آباد

الجواب

(۲۴) الہ آباد۔ میت کے لئے دعا مغفرت چاہنا و نیز ایصال ثواب کرنا احادیث صحیحہ
سے ثابت ہے لیکن جو صورت کہ سوال میں مذکور ہے یہ سلف صالحین سے قولاً وفعلاً کسی
طرح ثابت نہیں۔ لہٰذا امام کا قول صحیح ہے وہ اس بارے میں لعن وطعن کا مستحق نہیں۔ لوگوں کو

لعن وطعن سے اپنی زبان روکنی چاہیئے اور سعادت اس میں ہے کہ اس امام سے معافی کے خواستگار ہوں اور اللہ تعالےٰ کی درگاہ میں توبہ و استغفار کریں کیونکہ اس میں حقوق اللہ و حقوق العباد دونوں ہیں

(۵۸) المجیب عبد الجلیل مدرس مدرسہ عالیہ مصباح العلوم الہ آباد

(۵۹) کتبہ ابو سعید عبد القدوس عفا عنہ مفتی و مدرس مدرسہ عالیہ مصباح العلوم الہ آباد

(۶۰) الجواب صحیح محمد شریف مدرس اول مدرسہ عالیہ مصباح العلوم الہ آباد

الجواب

(۲۵) لکھنو۔ ہو المصوب یہ طریقہ خلاف سنت ہے امام صاحب کا قول صحیح ہے امام صاحب پر لعن طعن کرنے والے گنہگار ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

(۶۱) محمد عبد القادر عفا اللہ عنہ

ہو المصوب

(۲۶) لکھنو۔ شرعاً دعا و فاتحہ مذکورہ کا کہیں ثبوت نہیں ہے نماز جنازہ کافی ہے اس کے علاوہ کا التزام بدعت ہے۔ امام صاحب پر لعن طعن کرنے والے اور میت کو روکنے والے خلاف شرع امر کے مرتکب ہوئے آئندہ ایسے امور سے تحرز کرنا چاہیئے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۶۲) کتبہ محمد شفیع حجت اللہ الانصاری فرنگی محل لکھنو۔

الجواب

(۲۷) بجنور میت کے واسطے بہیئت کذائی جیسا کہ صورت سوال میں مذکور ہے دعا کرنا نہ کسی حدیث سے ثابت ہے نہ فقہ سے۔ لہٰذا اس امر کے مانعین پر لعن وطعن کرنا اور جنازہ کو اس بدعت مخترعہ کی تکمیل کے لئے روک رکھنا شریعت کے قطعاً خلاف ہے۔ فقط

(۶۳) راقم خادم الطلبا، محمد رحیم اللہ

الجواب

(۲۸) پانی پت - امام صاحب حق پر ہیں اور سنت طریقہ پر ہیں دوسرے حضرات اپنی لاعلمی کی وجہ سے بدعت میں مبتلا ہیں اور صحیح راستہ سے علیحدہ ہیں ۔ اللہ تعالےٰ ان کو توفیق عطا فرمادے کہ یہ رسم جہالت سے رک جاویں ۔ والسلام

(۶۴) محمد اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ پانی پت ۔ ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ

الجواب

(۲۹) کرنال ۔ اس حالت میں دعا و فاتحہ کا ثبوت نصوص شرعیہ سے بالکل معلوم نہیں ہوتا ۔ لیکن میت کو ہر وقت دعا و فاتحہ سے ثواب پہنچا سکتے ہیں ۔ مگر ہاں لوگوں کا یہ اعتقاد رکھنا کہ جب تک بہیئت مصرحہ بالا دعا و فاتحہ نہ کی جائے اس وقت تک میت کو قبرستان کی طرف نہ لیجایا جائے یہ ان کی اپنی ایجاد و اختراع ہے ۔ اور شریعت میں اس قسم کا حق کسی کو حاصل نہیں ۔ لوگوں کا امام صاحب پر لعن طعن کرنا ایک کبیرہ گناہ ہے ۔ حدیث نبوی ہے سباب المومن فسوق ایک بار صحابہ کبار ایک شارب خمر پر لعن طعن کرنے لگے تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا لاتلعنوہ (وفی لفظ لاتلعنہ) فواللہ ماعلمت انہ یحب اللہ ورسولہ

(۶۵) محمد فضل قدیر ندوی بن مولوی شمس الاسلام صاحب مرحوم

الجواب

(۳۰) ریواڑی ۔ مجمل و مفصل صورت مسئولہ کا مفصل جواب خیر الصلات فی حکم الدعاء للاموات رسالہ کی صورت میں مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر مدرس مدرسہ امینیہ دہلی کا مع تصدیقات علماء محققین ۱۳۳۶ھ میں حاجی محمد یوسف صاحب مرچنٹ اسٹریٹ رنگون کی طرف سے شائع ہو چکا ہے وہ شافی اور کافی ہے ہرچند اس کے ہوتے ہوئے میرے جواب لکھنے کی ضرورت نہیں ۔ لیکن بنا بر سوال لطرز جدید مختصراً عرض ہے کہ کفنانے کے پہلے اور اس کے بعد نماز جنازہ سے پہلے اور پیچھے نماز جنازہ کے علاوہ سرور کائنات صلعم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اور تابعین اور ائمہ مجتہدین رحمۃ اللہ

علیہم سے کوئی دوسرا طریقہ دعا اس اجتماع والتزام سے جو درج سوال ہے ثابت نہیں ہے لہذا سنت مسلوکہ فی الدین کے خلاف واجب الترک بدعت ہے اس کے تارکین پر لعنت وملامت کرنا مومن مسلمان کے شایان شان نہیں اس اجمال کی تفصیل بقدر ضرورت یہ ہے کہ بدن سے روحانی مفارقت ہوتے ہی شرعاً یہ حکم ہے کہ فوراً ہی جلد سے جلد تجہیز وتکفین کرکے نماز جنازہ ادا کرتے ہی دفنا دینا چاہئے۔ چنانچہ ابوداؤد میں بروایت حصین بن الوحوح حضرت طلحہ رض کی موت کے متعلق آنحضرت علیہ السلام نے ارشاد فرمایا عجلوا فانہ لاینبغی لجیفۃ مسلم ان تحبس بین ظہرانی اہلہ ترجمہ (جلدی کرنا کیونکہ مسلمان مردہ کو اس کے اہل وعیال میں روکے رکھنا ٹھیک نہیں) ایک اور حدیث میں وارد ہے اذامات احدکم فلا تحبسوہ واسرعوا بہ الی قبرہ کذا فی المشکوٰۃ ترجمہ جب تمہارا کوئی مرجائے تو اس کو روکے نہ رکھو اس کی قبر کی طرف جلدی سے جاؤ جلد سے جلد میت کے ضروری حقوق شرعیہ سے فارغ ہوکر دفنانے کی حکمت شرعی تو یہ ہے کہ مردہ نیک وصالح ہے تو اس کی اخروی خیر خواہی کے واسطے جو موعود فی القبر وغیرہ ہے جلدی کی جائے۔ اور بدبخت بدنصیب ہے تو اپنے سے جلد سے جدا کردیا جائے۔ یہ خلاصہ ہے صحیحین کی روایت کا۔ اور طبی حکمت یہ ہے کہ جان نکلتے ہی جسمانی ڈھانچ دم بدم اور لحظہ بلحظہ خراب وتتغیر ہوتا رہتا ہے اگر جلد انتظام نہ کیا جائے تو پھول سڑ کر باعث نفرت ہوجائے لہذا بہت جلد عزت واکرام اور انس ومحبت کے ساتھ پردہ پوشی کردی جائے۔ خلاصہ یہ کہ مذکورہ فی السوال دعا وفاتحہ خوانی میں چند مندرجہ ذیل شرعی ممنوعات ہیں (۱) نماز جنازہ کے علاوہ اس اہتمام والتزام سے دعا وفاتحہ خوانی ثابت نہیں لہذا بدعت مکروہہ ہے ایسا کرنے والے بدعتی ہوئے (۲) رسول صلعم کے ارشاد امری کے خلاف ہے جو صریح گناہ ہے (۳) طریقہ محدثہ فی الدین کو ایسا ضروری سمجھنے سے کہ تارکین پر لعن طعن کیا جائے طریقہ مسنونہ کی ترمیم وتنسیخ لازم آتی ہے جو نہایت قبیح امر ہے (۴) یہ تو ظاہر ہے کہ نجات ومغفرت کا موقوف علیہ ہی طریقہ ہے جو رسالت مآب صلعم نے تعلیم کیا اس میں بہیئت مذکورہ دعا وفاتحہ کا اضافہ کرنا گویا مسلمان مردہ کے لئے طلب نجات کا طریقہ رسول صلعم کا بتایا ہوا

اور جاری کیا ہوا کافی و وافی نہیں سمجھا گیا۔ بہر حال امام صاحب حق پر ہیں بالکل سچے ہیں کسی مسلمان پابند شریعت پر لعن طعن کرنا فسق اور گناہ ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے سباب المومن فسوق وقتاله کفر (مومن کو گالیاں دینا فسق ہے مار ڈالنا کفر ہے) اور نیز وارد ہے المومن لیس بلعان ولا بطعان (مومن لعنت کرنے والا طعنہ زن نہیں ہوتا) لہذا لعن وطعن کرنے والے فاسق ہوئے چونکہ اس میں انہوں نے ایک بندۂ خدا کی حق تلفی کی ہے توبہ کے ساتھ امام صاحب سے معافی مانگنی بھی ان کے لئے ضروری ہے۔

(۶۶) حررہ العبد الاثیم ابو الفیض عبد الرحیم ۶ر ذیحجہ ۱۳۴۲ھ

(۶۷) ممتاز علی غفرلہ ۶ر ذیحجہ ۱۳۴۲ھ

الجواب واللہ اعلم بالصواب

(۳۱) اجمیر۔ مذکورہ سوال دعا وفاتحہ بہیئت مخصوصہ کی شرعاً کوئی اصل نہیں ہے اور اس پر پابندی کرنا اور اس کو درجۂ واجب میں سمجھ لینا بدعت اور ناجائز عقیدہ ہے امام صاحب مذکور سوال کا کہنا صحیح ہے اور اہل میت کا ان پر طعن وتشنیع کرنا ناجائز ونازیبا ہے (افادۂ زمانہ) مسلمانوں کو باہمی متحد ومتفق رہنا چاہیئے۔ اگر کسی مسئلہ میں اختلاف رائے ہو جائے تو اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ مستند علماء سے اس کو دریافت کر لیا جائے لیکن اس مسئلہ کو باہمی فساد کا ذریعہ نہ قرار دیا جائے۔ کیونکہ مسلمانوں کی جماعت میں تفریق کر دینا یا انہیں فساد کی صورت پیدا کرنا سخت ترین گناہ ہے اللھم اعصمنا منہ والف بین قلوبنا وارحمنا برحمتك یا ارحم الراحمین۔ آمین۔ ھذا ما عندی والعلم عند ربی وعلمه اتم واحکم۔

(۶۸) الجیب العبد المسکین محمد نور الدین الاجمیری عفا عنہ الباری ۲۶ر ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ

۳۰ر جون ۱۹۲۴ء

الجواب

(۳۲) انبالہ۔ چونکہ یہ طریقہ دعا مذکورہ بالا احادیث صحیحہ سے کہیں ثابت نہیں ہوتا

اس لئے یہ فعل بدعت ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے قال رسول اللہ صلعم کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لیجانے والی ہے۔ جو کام رسول اللہ صلعم یا صحابہ کرام یا تابعین یا تبع تابعین کے زمانہ میں نہ ہوا ہو وہ گمراہی میں داخل ہے۔ دعا مذکورہ بالا کا وجود کسی زمانہ میں نہیں پایا جاتا۔ ایسا کرنے والوں کو چاہیے کہ توبہ کریں اور آئندہ اس رسم و رواج کو ترک کریں۔ اگر توبہ نہ کریں تو سخت گنہگار رہیں۔ وما علینا الا البلاغ جو لوگ اس رسم کے بند کرنے میں کوشش کریں گے ان کو سو شہیدوں کا ثواب ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

(۹۹) احقر العباد عبد الجبار عفی عنہ

ہو المصوب

(۳۳) سرحصنہ۔ بعد غسل اور قبل صلوٰۃ جنازے کے اس اہتمام کے ساتھ دعا اور فاتحہ پڑھنے کا ثبوت حدیث و فقہ میں نہیں ہے۔ دیکھئے تاخیر صلوٰۃ جماعت عظیمہ کی انتظار ہی میں مکروہ ہے چنانچہ درمختار میں مرقوم ہے کرہ تاخیر صلوٰتہ و دفنہ لیصلی جمع عظیم بعد صلوٰۃ الجمعۃ الا اذا خیف فوتھا بسبب دفنہ قنیہ) اس عبارت سے واضح ہوا کہ خلاف مسنون دعا و فاتحہ کے لئے تاخیر صلوٰۃ جنازہ مکروہ ہے تاخیر کرنے والے شرعاً گنہگار ہونگے اور امام صاحب اس کو ناجائز بتلانے والے شرعاً ثواب اور ماجور ہیں نہ کہ ملام و مطعون۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

(۱۰۰) کتبہ محمد رشید عفرلہ

الجواب

(۳۴) شملہ۔ دعا و فاتحہ مذکورہ کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں ہے امام صاحب نے جو کچھ جواب دیا وہ بالکل صحیح اور درست ہے جو امام صاحب پر لعن اس وجہ سے کرتے ہوں وہ لعنت لوٹ کر خود الٹی انہی لوگوں پر پڑیگی نہ کہ امام صاحب پر میت کو اس وجہ سے روکنے والے اور طعن کرنے والے خود شرعاً ملعون و مردود اور بدعتی ہیں حکومت اسلامیہ ہو تو ایسے لوگوں کی

رسوائی کیجائے۔ اب مسلمانوں کو مناسب ہے کہ ایسے جاہلوں کو نرمی کے ساتھ سمجھادیں اور حتی الامکان ایسی رسومات کو نہ ہونے دیں بلکہ تجہیز و تکفین حدیث شریف اور شریعت اسلامیہ وفقہ حنفیہ کے مطابق کیا کریں۔

(۷۱) بندہ احمد حسن انصاری حنفی چشتی مفتی وخطیب جامع مسجد شملہ

الجواب

(۳۵) سرائے میر۔ شرع میں اس قسم کی دعا کا کہیں ثبوت نہیں ہے اور امام صاحب پر لعن طعن کرنے والا خود ملعون ہے۔ غیر ضروری کام کو ضروری سمجھنا سخت گناہ ہے۔ ہاں کوئی شخص اس طور پر دعا مانگے تو اس کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ شرع میں اس کی کہیں ممانعت بھی نہیں ہے۔ نہ یہ کوئی برا کام ہے نیز ایسا کرنے میں فتنہ برپا ہوگا جو تمام گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔

دستخط

(۷۲) مدرس مدرسہ الاصلاح سرائے میر اعظم گڈھ

حدیث وفقہ کی کتابوں میں اس طرح دعا مانگنے کا کہیں ثبوت نہیں ہے لہذا دعائے مذکورہ بالا نہ کرنے والے کو لعن طعن کرنا اس حدیث کا مصداق بننا ہے جو شخص کسی کو کوئی بات کہتا ہے اگر وہ شخص اس کا مستحق نہ ہو تو وہ بات اس پر پلٹ آتی ہے۔

(۷۳) کتبہ عبد الاحد مدرس مدرسہ اصلاح

صورت مسئولہ عنہا میں بہیئات کذائیہ دعا کرنا خلاف سنت ہے۔ نماز جنازہ کی حقیقۃ دعا ہے اہل اسلام پر واجب ہے کہ رسول اللہ صلعم کی اتباع کریں قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی الآیۃ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

(۷۴) حررہ العبد محمد الشبلی الاعظمی۔

الجواب

(۳۶) کشمیر۔ میت کو کفن پہنانے کے بعد پیش از نماز جنازہ بہیئات اجتماعیہ دعا کرنے کا حکم

شرع میں وارد نہیں ہوا ہے صرف نماز جنازہ پڑھنا ضروری ہے۔ یہ دعا کرنا بورنگون کے بعض علاقہ جات میں بطور رسم و رواج پایا گیا ہے۔ صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین سے منقول نہیں ہے امور زائدہ میں داخل ہے وہ عمل جو کہ سلف صالحین صحابہ و تابعین سے منقول نہیں وہ بدعت میں داخل ہے۔ اہالی اسلام کو واجب ہے کہ صحابہ و تابعین و ائمہ دین کے اعمال و اقوال پر کاربند رہیں۔ امور خود تراشیدہ سے اپنے آپ کو بچائیں۔ امام صاحب پر بلا وجہ لعن وطعن کرنے والے اور میت کو روکنے والے گنہگار ہوتے ہیں۔

(۷۵) ملا اسلام الدین امام مسجد جامع سری نگر کشمیر۔

اقول وباللہ التوفیق

(۳۷) **تحصیل** - این چنیں دعا را در کتب شرعیہ اثرے نیست۔ از بدعات مستحدثہ باید شمرد بنا بریں اجتناب لازم است۔ والعلم عند اللہ۔

(۷۷) خاکسار اصغر علی عفا اللہ عنہ

الجواب

(۳۸) **ٹانڈہ**۔ کفنانے کے بعد میت کو جنازہ میں رکھ کر اہتمام کے ساتھ بہیئات اجتماعیہ فاتحہ و دعا کرنے کا کہیں ثبوت نہیں اختراع عوام کا ہے۔ حضور پیغمبر خدا صلعم اور صحابہ کرام کے زمانے میں ایسا دستور نہ تھا مسلمانوں کو کوئی کام دین میں ایسا نہ کرنا چاہیے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہ ہو۔ حدیث شریف میں آیا ہے من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد (متفق علیہ) مسلمانوں کو ہر ایک دینی کام میں ثواب کی امید ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ثواب کا بتلانا صاحب شریعت نبی کا کام ہے۔ پس جس کام پر وہ ثواب بتلا دیں اسی کام کو کریں اور جس کام پر ثواب نہ بتلا دیں وہ نہ کریں۔ اس میں ہماری بہتری ہے میت کے لئے دعاء مغفرت کیف ما اتفق بلا التزام مالا یلزم کریں سوائے اس کے دیگر قیود سب لغو بے اصل ہیں شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ شرح سفر السعادت میں لکھتے

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

ہیں۔ عادت نبود کہ برائے میت در غیر وقت نماز جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ بر سر گور و نہ غیر آں مجموعہ بدعت ست۔ امام کو لعن و طعن کرنے والے اور میت کو روکنے والے گنہگار ہیں توبہ کریں۔ واللہ اعلم

(۷۷) حررہ فخر الحسن عفی عنہ ٹانڈوی۔

الجواب

(۳۹) رہتک۔ اس طرح کی دعا و فاتحہ مذکورہ کا شریعت مصطفویہ میں کہیں ثبوت نہیں ہے اور جملہ مسلمانوں پر عموماً اور امام صاحب پر خصوصاً لعن طعن کرنا حدیث شریف سباب المسلم فسق وقتالہ کفر کے بموجب باعث معصیت و سخط اللہ و رسول اللہ ہے۔ اور میت کی تجہیز و تکفین میں بلا وجہ تاخیر کرنے والے اور رکاوٹ ڈالنے والے خاطی و گنہگار ہیں۔ فقط

(۷۸) کتبہ بندہ محمد عبد التواب (مولوی فاضل) مدرس عربی گورنمنٹ ہائی اسکول دہلی (سابق رہتک)

الجواب بعون الوہاب

(۴۰) ہزارہ۔ اقول بتوفیق اللہ تعالیٰ انہ لا یخفی علی من لہ ادنی مناسبۃ فی کلام الرحمٰن وبصیرۃ فی کلام خیر الانام۔ وتذکرۃ فی کلام الصحابۃ الکرام۔ و تفقہ فی کلام العلماء والصالحین من امۃ نبی آخر الزمان بدعۃ ھذا الرواج استحباباً وشنیعۃ ھذہ الطریقۃ القبیحۃ فرضاً وواجباً وسنۃ۔ فقط والصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام۔ ومن لعن وشتم وغضب علی الامام بوجہ قولہ انہ لا ثبوت لھذا الرواج فی الشرع فقد ارتکب ذنباً کبیراً۔

(۷۹) الداعی بالخیر ابو الوفاق محمد اسحاق عفی عنہ از ایبٹ آباد ہزارہ جامع مسجد صدر

مورخہ ۲۶ ر ذو القعدہ۔ ۲۲ ر جون

الجواب

(۴۱) چھچھ۔ صورت مسئولہ میں معلوم ہوتا ہے کہ دعا و فاتحہ کو قریب فرض کے پہنچا دیا ہے

کہ جب تک دعاء فاتحہ نہ ہو میت کا اٹھانا ممنوع ہے۔ پس ایسی صورت میں ایسے فعل سے احتراز ضروری ہے ہاں اگر علے وجہ الالتزام نہ ہو تو فاتحہ وغیرہ درست ہے جیسا کہ زاد الآخرۃ کی عبارت سے ثابت ہے اور وہ یہ ہے۔ تصدق مودن وخواندن قرآن شریف برائے میت ودعاء در حق او قبل برداشتن جنازہ وپیش از دفن سبب نجات از اہوال آخرت وعذاب قبر است۔ قال علیہ السلام لقنوا موتاکم قبل الدفن لعل اللہ ینجیہ بذالک وقال فی شرح العقائد النسفی ودعاء الاحیاء للاموات وصدقتہم عنہم نفع لہم پس عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ کفنانے کے بعد دعا فاتحہ کرنا درست ہے۔ ہاں اس دعا کو لازم سمجھنا جیسا واقعہ مندرجہ فی السوال سے معلوم ہوتا ہے تو ہرگز درست نہیں اور اجتناب ضروری ہے اور مسلمان پر لعن طعن یک قلم ممنوعات سے ہے اور میت کو محض اس دعا کیلئے روکے رکھنا درست نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

(۸۰) کتبہ ابو سلمان السید محمد عبد المنان علوی قادری المدرس بالمدرسۃ وارث العلوم الواقعۃ فی چھپرا۔

(۸۱) المجیب المصیب محمد علی عفی عنہ

الجواب

(۴۲) سرسہ۔ میت کو کفنانے کے بعد اس طرح جمع ہو کر فاتحہ پڑھنا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے شریعت میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اور یہ فعل خلاف سنت بدعت اور گمراہی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کل بدعۃ ضلالۃ ہر بدعت گمراہی ہے اور ایسا کرنے والوں کو بجائے ثواب کے عذاب ہوگا۔

(۸۲) خیر الدین احمد عفی عنہ سرسہ ضلع حصار۔

یہ جواب بالکل درست ہے۔ اور بیشک رسم مذکورہ شریعت کا کوئی مسئلہ نہیں ہے اس سے پرہیز کرنے میں ثواب ہے۔

(۸۳) الٰہی بخش عفی عنہ از سرول گڈھ ریاست پٹیالہ

(۸۴) جواب صحیح ہے۔ خیر الدین موضع ہرڈول ضلع حصار

الجواب

(۴۳) رتلام۔ جس طور سے سوال میں میت کا روکنا رکھا ہے فقہ کی کتابوں میں کہیں اس کا ذکر نہیں ہے اور نہ حدیث میں کہیں پایا جاتا ہے اس لئے یہ فعل بدعت ہے اور حدیث میں ہے کہ کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار پس اس فعل سے بچنا مناسب ہے بلکہ احادیث میں میت کو جلدی لیجانا آیا ہے اور راستہ میں بیٹھنے کی ممانعت ہے چنانچہ کتب فقہ میں موجود ہے لفظ اسرع مادون الخبب۔ ہدایہ میں ہے یمشون به مسرعین دون الخبب واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

(۸۵) احقر خادم الطلباء بندہ نذر الحق عفا اللہ عنہ ذنوبہ۔

الجواب

(۴۴) بہار۔ میت کے جنازہ پر جس اہتمام کے ساتھ رنگون میں فاتحہ کی رسم رائج ہے اس کی کوئی اصل کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہے۔ امام صاحب اس مسئلہ میں حق پر ہیں امام صاحب کے اوپر لعن طعن کرنے سے لوگ احتراز کریں۔ اور اس قسم کے رسومات سے پرہیز لازم ہے ورنہ بدعت کے ارتکاب کا الزام عائد ہوگا۔

(۸۶) حررہ محمد ابراہیم مدرس اول مدرسۂ عزیزیہ بہار شریف

ہو المصوب

(۴۵) آگرہ۔ میت کو روک کر بہیئت مسئولہ بہیئت اجتماعی دعا کرنا پھر اس کو اس قدر ضروری سمجھنا بدعت سیئہ ہے۔ نہ زمانہ رسول اللہ صلعم میں تھی اور نہ زمانۂ صحابہ میں اور نہ تابعین اور نہ تبع تابعین کے زمانہ میں تھی اور نہ زمانہ مجتہدین میں اور نہ کسی فقیہ معتبر نے اجازت دی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو

رح ترجمہ جس نے ہمارے اس دین میں نئی بات پیدا کی اور اس کو دین میں داخل کیا تو وہ بات مردود ہے۔ دوسری حدیث مشکوٰۃ کی ہے کہ من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علے هدم الاسلام ترجمہ جس نے تعظیم کی بدعت والے کی تو اس نے اسلام کے ڈھانے و گرانے پر اعانت کی۔ اور جن لوگوں نے امام صاحب پر لعن طعن کیا ہے وہ تعزیر دینے کے قابل ہیں جیسے کہ کتب فقہ میں ہے۔

(۸۷) کتبہ محمد یعقوب مدرس عربی مدرسۂ عالیہ جامع مسجد آگرہ وقائم مقام مفتی ۲۴ جون ۱۹۲۴ء

(۸۸) من اجاب قد اصاب حررہ محمد فضل الکریم البہاری عفی عنہ وعن والدیہ الباری المدرس فی المدرسۃ الواقعۃ فی آگرہ۔

الجواب

(۶۴) بنارس۔ قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر میں دعا و فاتحہ مذکورہ کا کہیں ثبوت نہیں ملتا اس لئے امام صاحب ممدوح کا فرمانا بالکل درست ہے اور ان پر طعن کرنے والے بیوقوف جاہل ہیں ان کو معافی مانگنی چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۸۹) کتبہ محمد ابوالقاسم البنارسی بقلمہ مدرس اول مدرسۂ اسلامیہ عربیہ الکائنۃ فی البنارس محلہ دارانگر۔ ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ

الجواب

(۶۷) دربھنگہ۔ صلوٰۃ جنازہ خود دعا لیت ہے۔ اسکے سوا اور کسی موقع پر فاتحہ مذکورہ کا علی وجہ الاجتماع ثبوت نہیں ہے جیسا کہ قواعد اور نصوص شرعیہ سے سمجھ میں آتا ہے اور امام صاحب پر لعن طعن کرنا حرام ہے۔ چنانچہ حدیث میں مصرح موجود ہے سباب المومن فسوق یعنی مسلمان کو برا کہنا گناہ کبیرہ ہے (رواہ مسلم والبخاری) وعن ابی درداءؓ قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول ان اللعانین لا یکونون شہداء ولا شفعاء یوم القیامۃ (رواہ مسلم) واللہ اعلم

(۹۰) کتبہ عبدالحفیظ مفتی مدرسہ امدادیہ دربھنگہ

(۹۱) الجواب صحیح احقر عبدالرحیم عفی عنہ

(۹۲) الجواب صواب بندہ ابراہیم عفی عنہ

(۹۳) المجیب مصیب بندہ سراج احمد عفی عنہ ۴ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ

(۹۴) المجیب مصیب احقر ابوالفتح عبدالواحد عفی عنہ مدرس مدرسہ امدادیہ

(۹۵) الجواب صحیح احقر عبدالوہاب غفرلہ ولابویہ

(۹۶) ذلک کذلک انا موثق لذلک بندہ عبدالودود عفا عنہ مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ

الجواب

(۴۸) ہاٹہزاری میت کو کفنانے کے بعد جنازہ پر رکھ کر دعا کرنا بہیئات اجتماعیہ کسی روایت سے ثابت نہیں یہ ایک امر محدث اور مردود ہے قال النبی علیہ السلام من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد اور اس پر اصرار کرنا اور تارکین پر لعن طعن کرنا سخت گمراہی اور ضلالت ہے امور مندوبہ پر اصرار کرنے کو علماء نا جائز اور اضلال شیطان لکھتے ہیں پس چہ جائیکہ امور محدثہ قال الطیبی فی شرح المشکوٰۃ فیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعل عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر انتھی اور اس امر محدث کے لئے دفن میت میں تاخیر کرنا ضلالت پر ضلالت ہے اس قسم کے امور محدثہ سے احتراز لازم ہے فقط ۔ واللہ اعلم۔

(۹۷) کتبہ فیض اللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہاٹہزاری ۔

(۹۸) جواب نہایت درست ہے ۔ حبیب اللہ مہتمم مدرسہ ہاٹہزاری

(۹۹) الجواب صحیح بندہ ضمیر الدین احمد عفی عنہ

(۱۰۰) الجواب صحیح سعید احمد عفی عنہ

الجواب

(۹۹) سلہٹ۔ اس ہیئات کے ساتھ دعا کرنا بعد کفنانے قبل نماز کے شرع میں کہیں مذکور نہیں ہے اور یہ بدعات سیئۃ میں سے ہے اور بدعت سیئۃ کا کرنے والا فاسق سخت گنہگار ہے جگہ اس کی دوزخ ہے کما فی الحدیث کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ سبیلھا الی النار ہر ایک بدعت گمراہی ہے اور ہر ایک گمراہی راستہ اس کا جہنم ہے۔ اور منع کرنے والا مصیب اور حق گو ہے ان پر لعن طعن کرنے والا سخت گنہگار اور لعن طعن ان پر وارد ہوگی ایسی حرکات سے باز آوے اور توبہ کرے توبہ لازم ہے۔ ھکذا احکم الکتاب واللہ اعلم بالصدق والصواب۔

(۱۰۱) الراجی ابوالفیاض نور محمد عفا عنہ

الجواب

(۵۰) سلہٹ۔ میت کے واسطے اس اہتمام کے ساتھ بہیئت اجتماعیہ دعا کرنا طریقہ مسنونہ نہیں ہے۔ نماز جنازہ ہی دعا ہے۔ اور امام صاحب پر لعن طعن کرنے والے مرتکب امور خلاف شرع ہیں۔ اور واسطے تفصیل کے فرصت و وقت آخر درکار ہے۔

(۱۰۲) المجیب بندہ مجاہد الدین عفی عنہ مدرس دوم مدرسہ عالیہ سلہٹ

(۱۰۳) الجواب موافق للصواب محمد عرفان علی غفرلہ ولوالدیہ مدرس مدرسہ عالیہ سلہٹ

(۱۰۴) المجیب اللبیب مصیب محمد ارزاں علی مدرس مدرسہ عالیہ سلہٹ۔

(۱۰۵) الجواب حق والحق بالاتباع احق من رغب عنہ غوی واغوی الناس عن طریق قد استوی محمد اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ سلہٹ۔

(۱۰۶) ما اجاب الفاضل العقمام۔ قابل لاتباع الخواص والعوام اصف اللہ عفا عنہ احد مدرس المدرسۃ العالیہ بسلہٹ۔

(۱۰۷) مجیب علام کا جواب باصواب ہونے میں ارباب بصیرت کو کوئی کلام کرنے کی

گنجائش نہیں ہو سکتی اصحاب بصیرت والوں کا تو کیا کہنا اس قسم کی زیادتیاں جس میں التزام مالا یلزم کا لزوم ہو شریعت غرا میں اختراع کرنے سے فقہاء نے سخت ممانعت فرمائی ہے بطور نظیر عرض کرتا ہوں کہ تعیین سورۃ کو فقہاء نے علی الاطلاق منع کر دیا ہے۔ اس کا انکار کون کر سکتا ہے حالانکہ تعیین بعض سور کی حضرت صلعم سے ثابت ہے ظاہر ہے کہ فقہاء کا یہ تشدد صرف اس لئے ہے کہ تعیین کو عوام وجوب کے درجہ تک نہ پہنچادیں ایسے نظائر متعدد معروض کر سکتا ہوں اور تمام کا مرجع وہی التزام مالا یلزم ہے۔ اب اہل انصاف خود انصاف فرمالیں کہ جب مرویات منقولات کے متعلق اہل شرع کا ایسا تشدد ہے اور فی الواقع ہونا ہی چاہئے۔ جس عمل کو جو مرتبہ شریعت نے دیا ہماری کیا مجال ہے کہ اسے دوسرے مرتبہ میں رکھیں خواہ وہ درجہ از قبیل ترقی ہو یا تنزل۔ تو صاحبو! اب میں اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ مسئلہ معہودہ میں ہیئت کذائی جنازہ کی رکاوٹ اور فاتحہ خوانی رسول اللہ صلعم سے مروی نہیں البتہ قبرستان میں کچھ دعا کا ثبوت ہے میرے خیال میں ایسی ہیئت کا مرتکب بمع لوازمات صرف خلاف مسنون طریق کا مرتکب نہیں ہوا بلکہ تاویل سے اگر کام نہ لیا جائے تو اس سے بھی سخت حکم کا مصداق ہوگا۔ نعوذ باللہ عن مثل تلک الجراۃ علی الاحکام الشرعیۃ۔

محمد شیر زماں مدرس مدرسہ عالیہ سلہٹ۔

(۱۰۸) الحق ایں طریقہ ست نو برآوردہ۔ در شریعت نہ ازاں خبرے ست نہ برآں اثرے۔ ارتکاب آں خلاف مسنون و معمول ست و بزمرہ سیئات مشمول۔ مردماں را برآں تحریص کردن و بوجہ ترک آں ملامت و عتاب نمودن جرمے عظیم ست و جرأتے جسیم بلکہ اشاعت ضلالت ست۔ و جبر بمعصیت و اماتت سنت۔ برادران اسلام باید کہ ازیں نوع حرکات پرحذر باشند قال النبی صلعم من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد۔ و قیاس نمایند کہ دعوت بر میت ست خالی از استحباب نباشد۔ زیرا کہ باوجود محدث بودنش مخل و معارض مامور بہ است کہ اسرع فی الجنازۃ باشند و اہم الامور فی حق المیت ست کہ بر سر وجوب بود و قال الشامی (ویسرع فی جھازہ) لما رواہ ابوداؤد

عنہ صلعم لما عاد طلحة بن البراء وانصرف قال ما اری طلحة الا قد حدث فیه الموت فاذا مات فاذونی حتی اصلی علیه وعجلوا به فانه لا ینبغی لجیفة مسلم ان تحبس بین ظهرانی اهله والصارف عن وجوب التعجیل الاحتیاط للروح الشریفة اه پس ایں قیاس و خیال محل خطر است۔ بیت

خیالات ناداں خلوت نشیں ۔۔۔ بہم بر زند عاقبت کفر و دیں

بلکہ ما را قدم نہادن بر جادۂ عمل بریں وتیرہ باید۔ بیت

ابحکم شرع آب خوردن خطا ست ۔۔۔ وگر خوں بفتوے بریزی رواست

ھذا ما خطر لی واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

منقہ الراجی غفران ربہ الصمد رسیعص الدین احمد غفرلہ ولابویہ الاحد الملقب بفخر المحدثین المدرس فی المدرسة العالیہ بسلہٹ۔

الجواب

(۱۵) بروان۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وما توفیقی الا باللہ علیه توکلت والیه انیب عمل مقبول وصالح صرف اسی صورت میں ہوتا ہے کہ خالص بھی ہو اور صواب بھی ہو۔ خالص سے مراد یہ ہے کہ عمل خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو۔ اور صواب سے مراد یہ ہے کہ مشروع و مامور طریقہ سے ہو نہ کہ بدعات اور ہوائے نفسانی کے طریقہ پر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادة ربہ احدا اسلئے سوال مذکورۂ بالا میں جو ہیئت و طریقہ دریافت کیا گیا ہے وہ مردود ہے اور مذمت ورد نصوص کتاب و سنت سے ثابت ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولیٰ ونصله جهنم وساءت مصیرا فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبهم فتنة او یصیبهم عذاب الیم۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه۔ اور فرمایا رسول اللہ

صلعم نے من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد۔ خیر الکتاب کتاب اللہ و خیر الھدی ھدی محمد صلعم و شر الامور محدثاتھا و کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار۔ لا طاعۃ فی معصیۃ انما الطاعۃ فی المعروف۔ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق دعا و فاتحہ وغیرہ میں کسی کو انکار نہیں ہے کیونکہ یہ حق ہے ہاں البتہ وصول الی الحق میں ہو سکتا ہے۔

امام صاحب پر لعن طعن کرنے والے اور میت کو روکنے والے برا کرتے ہیں انہیں اس سے توبہ کرنی چاہئے ورنہ بمصداق حدیث شریف لعن و طعن کے مستحق وہ سور و وہی لوگ ہونگے فقط والسلام۔

(۱۰۹) خاکسار سید عبد المالک عفا اللہ عنہ بڑوان محلہ لشکر گنج۔

الجواب

(۵۲) **کلکتہ**۔ صورت مسئولہ بدعت ہے اس طرح سے فاتحہ علی المیت کا ثبوت کسی کتب فقہیہ وحدیث سے نہیں اس کا چھوڑنا لازم ہے۔ اس کا جاری کرنے والا من سن سنۃ سیئۃ الخ کی وعید کا مستحق ہے۔

اس کے تارک پر لعن و طعن کرنا گمراہی ہے اور سباب المؤمن فسوق میں شامل ہے توبہ کرنی چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۱۰) ابو مسعود معقول حسن عفا عنہ امام مسجد مرغی ہٹہ کلکتہ

(۱۱۱) الجواب صواب اسمٰعیل سنبھلی مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

الجواب

(۵۳) **کلکتہ**۔ شریعت میں اس طرح سے میت کے واسطے دعا کرنے کا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے کہیں ثبوت نہیں بلکہ یہ طریقہ بدعت ہے اس کا چھوڑنا ضروری ہے۔ نماز جنازہ جو شریعت میں مشروع ہے یہ میت کے لئے دعا ہی تو ہے اور اسی قدر ثابت۔ اور میت کو

جہاں تک ممکن ہو جلد دفن کرنا چاہیے۔ شریعت میں اس کی تاکید آئی ہے۔

جن لوگوں نے امام صاحب پر لعن وطعن کیا ہے انہوں نے برا کیا امام صاحب کو صبر کرنا چاہیے اس کا ان کو اجر ملیگا۔ اور لعن وطعن کرنے والوں کو توبہ کرنی چاہیے اور امام صاحب سے معافی مانگنی چاہیے ورنہ گنہگار ہونگے۔

(۱۱۲) راقم ابو شعیب محمد اسمٰعیل امام مسجد نمبر ۲۰۲ کمک اسٹریٹ کلکتہ ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

الجواب

(۵۴) **کلکتہ**۔ شریعت میں میت کے دفنانے وکفنانے کے متعلق تعجیل کا حکم ہے اسمیں تاخیر ہرگز نہ کرنی چاہیے قبرستان میں لے جانے کے متعلق بھی سرعت وعجلت کا حکم ہے مشی اقدام سرعت کے ساتھ ہونا چاہیے تاخیر نہ ہو۔ اور ابو داؤد میں باب تعجیل الجنازۃ میں حدیث نقل کی ہے کہ ان طلحۃ بن البراء مرض فاتاہ النبی صلعم یعودہ فقال انی لا اری طلحۃ رض الا قد حدث (قریب) فیہ الموت فاذنونی بہ و عجلوا فانہ لا ینبغی لجیفۃ (مردہ) مسلم ان تحبس بین ظہرانی اھلہ اس حدیث شریف سے صاف ظاہر ہے کہ مردہ کو حبس کرنا اور روکنا گھر میں درست نہیں کیونکہ آنحضرت صلعم نے روکنے سے منع فرمایا۔ اب امام صاحب کا فرمانا اور روکنے کو انکار کرنا موافق شرع شریف ہے۔ اور جو اس کے خلاف کہتے ہیں اور عمل کرتے ہیں وہ بدعت سیئہ ہے مخالف شریعت ہے ہرگز قابل عمل نہیں۔ اور امام صاحب پر جو لعن وطعن کرتے ہیں اس کا گناہ طعن کرنے والوں پر ہوگا۔ اور یہ لوگ گنہگار ہونگے۔ امام صاحب پر اس لعن وطعن کا اثر کچھ نہ ہوگا۔

(۱۱۳) حررہ ماجد علی عفی عنہ از کلکتہ

الجواب

(۵۵) **کراچی**۔ رسم مذکورہ کتاب اللہ تعالے وسنت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے

ثابت نہیں اور نہ کتب فقہ شریف میں اس کا تذکرہ ہے۔ پس یہ رسم بدعت ہے اور اس بدعت پر اتنا تشدد کرنا تعدی حدود اللہ ہے جو کچھ احادیث صحیحہ شریفہ اور فقہ شریف حنفیہ سے ثابت ہے وہ یہی ہے کہ جنازہ پر نماز ادا کر کے فوراً اٹھالیں اور دفن میں جلدی کریں فاتحہ اور دعا جو کچھ مسنون ہے وہ وہی نماز ہے (جو دراصل دعا ہے) پس اس سے زیادہ پر اصرار کرنا مسلم کی شان نہیں۔ کنز الدقائق فقہ حنفی میں ہے وھی اربع تکبیرات بثناء بعد الاولیٰ وصلوٰۃ علی النبی بعد الثانیۃ ودعاء بعد الثالثۃ وتسلیمتین بعد الرابعۃ اھ اس میں دعا کا موضع و موقعہ بتلایا گیا ہے کہ تیسری تکبیر کے بعد دعا کی جائے اور اس کی شرح میں صاحب (بحر الرائق) نے فرمایا ہے کہ وقید بقولہ بعد الثالثۃ لانہ لا یدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصۃ وعن الفضلی لا باس بہ شارح کا مطلب ہے کہ مصنف کا فرمانا کہ بعد الثالثۃ دعا کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تسلیم کے بعد جو دعا مروج ہے وہ شرع میں منع ہے۔ البتہ علامہ فضلی فرماتے ہیں کہ لا باس بہ۔ معلوم کرنا چاہیے کہ جو لوگ (علماء) منع فرماتے ہیں ان کا مقصد ہے کہ مکروہ تحریمہ ہے۔ اور جو لوگ (علماء) لا باس بہ فرماتے ہیں ان کا مطلب ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے۔ بہرحال نماز کے بعد دعا کرنا خلاف سنت ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ میت کے لئے دعا کرنا مطلقاً منع ہے۔ نہیں یہ مقصد نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس موقع پر دعا بایں ہیئت کذائیہ ثابت نہیں مگر بعد الدفن قبر پر یا گھر میں دعا کرنا کچھ منع نہیں بلکہ قبر پر بعد الدفن دعا کرنا مسنون ہے اور اسی طرح گھر میں دعا کرنا اور اسکے واسطے محض للہ قرآن شریف پڑھ کر بخشنا جائز بلکہ افضل ہے۔ البتہ اجرت پر قرآن شریف پڑھوانے سے میت کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح قبل نماز بایں تشدد و اجتماع و ہیئت کذائیہ نہ فقہاء نے ذکر کیا ہے اور نہ کسی حدیث شریف میں وارد ہے بلکہ ایک حدیث صحیح میں وارد ہے کہ اسرعوا بالجنازۃ یعنی جنازہ کے لیجانے میں جلدی کرو اور دوسری حدیث صحیح میں ہے لا ینبغی لجیفۃ مسلم ان تحبس بین ظہرانی اھلہ یعنی یہ مناسب نہیں کہ کسی مسلمان کی نعش اس کے گھر والوں کے روبرو روکی جاوے اھ

ردالمحتار میں علامہ شامی نے فرمایا ہے لان لفظ لاباس دلیل علی ان المستحب غیرہ لان البأس الشدۃ ۱ھ مطلب یہ کہ جس کام کے متعلق فقہار لاباس بہ فرماویں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کام کرنا اچھا نہیں اس کا چھوڑنا بہتر ہے۔ خلاصہ یہ کہ نماز کے بعد دعا کرنا منع ہے بعض علمار کا خیال ہے کہ اگر کوئی کرلیوے تو اس پر سختی نہ کرنی چاہئے۔ اب یہاں تو کام اُلٹا ہو چلا ہے کہ جو نہیں کرتا تو اس پر ملامت ہوتی ہے گویا شریعت کو اٹھا دیا جاتا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اما قبل الصلوۃ دعا کرنا اور جنازہ کو روکنا اسکا شریعت میں پتہ نہیں یہ سب کچھ ایجاد و بدعت ہے۔ فقط والسلام

(۱۱۴۴) محمد صادق عفی عنہ محلہ کھڈہ۔ کراچی ۹ ذوالقعدہ ۱۳۳۲ھ مہتمم جامعہ اسلامیہ و یتیم خانہ حاجی عبداللہ ہارون و مدرس مدرسۂ عربیہ مذکورہ

الجواب

(۵۶) بمبئی میت پر جنازہ کی نماز جو اس کے لئے دعا ہی کرنے کے لئے فرض ہوئی ہے اسکے سوا خاص طور پر لوگوں کا جمع ہو کر دعا کرنا شریعت میں نہیں آیا ہے بلکہ میت کی تجہیز جلدی سے کر کے دفن کرنے کا حکم آیا ہے۔ جیسا کہ حنفی۔ شافعی وغیرہ سب فقہار کا اس پر اتفاق ہے کیونکہ ابوداؤد میں یہ حدیث شریف آئی ہے کہ عجلوا بہ فانہ لاینبغی لجیفۃ مسلم ان تحبس بین ظہرانی اھلہ یعنی میت کو دفن کرنے کی جلدی کرو کیونکہ مسلمان کی میت کو اس کے اہل میں روکنا (دفن کرنے میں تاخیر کرنا) نہیں چاہئے جیسا کہ درالمختار کے حاشیہ شامی کے باب صلوٰۃ الجنائز میں اور تحفۃ المحتاج شرح منہاج وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے۔ پس مذکور طور سے دعا کرنا شریعت کے حکم کے بالکل خلاف ہے اور حکم شریعت کے خلاف عمل نہیں کرنے والے اور اس سے منع کرنے والے آدمی کو لعن طعن کرنا بہت بیجا اور اسلام کی پابندی سے بعید ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ہماری پاک شریعت کی بےحرمتی ہوتی ہے جس سے ایمان میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے غیر شرعی امور سے منع کرنے والے حضرات کو ملامت

کرنے سے باز رہنا۔ بلکہ ان کی عزت اور توقیر کرنا اور بدعت کے رسوم ترک کر کے صاحب شریعت رسول اکرم صلعم کی پیروی کے احکام خوشی سے قبول کرنا تمام فرزندان اسلام کا فرض مذہبی ہے اور مناسب یہ ہے کہ مذکور امام صاحب کی جو دلشکنی ہوئی ہے اسکی معافی ان سے مانگی جائے تاکہ وہ آئندہ شریعت کے احکام بیان کرنے میں دریغ نہ کریں۔ اللہ تعالےٰ سب مسلمانوں کو اتباع شریعت کی توفیق عطا فرمائے۔ اور بدعت کی رسموں سے باز رکھے + آمین

(۱۱۵) راقم خادم العلماء قاضی غلام احمد تلیانی مدرس در مسجد جامع بمبئی
محررہ تاریخ ۶ ذیحجہ الحرام ۱۳۴۲ھ روز جمعہ

(۱۱۶) فقیر محمد سعید خطیب

(۱۱۷) الجواب صحیح حررہ محمد عبد المنعم باغکذہ خطیب جامع مسجد بمبئی

(۱۱۸) الجواب صحیح حررہ قاضی امیر الدین خطیب ابراہیم عفی عنہ

الجواب

(۵۷) راندیر۔ صورت مذکورہ کا ثبوت شرعاً کہیں نہیں ہے آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام اور سلف صالحین نے اس طریق سے نماز سے قبل دعا نہیں کی۔ جنازہ میں جو دعائیں جس جگہ پر منقول ہیں ان کو اسی جگہ پر ادا کرنا چاہئے ہم کو تغیر و تبدل کا اختیار نہیں ہے جب التزام مالایلزم کی یہاں تک حالت پہنچ چکی ہے جو سوال میں مذکور ہے تو اس کے بدعت مکروہہ ہونے میں کسی ماہر شریعت کو شک نہیں ہو سکتا۔ فقہاء کرام نے بجز نماز جنازہ اور دفن کے بعد کسی دعا کے اور کسی دعا کی تعلیم نہیں فرمائی۔ لہذا اسی کی اتباع کرنی ضروری ہے۔ اپنی طرف کے عبادت اور اس کے اوقات مقرر کرنے جائز نہیں ویستحب اذا دفن المیت ان یجلسوا ساعۃ عند القبر بعد الفراغ بقدر ما ینحر جزور ویقسم لحمہا یتلون القرآن ویدعون للمیت کذا فی الجوہرۃ ۱۸ (عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۶۶) وان کان علی سبیل المواظبۃ کان بدعۃ مکروھۃ لانہ خلاف

المتوارث اھ (رد المحتار جلد اول صفحہ ۹۰۳) لان الجهلة يعتقدونها سنة وكل مباح يؤدي اليه فمكروه اھ (درمختار) واللہ اعلم بالصواب

(۱۱۹) کتبہ السید مہدی حسن غفرلہ مفتی راندیر ضلع سورت ۲۹ جولائی ۱۹۲۴ء
یوم سہ شنبہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ

الجواب

(۵۸) **ترچناپلی** ۔ واذ تيقن موته (يعجل بتجهيزه) اكراماً له (مراقی الفلاح) ويسرع في جهازه (دل) (قوله) ويسرع في جهازه) لما رواه ابوداؤد عنه صلعم لما عاد طلحة رضـ بن البراء وانصرف قال ارى طلحة رضـ الاوقد حدث فيه الموت فاذا مات فاذنوني حتى اصلي عليه وعجلوا به فانه لا ينبغي لجيفة مسلم ان تحبس بين ظهراني اهله (رح) عبارت مذکورۂ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت موت کا یقین ہو بلا تاخیر غسل کفن دفن کے واسطے کوشش کرنا واجب ہے میت کے واسطے سوائے نماز کے کوئی دعا مشروع نہیں ہے نماز ہی حقیقت میں دعا ہے میت کو کفن پہنا کر لوگوں کو جمع کرنا فاتحہ وغیرہ پڑھ کر دعا مانگنا اور نماز کے بعد دعا مانگنا حدیث وفقہ سے ثابت نہیں اس کے لئے میت کو روکنا مکروہ ہے ۔ دعا نہ پڑھنے کے لئے امام صاحب کو لعن وطعن کرنا گناہ ہے ۔ فقط واللہ اعلم

(۱۲۰) شیخ ابراہیم سکریٹری مجلس العلما ترچناپلی

الجواب

(۵۹) **مالدہ** ۔ دفن ہو کر میت کو دفن کرنے کے قبل خواہ نماز جنازہ کے قبل ہو یا بعد اس کے پاس جمع ہو کر دعا کرنا یا فاتحہ کا پڑھنا بدعت سیئہ ہے ۔ یہ رواج نہ پیغمبر خدا صلعم کے زمانہ میں تہا نہ خلفاء راشدین نے اس کو اپنا معمول بنایا اور نہ ائمہ مجتہدین نے ایسی رسم کو اختیار کیا ۔ والدليل على المدعی ۔ علاوہ بریں حدیث شریف میں میت

کو جلد دفنانے کے لئے بڑی تنبیہ آئی ہے پس اس قسم کی بدعت کے لئے میت کو روکنا گویا حدیث کا انکار کرنا ہے اور منکر حدیث صحیحہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے عیاذاً باللہ ابو داؤد کے صفحہ ۴۵۳ میں ہے عن ابی ھریرۃ یبلغ بہ عن النبی صلعم قال اسرعوا بالجنازۃ فان تک صالحۃ فخیر تقدمونھا وان تک سوی ذلک فشر تضعونہ عن رقابکم پس صورت مرقومۂ صدر میں امام صاحب پر طعن و تشنیع کرنے والے مرتکب کبیرہ ہوئے ان پر توبہ لازم ہے ھکذا فی الکتاب واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۲۱) المجیب محمد حبیب الرحمن عفی عنہ (الملقب بفخر المحدثین)

مدرس ضلع اسکول مالدہ (بنگالہ)

الجواب

(۶۰) ویلور۔ اقول وباللہ التوفیق بعد کفنانے میت کے جنازے میں رکھ کر میت کے حق میں دعا اور فاتحہ بطریق مزبور الصدر شرعاً ثبوت نہیں ہے۔ جو فعل از روئے شرع شریف ماثور نہیں اس کو لازم نہ سمجھا جائے۔ لیکن بالجملہ دعا اور فاتحہ سے میت کو نفع پہنچتا ہے اور وقت کا تخصیص کرنا شرعاً درست نہیں۔ میت کے کفنانے کے بعد جنازے میں رکھ کر دعا اور فاتحہ پڑھنا امور لازمات سے نہیں ہے۔ اور ایسے کام کے ترک کرنے سے اس کے ترک کرنے والے پر لعن وطعن کرنا بہت برا کام ہے۔ جن سے اس قسم کا فعل قبیح یعنی امام صاحب پر لعن وطعن صادر ہوا ان پر لازم ہے کہ امام صاحب اپنی تقصیر کے لئے عفو چاہیں اور خدائے رب العزت سے اپنے گناہ کے لئے استغفار کریں

واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب +

(۱۲۲) حررہ الراجی غفور ربہ الرحیم میر امجد ابراہیم بن المولانا المولوی السید عبد السلام ابراہیم السالم کان اللہ لہما ۱۳۴۲ھ ثامن عشر شھر ذی القعدہ

الجواب

(۶۱) **میرٹھ** - صلوٰۃ جنازہ فی نفسہ دعا ہے احادیث میں بعد دفنانے کے تثبت کے لئے دعا آئی ہے یعنی بعد دفن کرنے کے اس کے ثابت رہنے کے لئے دعا آئی ہے چونکہ اس کے سوال و جواب کا وقت ہے اس کے علاوہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ دعا کی جائے صرف جو مذکور ہوئی۔ استفتا میں جو حیثیت اجتماعی دعا کا رواج بیان کیا گیا وہ محض بدعت ہے۔ احادیث سے ثابت نہیں امام صاحب حق پر ہیں مستحق لعن وطعن نہیں بلکہ وہ لوگ خود مستحق ہونگے ان کو امام صاحب سے معافی مانگنی چاہئے۔ اور توبہ کریں۔ واللہ اعلم بالصواب

(۱۲۳) کتبہ طاہر حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ امداد الاسلام صدر میرٹھ

(۱۲۴) الجواب صحیح عاشق الٰہی عفی عنہ میرٹھی

الجواب وہو الموفق للسداد و للصواب

(۶۲) **ٹونک** - از عدالت شرع شریف صدر ریاست اسلام ٹونک:- بروئے شرع پاک بعد کفنانے میت کے میت پر صرف نماز جنازہ پڑھنا اور بعد دفنانے میت کے اسکے لئے دعائے مغفرت وثبات علی الایمان مانگنا ثابت ہے جو طریقہ فاتحہ و دعا کا اب جاری ہوا ہے اس کا ثبوت نہ حدیث سے ہے نہ فقہ سے۔ ایسی صورت میں امام پر لعن طعن کرنے والے خاطی اور آثم ہیں توبہ کریں امام صاحب سے معافی چاہیں واللہ اعلم فقط مورخہ ۳۰ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ

مواہیر و دستخط مفتیان کرام عدالت شرع شریف صدر ریاست اسلام ٹونک

(۱۲۵) (مہر) خادم شرع خلیل الرحمن عفی عنہ (۱۲۶) (مہر) محمد حسین عفی عنہ

(۱۲۷) (مہر) انوار الحسن عفی عنہ (۱۲۸) (مہر) خادم شرع سید احمد مجتبیٰ عفی عنہ

(۱۲۹) (مہر) عبد الکریم عفی عنہ (مہر) محکمہ عدالت دار الاسلام محمدی

الجواب واللہ الہادی الی صوب الصواب

(۶۳) **بھوپال** - دعا کرنا بہیئت اجتماعی یا فرادٰی فی نفسہ امر مرغوب فیہ اور نہایت خوب اور مستحسن ہے الدعاء مخ العبادۃ (دعا مغز عبادت کا ہے) صحیح حدیث شریف میں

وارد ہوا ہے لیکن موقعہ اور محل پر چاہیے جس مقام پر دعا کرنا وارد ہوا وہاں عبادت اور مسنون ہے اور جہاں وارد نہیں اس مقام پر اپنی رائے سے التزام کر لینا بمنطوق حدیث شریف نبوی صلعم ایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعۃ ضلالۃ (بچاؤ تم خود کوئے کاموں سے کیونکہ ہر ایک نیا کام گمراہی ہے) دوسری حدیث شریف من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد جو کوئی نکالے ہمارے اس کام میں ایسی چیز جو نہ ہو اس میں سو وہ مردود ہے سو وہ بدعت ضلالت اور مردود ہے اور میت کے واسطے جلدی کرنا اس کی تجہیز و تکفین میں اور بعد دفن کے حکم ہے سلوا اللہ لہ العافیۃ مانگو اللہ سے اس کے لئے آرام اُس وقت چاہیے کہ سب لوگ میت کے واسطے دعائے مغفرت کیا کریں بعد تیار ہونے جنازہ کے بہیئت اجتماعیہ دعا اور فاتحہ کر کے اس کا اٹھانا کہیں حدیث شریف میں مروی نہیں ہوا نہ فتاوی فقہیہ میں اس کا ذکر ہے تو خاص اس مقام پر اس کا التزام کر لینا بدعت ہوگا۔ ہذا واللہ اعلم فقط

(۱۳۰) مورخہ ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۴۲ھ ۲ جولائی ۱۹۲۴ء عبدالہادی خان مفتی ریاست بھوپال

الجواب

(۴۶) مراد آباد ۔ دعا کرنا اللہ تعالیٰ سے بہترین بلکہ مغز عبادات ہے پھر مرنے کے لئے نہایت ضروری ہے اس کے لئے ضرور دعائے مغفرت کرنی چاہیے کیونکہ وہ نہایت ضرورتمند ہے زندوں کی دعا کا جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے المیت فی القبر کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ ما تلحقہ عن اب او اخ او صدیق یعنی مردہ قبر میں مثل ڈوبنے والے غوطہ کھانے والے کے ہے دعا کا انتظار کرتا ہے کہ پہنچائے اسے باپ اس کا یا بھائی یا دوست ۔ حضور کے اس ارشاد سے دعا کرنے کی بجد تاکید ثابت ہوتی ہے کہ مرنے کے لئے جہاں تک ہو سکے بہت ہی دعا کرے خصوصا باپ بھائی دوست تو بہت زیادہ دعا کریں ۔ اس کے بعد جاننا چاہیے کہ تعمیل ارشاد رسول اللہ صلعم کی جسقدر صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کرتے تھے اس قدر آجکل کے لوگوں

کو اگر نا ممکن نہیں تو مشکل تو یقیناً ہے اس کے بعد تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ جو آجکل کے لوگوں کی نسبت اتباع سنت کے بیحد حریص تھے لہٰذا ہم کو امور دینیہ میں اتباع سنت رسول اللہ صلعم ہی کو ضروری خیال کرنا چاہئے اور اس کے سوا کسی رسم کو جو حدیث وقرآن سے ثابت نہ ہو اس کو ہرگز نہ کرنا چاہیئے اور یہ رسم مذکور فی السوال بہیئت مذکورہ بایں شدومد کہ ترک فرض پر بھی لوگوں پر ایسا تشدد نہ کیا جاتا ہو جو کسی کتاب فقہ وحدیث شریف سے ثابت نہیں نہ کسی صحابہ وتابعین وتبع تابعین کے تعامل سے ثابت ہے۔ پھر ایسی بات کا کرنا اور وہ بھی شد ومد سے کہ امام جس کی تعظیم کرنی ضروری ہے صرف بلانے پر نہ آنے اور یہ کہنے کہ یہ رسم ثابت نہیں اس پر لعن وطعن شروع کر دینا اور لعن کرنے میں اس امر کا بھی خوف نہ کرنا کہ اگر امام صاحب لعنت کے مستحق نہ ہوئے تو یہ لعنت کرنی بیکار نہ جاوے گی بلکہ لعنت کرنے والوں کو ملعون بنائیگی۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو کوئی کسی پر لعنت کرتا ہے اگر جس پر لعنت کی گئی ہے وہ مستحق لعنت کا نہیں ہے تو وہ کرنے والے پر لوٹ کر آتی ہے۔ یہ بڑی سخت وعید ہے مسلمانوں کو خدا سے بہت خوف کرنا چاہیئے جلدی سے کسی پر لعنت کرنے میں مشغول نہ ہو جائیں۔ جتنی دیر امام صاحب پر لعن طعن کرنے میں مشغول رہے اتنی دیر میت کے لئے دعائے مغفرت کرے کچھ پڑھکر میت کو بخشدے مگر لازم وواجب اسے بھی نہ سمجھنا چاہیئے۔ ایصال ثواب مُردے کو ضرور کرنا چاہیئے مگر کسی ہیئت اور وضع خاص کو لازم نہ سمجھا جائے۔ میت کے لئے دو ہی صورتیں دعا کی اجتماعاً ثابت ہیں۔ ایک نماز جنازہ کہ وہ میت کے لئے عمدہ دعا ہے رسول اللہ صلعم نے جماعت سے پڑھی اور مسلمانوں پر میت کا حق فرمایا اور حضور سے کر آجتک بلا نکیر لتعامل توارث ہے حتی الامکان مسلمانوں کو اس کی شرکت ضروری ہے جتنے زیادہ ملکر پڑھیں گے اتنا ہی زیادہ اچھا ہے مگر باوجود اس نماز کے فرض ہونے کے اگرچہ لوگ پڑھ لیں گے اور عملاً کوئی (دل میں اعتقاد فرضیت کا رکھتے ہوئے) انکار بھی کریگا تو بھی قابل ملامت کے نہ ہوگا البتہ ثواب سے محروم رہیگا ہاں چونکہ فرض ہے اگر کوئی بھی نہ پڑھے گا تو سب گنہگار ہونگے۔ دوسری اجتماعی صورت

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

بعد دفن کے قبر پر دعا کرنا حضور سے ثابت ہے۔ اس کو البتہ دفن کرنے کے بعد میت کو منکر و نکیر کے سوالوں کے جواب میں ٹھیک طور سے جواب دینے کے لئے دعا کرے۔ اس میں بھی اگر کوئی شریک نہ ہو تو قابل ملامت نہیں ان دو صورتوں کے سوا اجتماعی حالت میں میت کے لئے دعا کرنے کا ثبوت نہیں۔ اور ان دو صورتوں میں بھی پہلی صورت فرض مگر فرض کفایہ یعنی اگر تھوڑوں نے بھی اس فرض کو ادا کر لیا تو کوئی بھی گنہگار نہ ہوگا اگرچہ ثواب بھی ادا کرنے والوں ہی کو ہوگا۔ اور دوسری صورت استحبابی ہے جس کا کرنا بہت اچھا ہے نہ کرنے سے گناہ وغیرہ کچھ نہیں۔ میت کے لئے دعا کرنا ایصال ثواب مطابق شریعت کے کرنا مستحب مگر طرق بدعات سے بچنا نہایت ضروری ہے ان میں مبتلا ہونا حرام ہے جو امور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے گو ممنوع ہی نہ ہوں مباح ہی ہوں ان کو مباح کے درجہ سے مستحب سنت مؤکدہ سے بھی بڑھا کر اعتقاداً یا عملاً فرض وواجب سمجھنا کیونکر حرام نہ ہوگا اب اس صورت مسئولہ فی السوال کو دیکھئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا تو اچھا ہے مگر ہیئت مجموعی سے کرنے کا کہیں ثبوت نہیں۔ اس وجہ سے یہ صورت بدعت ہو گئی۔

کتبہ ابوالکافی عبدالحکیم عفرلہ

قال المولانا المولوی عبدالحق المدنی مولدا و وطنا مقیما فی المدرسۃ الامدادیۃ اقول وباللہ التوفیق۔ ان الدعاء للمیت وایصال ثواب القرائۃ لہ امر مستحسن شرعا الا انہ لا یتعین بوقت کما لا یتقید بشخص دون غیرہ وبناء علیہ فانکار الامام عن الصلوٰۃ المذکورۃ لاجل الدعاء صحیح حیث ان تخصیص الدعاء والقرائۃ بعد التکفین لم یثبت شرعا فیکون تخصیصہ بدعۃ ضلالۃ وانکارہ انکار للبدعۃ وبناء علیہ فلا یستحق لعنا وطعنا بل انہ یثاب علیہ انشاء اللہ واللہ اعلم۔

عبدالحق مدنی عثمانی

صلوٰۃ علی المیۃ حقیقۃ دعا للمیت ہے پھر اس کے ہوتے ہوئے دعا کی کیا حاجت

پھر اس التزام کے لئے نرا استحسان کافی نہیں دلیل شرعی کی ضرورت ہے اور وہ موجود نہیں بلکہ اس کے خلاف توارث صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا موجود ہے۔ جس کا اقوی التصحیح ہونا جملہ اہل علم کے نزدیک مسلم ہے پھر مجرد حسن دعا کیا کام دے سکتی ہے واللہ اعلم۔

حررہ العبد المسکین فخر الدین احمد غفرلہ مدرس مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد

جواب صحیح ہے جب صور مسنونہ حضور صلعم سے منقول وصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تعامل وتابعین وتبع تابعین سے لے کر اب تک توارث کے طور پر عامہ آمد صور مسنونہ منقولہ رسول اللہ صلعم پر ہو رہا ہے اسی طریقہ کو میت کے لئے کافی نہ سمجھنا اور اپنے مخترعہ طریقوں پر عمل کرنا اور ان کو عملاً یا اعتقاداً واجب سمجھنا بڑے حیف وظلم کی بات ہے۔ اللہ تعالے مسلمانوں کو بدعات سے نفرت اتباع سنت کی محبت عطا فرمائے۔ مردوں کو ایصال ثواب کی توفیق علی وجہ السنۃ عطا فرمائے۔ جو کثرت سے جمیع مسلمان ومسلمات کے لئے دعاء مغفرت کرتے رہیں اللھم اغفر لی ولوالدی ولجمیع المؤمنین والمؤمنات الاحیاء منھم والاموات انک سمیع مجیب الدعوات یا ارحم الراحمین۔

محمد قدرت اللہ مدرس مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد

تمت

مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

ضمیمہ ثانیہ

برائے

دلیل الخیرات و خیر الصلات

جس میں

میت کے لئے دعا کرنے کے اُن مواقع کے علاوہ جن کا ذکر

دلیل الخیرات و خیر الصلات میں آچکا تھا ایک اور

موقع پر دعا اور اسکی مخصوص صورت

کے متعلق

علماء عظام و مفتیان کرام کے مستند فتاوے درج ہیں

ضمیمہ ثانیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً

تمہید

دلیل الخیرات میں سم نمبر (۹) کے ضمن میں میت کے لئے دعا کرنے کے بعض مواقع کا حکم مذکور ہوا، اور خیر الصلات میں اور بعض دیگر مواقع پر دعا کا حکم شرعی بتایا گیا ہے۔ ان تمام مذکورہ مواقع کے علاوہ بعض مقامات میں ایک اور موقعہ پر بھی دعا کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے اور بطور ایک رسم کے لازم سمجھکر دعا کی جاتی ہے۔ اس کے متعلق بعض اہل خیر نے ایک سوال مرتب کر کے ہندوستان کے علماء کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اس کے جو جواب علماء کرام نے دئے ان تمام جوابوں کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا۔

اور مضمون کی مناسبت سے یہی اچھا معلوم ہوا کہ دلیل الخیرات و خیر الصلات کے ساتھ بطور ضمیمہ کے اس مجموعے کو شائع کر دیا جائے۔

چونکہ ایک ہی سوال کی نقلیں تمام علماء کی خدمت میں بھیجی تھیں اس لئے اس سوال کو ابتداء میں لکھ کر آگے علمائے کرام کے جواب نقل کر دئے گئے ہیں۔ ان تمام فتووں کی اصل کاپیاں محفوظ ہیں۔

حق تعالیٰ مسلمانوں کو ان فتووں سے فائدہ پہنچائے۔ اور اتباع سنت کی توفیق دے

آمین +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدت دراز سے ایک رسم کی یہاں سخت پابندی کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ دوسری جگہ سے کسی کے انتقال کی خبر بذریعہ تار یا خط آتی ہے تو مرحوم کے خویش واقارب جو یہاں موجود ہیں ان کی طرف سے خاص مقررہ شدہ دعوت دینے والوں کی معرفت لوگوں کو خبر کی جاتی ہے کہ فلاں شہر یا فلاں گاؤں میں فلاں کے انتقال کی خبر آئی ہے اس لئے فلاں کے مکان میں ایک خاص وقت پر (مثلاً تین بجے دن) فاتحہ خوانی ہوگی اور اسی طرح مسجد کے امام صاحب کو خبر کیجاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہاں جاکر فاتحہ پڑھیں۔ اس اطلاع کے بعد اس خاص مقام میں وقت مقررہ پر مرحوم کے خویش واقارب دوست احباب ملنے جلنے والے لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ جب دیکھا کہ اکثر لوگ آگئے۔ لوبان سلگایا گیا اور امام صاحب کی انتظاری ہونے لگی۔ امام صاحب کے آجانے کے بعد امام صاحب تو سورۂ فاتحہ قل ہو اللہ۔ آیۃ الکرسی وغیرہ آیتیں پڑھ کر مع حاضرین مجلس ہاتھ اٹھا کر میت کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اس کے بعد حاضرین میں سے کچھ لوگ چلے جاتے ہیں اور کچھ مع امام صاحب بیٹھے رہتے ہیں۔ اسکے بعد جوں جوں لوگ آتے جاتے ہیں امام صاحب ان کے ساتھ پھر دعا مانگتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ پہلی دعا ہو چکنے کے بعد ایک آدمی آجائے یا دو یا زیادہ اور جتنی دفعہ لوگوں کا آنا جانا ہو امام صاحب اُن آنے والے لوگوں کے ساتھ ہر مرتبہ دعا کرتے ہیں۔ ایسی پابندی تقریباً دو گھنٹے تک رہتی ہے۔ حال میں ایک سیٹھ صاحب کے یہاں باہر سے کسی کے انتقال کی خبر آئی مذکورشدہ طریقے پر لوگ جمع ہو گئے۔ حاضرین میں سے ایک صاحب نے امام صاحب سے سورۂ تبارک پڑھنے کی خواہش کی۔ امام صاحب نے کہا اس سے پہلے ایک غریب کے یہاں ان کے کسی خویش کے انتقال کی خبر آئی تھی۔ وہاں یہاں کے طریقے کے

موافق دعا کی گئی تھی اسی طریقے سے دعا کرونگا۔ اگر آج آپ کی خواہش پوری کی جائے تو کل دوسرے لوگ دوسری سورت کی مثلاً یٰسین یا الرحمٰن شریف وغیرہ کی فرمائش کریں گے۔ اور جس طریقے سے یہاں دعا کرائی جاتی ہے وہ بھی ایک رسم ہے شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ میں آپ لوگوں کے رواج کے مطابق دعا کرونگا۔ امام صاحب نے یہاں کے رواج کے مطابق دعا کی۔ سورۂ تبارک شریف نہ پڑھنے پر لوگوں نے بہت طعن وتشنیع کی اور لوگ اس وقت بھی لعنت ملامت کرتے ہیں جب ایسی مجلس میں وقت مقررہ پر حاضر ہونے میں امام صاحب سے اتفاقاً ذرا تاخیر ہو جاتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس خاص طریقے سے جو ذکر کیا ہے میت کے لئے دعائے مغفرت کرنے کا ثبوت حدیث وفقہ میں ہے یا نہیں اگر ثبوت ہے تو بیان فرمایا جائے ورنہ جو طریقہ مسنون ہو ذکر کیا جائے۔

۲۔ امام صاحب کی عدم موجودگی پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں وہ از روئے شریعت حق ہیں یا ناحق۔

۳۔ امام صاحب کو تبارک شریف یا کسی دوسری سورۃ پڑھنے کے لئے جبر کرنا یا فرمائش کرنا۔ اور اس صورت میں اگر امام صاحب ایسی فرمائش قبول نہ کریں تو لوگوں کا لعنت ملامت کرنا از روئے شریعت صحیح ہے یا نہیں۔

۴۔ اور کیا امام صاحب کے فرائض امامت میں سے اس طرح کی فرمائشات کا پورا کرنا بھی ہے یا نہیں۔

الجواب

احادیث وفقہ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قرون ثلٰثہ میں لوگوں کو دعوت دیکر فاتحہ خوانی کے واسطے بلائے جاتے تھے اور جب یہ قیود اور بڑھ جائیں کہ امام بیٹھا رہے اور لوگوں کا انتظار کرتا رہے جس طرح آتے جاویں الفاتحہ کہہ کے دعا کی جاوے اور مقررہ سورتیں پڑھنے کا حکم کیا جائے اور اگر اس رواج کے مطابق نہ کیا جائے تو لعنت ملامت کرتے ہیں تو اس کے بدعت ہونے میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں رہتا۔ کیونکہ شریعت مقدسہ کا حکم یہ ہے کہ کسی امر مباح یا مستحب کو بھی ضروری سمجھ لیا جائے اور اسپر

اصرار کیا جائے تو بدعت ہو جاتا ہے سو مذکورہ سورتوں اور آیتوں کا پڑھنا فی نفسہ درست ہے اور بہت ثواب ہے جیسا کہ فتاوئے عالمگیری میں ہے یفضل بعض السور والآیات کآیۃ الکرسی ونحوھا ومعنی الافضلیۃ ان ثواب قرأتہ کثیر وقیل بانہ للقلب ایقظ وھذا اقرب للصواب الخ والافضل ان لا یفضل بعض القرآن علی بعض اصلا وھو المختار کذا فی جواھر الاخلاطی) لیکن اسکے اوپر مداومت کرنا اور اس کو ضروری سمجھنا اور رخصت کے اوپر عمل نہ کرنا پس شیطان کی طرف کے گمراہی ہے کما یفھم ھذا المعنی من عبارۃ شرح المشکوۃ لملا علی قاری والطیبی کہ اس حدیث کی شرح میں مرقوم ہے عن عبد اللہ بن مسعود قال لا یجعل احدکم الخ لقد رأیت رسول اللہ صلعم کثیرا ینصرف عن یسارہ متفق علیہ قال فی الشرح فیہ من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ ومنکر انتھی روایات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں سورتوں وآیات کا تقرر کرنا مکروہ ہے ویکرہ التعیین کالسجدۃ وھل اتی لفجر کل جمعۃ بل یندب قرأتھما احیانا (در مختار) لان الشارع اذا لم یعین علیہ شیئا تیسیرا علیہ کرہ لہ ان یعین وعللہ فی الھدایۃ بقولہ لما فیہ من ھجر الباقی وایھام التفضیل (شامی) وایضا ذکر فی وتر البحر عن النھایۃ انہ لا ینبغی ان یقرأ سورۃ متعینۃ علی الدوام لئلا یظن بعض الناس انہ واجب (شامی) جب یہ حکم حنفیہ اس شے کے بارے میں ہے جس کا ثبوت ہے تو جو چیز شریعت سے ثابت نہیں اس پر مداومت کرنا ضرور اس کو بدعت مکروہہ بنائیگا اور یہ فاتحہ اسی قبیل سے ہے کہ اس کی کہیں بھی ثبوت نہیں جس چیز کو عام لوگ سنت سمجھنے لگیں اس کا چھوڑ دینا ضروری ہوتا ہے اور وہ شے بدعت ہو جاتی ہے یہ فاتحہ اسی قبیل سے ہے عام لوگ اسکو سنت سمجھتے ہیں نہ کرنے والے کو حقارت سے دیکھتے ہیں لعن طعن کرتے ہیں جب کسی شے کے سنت اور بدعت ہونے میں شبہ پیدا ہو جائے اس کو ترک کر دینا چاہیے جیسا کہ شامی میں ہے اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ راجحا علی فعل البدعۃ

کذا فی البحر میت کی تعزیت میں جانا جائز اور اس کی مغفرت کے واسطے دعا کرنا مستحب ہے اور ایسا ہی خیر کی دعا اہل میت کے واسطے مانگنی مستحب ہے چنانچہ فتاوے عالمگیری میں لکھا ہے ویستحب ان یقال لصاحب التعزیۃ غفر اللہ تعالیٰ لمیتک وتجاوز عنہ وتغمدہ برحمتہ ورزقک الصبر علی مصیبۃ واجرک علی موتہ کذا فی المضمرات ناقلا عن الحجۃ واحسن ذلک تعزیۃ رسول اللہ صلعم ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیء عندہ باجل مسمی اور اس طرح اہتمام سے جمع ہونا اور الفاتحہ کہہ کر دعا کرنا شریعت سے ثابت نہیں بلکہ اس کو بدعت لکھا ہے جیسا کہ فتاوی شامی میں ہے کہ رسول اللہ صلعم کا بیٹھنا تعزیت کے واسطے نہیں تھا انہ صلی اللہ علیہ وسلم جلس لما قتل جعفر وزید بن حارثۃ والناس یاتون ویعزونہ یجاب عنہ بان جلوسہ صلعم لم یکن مقصودا للتعزیۃ وفی الامداد وقال کثیر من متاخری ائمتنا یکرہ الاجتماع عند صاحب البیت ویکرہ لہ الجلوس فی بیتہ حتی یاتی الیہ من یعزی الخ اور اس اجتماع کو جریر بن عبداللہ نے نیاحت فرمایا ہے جیسا کہ فتاوے شامی میں ہے روی الامام احمد وابن ماجہ باسناد صحیح عن جریر بن عبداللہ قال کنا نعد الاجتماع الی اہل المیت وصنعہم الطعام من النیاحۃ وفی البزازیۃ ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقراءۃ سورۃ الانعام والاخلاص آجکل کے رواج میں اجتماع کا اہتمام کیا جاتا ہے اور فاتحہ خوانی ہوتی ہے یہ بہت برا ہے چھوڑ دینا چاہیے قال فی الشامی ویکرہ الجلوس علی باب الدار للتعزیۃ لانہ عمل اہل الجاہلیۃ وقد نہی عنہ وما یصنع فی بلاد العجم من فرش البسط والقیام علی قوارع الطریق من اقبح القبائح اہ) بہرحال کراہت اس اجتماع میں باقی ہے گو قرآن خوانی اور پھر اہل میت کی تعزیت کی جاوے جیسا کہ فتاوے شامی میں ہے کہ وہل تنتفی الکراہۃ بالجلوس فی المسجد وقراءۃ القرآن حتی اذا

فرغوا اقام ولی المیت وعزاہ الناس کما یفعل فی زماننا الظاہر لا تکون المقصود التعزیۃ لا القرائۃ پس اس طریقہ کا ثبوت حدیث وفقہ سے نہیں ہے یہ التزام مالا یلزم ہے اور شریعت میں یہ ناجائز ہے کہ اپنی طرف سے کوئی طریقہ ایجاد کرلیں اور اس کو ضروری سمجھیں اور امام صاحب کے عدم موجودگی میں جو اعتراضات کئے جاتے ہیں یہ ناحق ہیں اور امام صاحب کو ایسی باتوں پر جبر کرنا جس کا شریعت میں ثبوت نہ ہو صحیح نہیں ہے اور از روئے شریعت یہ جبر اور فرمائش نہ قبول کرنے پر ملامت کرنا صحیح نہیں ہے اور فرائض امامت سے اس طرح کی فرمائشات کو پورا کرنا نہیں ہے بلکہ امام کو چاہیئے بدعات سے لوگوں کو روکیں اور راہ راست بتلادیں جیسا کہ فتاوے بزازیہ میں کہا ہے کہ وعلی الذین یؤمون فی المساجد ان یعلموا شرائط الصلوٰۃ وشرائع الاسلام واذا علموا فی جماعتھم مبتدعا ارشدوہ وان کان داعیا الیٰ بدعتہ منعوہ الخ وعلی العالم اذا علم من قاض او من آخر یدعو الناس الی خلاف السنۃ او ظن منہ ذالک ان یعلم الناس بانہ لا یجوز اتباعہ یسرنا اللہ تعالیٰ من الدعاء والعمل ما یکون موافقا لرضائہ بلطفہ وکرمہ +

کتبہ محمد اسمٰعیل عفی عنہ الجلیل کفلیتوی

الجواب صحیح :- بندہ احمد ایجی — الجواب صحیح :- بندہ ابراہیم ابن محمود کفلیتوی غفرلہ

الجواب صحیح :- بندہ سلیمان ابن محمد غفرلہ

الجواب صحیح :- احقر محمد بن اسمٰعیل کفلیتوی عفا اللہ عنہا ناظم مدرسہ مدرسہ انجمن اسلام کھولور
۱۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۱ھ

الجواب صحیح :- زاد المعاد جزء اول صفحہ ۱۵۰ کان من ھدیہ صلی اللہ علیہ وسلم تعزیۃ اھل المیت ولم یکن من ھدیہ ان یجتمع للعزاء ویقرأ لہ القرآن لا عند قبرہ ولا غیرہ وکل ھذا بدعۃ حادثۃ مکروھۃ وکان من ھدیہ السکون والرضا بقضاء اللہ والحمد للہ والاسترجاع :- محمد سعید عثمانی غفرلہ

الجواب صحیح بندہ احمد واحد غفرلہ کھٹوری — الجواب صحیح شرف الدین مدرس مدرسہ محمدیہ راندیر

ھذا ھو الحق والحق احق ان یتبع محمد حسین راندیر خادم مدرسہ محمدیہ اندیر

الجواب صحیح :- محمد سلیمان ابن فقیر بارڈولی

الجواب صحیح والمجیب نجیح العبد الاواہ رحمت اللہ غفرلہ مولاہ مدرس مدرسہ انجمن اسلام کٹھور

الجواب صحیح :- احقر نصر اللہ غفرلہ مدرس مدرسہ فیض عام بڑا براچھ

الجواب حق والحق احق ان یتبع احقر ابراہیم محمد غفرلہ ڈابھیلوی

الجواب حق بندہ سید محمد ہاشم عفی عنہ ساکن خیر گانوں

الجواب

بھوپال — بموجب سنہ رجب اس سوال کے جو دریافت کیا گیا ہے کہ میت کے لئے دعائے مغفرت کا ثبوت حدیث وفقہ میں ہے یا نہیں۔ الیٰ آخرہ

واضح ہو کہ خاص کر اس طریق سے جیسا اس سوال میں مذکور ہوا میت کے واسطے دعائے مغفرت کرنا یہ طریقہ مسنون نہیں لکھا ہے بلکہ مکروہ لکھتے ہیں ویکرہ - اتخاذ الدعوۃ لقرأۃ القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقرأۃ سورۃ الانعام والاخلاص۔ فتاوے شامیہ جلد اول صفحہ ۶۶۴) مطبوعہ مصر (یعنی قرآن پاک پڑھنے کے لئے بلانا مکروہ ہے اور قرآن مجید کے ختم یا سورۂ انعام اور سورۂ اخلاص کے پڑھنے کے لئے جو بغرض ایصال ثواب لوگوں کو بلایا جائے تو مکروہ ہے۔ پس جبکہ شرعاً یہ طریقہ مکروہ ہوا تو ایسی فہمائش پورا نہ کرنے والے پر ملامت صحیح نہیں ہوگی۔ مسنون طریقہ یہ لکھتے ہیں کہ جو شخص قبرستان پہونچے تو سورۂ یٰسین یا جو کچھ میسر ہو قرآن پاک میں سے الحمد شریف اول سورۂ بقرہ مفلحون تک آیۃ الکرسی۔ تبارک الملک۔ سورۂ تکاثر۔ اخلاص گیارہ مرتبہ یا بارہ مرتبہ یا سترہ مرتبہ پڑھ کر یہ دعا پڑھے۔ اللھم اوصل ثواب ما قرأناہ الی فلاں او الیھم فقط اور اگر بغیر کسی خاص تیاری اذن وغیرہ کے کوئی شخص چاہے تو اپنے مکان پر کسی سورۂ قرآنی کو پڑھ کر یا بلا جبر پڑھوا کر میت کو ثواب بخشدے تو اس میں کراہت نہیں پیدا ہوتی۔ فقط ۱۶ محرم ۱۳۴۱ھ - ۹ ستمبر ۱۹۲۲ء

شیخ محمد عفی عنہ (نائب مفتی) عبدالہادی خان غفرلہ (مفتی) ریاست

الجواب

دہلی ۔ میت کے واسطے دعاءِ مغفرت کرنا اور ثواب پہونچانا شرع شریف میں ثابت ہے لیکن یہ طریقہ کہ لوگوں کو بلایا جاوے اور خاص سورۃ کلام اللہ شریف کی پڑھی جاویں اور اجتماع کیا جاوے یہ طریقہ شرع شریف میں ثابت نہیں ہے ۔ اور بدعت ہے اور جبکہ یہ طریقہ شرع شریف میں موجود ہی نہیں ہے تو پھر امام پر کسی خاص سورت کے پڑھنے کی فرمائش کرنا اور اگر امام صاحب اس فرمائش کو پورا نہ کریں تو امام صاحب کو لعنت اور ملامت کرنا کسی طرح زیبا نہیں ہے ۔ اور غالب یہ ہے کہ ایسے طریقہ سے میت کے واسطے دعاءِ مغفرت کرنا چونکہ رسم اور رواج کے پورا کرنے کی غرض سے ہوتا ہے اور اس میں اخلاص نہیں ہوتا ہے بلکہ لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے ہوتا ہے اس لئے ایسی دعا میت کو کچھ بھی نفع نہیں پہونچائے گی + طریقہ مسنون دعاءِ مغفرت کا یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ میت کے واسطے دعاءِ مغفرت کی جاوے اور کسی طریق اور رسم کی پابندی نہ کی جاوے ۔ امام جو مقرر ہوتا ہے وہ نماز پڑھانے کے واسطے مقرر ہوتا ہے اس کے واسطے یہ ضروری نہیں ہے کہ دعاءِ مغفرت میت کے واسطے بھی کیا کرے اور دعاء بھی ایسے طریق سے کہ جس کا ثبوت شرع شریف میں نہیں ہے + واللہ اعلم بالصواب +

محمد شفیع عفی عنہ مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مرحوم دہلی ۲۲ محرم ۱۳۴۱ھ یوم جمعہ

ہوالمصوب

لکھنؤ ۔ (۱) قرآن مجید پڑھ کر میت کو اس کا ثواب پہونچانا اور اس کے حق میں دعائے مغفرت کرنا جائز بلکہ اولیٰ ہے اور میت کی روح کو ثواب پہونچتا ہے ۔ باقی یہ کام جب کبھی کیا جائے گا کسی خاص ہی طریقہ سے کیا جائے گا ۔ مذکورہ بالا طریقہ میں کوئی امر جو شرعاً ممنوع یا منکر ہو نہیں پایا جاتا ۔

ویقرأ من القرآن ما تیسر له من الفاتحة واول البقرة الی المفلحون ایة الکرسی وامن الرسول و سورة یٰسین و تبارک الملک و سورة التکاثر والاخلاص اثنی عشرة مرة او احدی عشر او سبعًا او ثلاثًا ثم یقول اللهم اوصل ثواب ما قرأناه الی فلان او الیهم اه (تنبیه) صرح علمائنا فی باب الحج عن الغیر بان للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوٰة او صومًا او صدقة او غیرها کذا فی الهدایة - فتاوی شامی جلد ا صہ ۶۲۶

(۲ و ۳) امام مسجد جس کے فرائض میں یہ امور داخل نہیں ہیں اس پر ایسے جلسہ میں حاضری یا قرآن پاک پڑھنے کا جبر کرنا جائز نہیں۔ اور اگر اس کو اجرت دیجاتی ہے تو جبر ہو سکتا ہے مگر بہتر صورت وہی ہے کہ لوگ بطیب خاطر دعاء مغفرت اور ایصال ثواب کریں۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ سید علی زینبی مدرس مدرسۂ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ ۹ محرم ۱۳۳۱ھ

قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب میت کے حق میں اولیٰ ہے لیکن کسی خاص طریقہ کو بعض اوقات متعین جیسا کہ صورت مسئولہ میں ہے۔ اور اس سے خلاف کو ناجائز کہدینا اور خلاف کرنے والے کو لعن طعن کرنا ممنوع ہے۔

محمد عبدالمنان مدرس مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ

جواب صحیح ہے ۱- محمد نصیر الدین نعمانی اعظم گڈھی مفتی مدرسۂ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ

الجواب

سہارن پور - حامدًا ومصلیًا ومسلمًا (۱) جو طریقہ کہ سوال میں مذکور ہے وہ بدعت ہے۔ اس کی شریعت میں کہیں اصل نہیں اس لئے ناجائز ہے باقی میت کی مغفرت کے لئے جس وقت جس کا جی چاہے دعا مانگے اور اس کے ایصال ثواب کے لئے قرآن شریف پڑھے نہ اس کے لئے کوئی خاص صورت ہے نہ خاص وقت۔

(۲) علیٰ ہذا امام کی عدم موجودگی پر اعتراض کرنا اور زیادہ باعث ضلالت ہے

اس لئے ناجائز ہے۔

(۳) چونکہ اس قسم کے تمام افعال بدعت ہیں اس لئے اگر امام ان کو ناجائز ہونے کی وجہ سے نہ کرے تو لوگوں کو اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے پس سب کو اس سے توبہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہ افعال موجب فسق ہیں۔ واللہ اعلم

رقمہ ضیاء احمد عفی عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم مورخہ ۵ صفر المظفر ۱۳۴۱ھ

الجواب صحیح :۔ خلیل احمد عفی عنہ

الجواب

دیوبند۔ یہ رسم اور رواج جو مذکور ہے شریعت میں اس کی کچھ اصل نہیں ہے اور ثابت نہیں ہے۔ شریعت میں صرف تعزیت مشروع ہے کہ اگر کسی کے گھر میت ہو جاوے یا کہیں سے خبر آئے تو اس کے پاس جاکر کلمات تعزیت کہیں اور اس کی تسلی کریں اور صبر کی تلقین کریں باقی جملہ رسوم سورۂ فاتحہ وغیرہ پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر بار بار دعا کرنا یہ ثابت نہیں ہے اور بدعت ہے پس امام مذکور کو اول سے ہی اس رسم کو ادا کرنا نہ چاہئے اور ایسے رسوم میں شرکت درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند ۲۵ محرم ۱۳۴۱ھ

الجواب

شاہجہاں پور:۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد جواباً عرض ہے کہ نفس ایصال ثواب میت کے لئے بلا تعین یوم اور وقت اور بلا تعین سورۃ وغیرہ افضل اور مستحب ہے خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے لیکن طریقۂ مخصوص سے فاتحہ خوانی مکروہ و بدعت ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ

صحاح ستہ میں حدیث موجود ہے جس کے راوی جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ

فرماتے ہیں کہ کنا نری الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ ای من نوحۃ الجاھلیۃ (ترجمہ جریر بن عبداللہ صحابی فرماتے ہیں کہ ہم اہل میت کے یہاں جمع ہونے کو نوحہ جاہلیہ سمجھتے تھے یعنی جیسا کہ نوحہ جاہلیہ حرام اور ممنوع ہے جسکے بارے میں صراحۃً احادیث وارد ہیں ایسے ہی اہل میت کے یہاں جمع ہونے کو بھی حرام سمجھتے تھے اور یہ حدیث مطلق ہے کہ وہ جمع ہونا خواہ رسم سوم کے لئے ہو۔ یا فاتحہ خوانی مروجہ کے لئے ہو۔ البتہ اول روز تعزیت کے لئے جمع ہونا چونکہ دوسری احادیث سے ثابت ہے اس لئے وہ اس حکم سے خارج رہیگا اور وہ جائز ہے۔ نیز سفر السعادت صد۲۱ میں عبارت موجود ہے کہ عادت نبی نبود کہ برائے میت جمع شوند وقرآن خوانند وختمات خوانند نہ برسر گور ونہ غیر آں وایں مجموعہ بدعت است اور یہ ترجمہ بعینہ ایک حدیث کا ہے اب آپ کو خوب واضح ہو گیا ہوگا کہ طریقہ مروجہ یعنی فاتحہ خوانی کے لئے جمع ہونا اور لوگوں کو مدعو کرنا اور باقاعدہ دعوت دینا خلاف سنت اور خلاف فعل نبوی ہے نیز صحابہ اور تابعین سے بھی یہ طریقہ ثابت نہیں اس لئے قبیح اور بدعت ہے ہر مسلم کو اس سے احتراز واجب ہے بلکہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت یہ ہے کہ روزانہ ہر نماز کے بعد اپنے موتیٰ کے لئے دعا فرماتے تھے لہذا مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور اس کے صحابہ کی تقلید اور اتباع کریں اس لئے کہ خود نبی کریم کا ارشاد ہے کہ علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدین علاوہ ازیں اگر ایصال ثواب طریقہ مسنون پر بھی کیا جائے کہ بعد نماز مساجد میں یا دارس میں دعا کرادی جائے۔ لیکن اس کے لئے کوئی خاص سورہ فاتحہ اور قل ہو اللہ کو خاص کر دینا کہ انہیں سورتوں کو پڑھ کر ایصال ثواب کیا جائے یہ بھی مکروہ اور ناجائز ہے اس کی کتب فقہ اور احادیث میں بہت سی نظائر موجود ہیں کہ ایک شے فی ذاتہ حسن اور افضل اور باعث ثواب ہوتی ہے لیکن کسی ایسی خاص تقلید سے کہ جس کی نظیر شریعت میں نہ ہو ناجائز اور قبیح ہو جاتی ہے۔ اس کے بارے میں چند نظائر تحریر کرتا ہوں۔ احادیث میں آیا ہے کہ راتوں میں سے جمعہ کی رات کو تہجد کے لئے اور روزہ کیلئے

جمعہ کا دن خاص مت کرو! دیکھیے روزہ اور صلوٰۃ تہجد کس قدر فضل عبادت ہے لیکن ایک خاص دن کی تعیین سے ناجائز اور مکروہ ہو گئی تو دیکھیے کہ روزہ جمعہ کے دن مباح تھا لیکن جمعہ کا روز خاص کر لینا اور اسی روز ضروری سمجھنا ممنوع ہے۔ نیز ایک حدیث میں آتا ہے لایجعل احدکم للشیطان شیئا من صلوٰتہ یریٰ ان حقا علیہ ان لاینصرف الا عن یمینہ الحدیث اس سے بھی یہ ثابت ہوا کہ نماز کے بعد انصراف جس جانب سے بھی ہو جائز ہے لیکن ایک جانب متعین اور واجب کر لینے سے وہ اپنی نماز میں شیطان کا حصہ لگا لیتا ہے اس لئے کہ شریعت میں کوئی قید نہیں اس نے اپنی رائے سے قید لگا کر متعین کر لیا اور مطلق کو مقید کرنا اپنی رائے سے ناجائز ہے اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے طیبی شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ من اصر علی مندوب وجعل عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر چونکہ شریعت کے کسی مطلق حکم کو اپنی رائے سے مقید کرنا ناجائز ہے اسی لئے فقہاء لکھتے ہیں کہ نماز میں کوئی خاص سورت معین نہ کرے اور اگر کوئی ہمیشہ ایک سورت معین کرکے پڑھتا ہے تو وہ نماز مکروہ ہوتی ہے چنانچہ ہدایہ کی یہ عبارت ہے ویکرہ ان یوقت بشیئ من القرآن لشیئ من الصلوٰۃ لان فیہ ھجران الباقی وایھام التفضیل صاحب ہدایہ اس کی دلیل بھی بیان کرتے ہیں کہ کسی خاص سورۃ کے مقرر کرنے میں باقی سور قرآن کو ترک کرنا پڑتا ہے نیز وہم ہوتا ہے کہ بعض سورتوں کو بعض پر فضیلت ہے۔

نیز بروز جمعہ نماز فجر میں سورۃ دھر و سورۃ سجدہ کا پڑھنا افضل ہے لیکن احناف ہمیشہ پڑھنے کو مکروہ لکھتے ہیں اس لئے کہ کہیں عوام کو یہ خیال نہ ہو جاوے کہ اس روز یہی سورت پڑھنا واجب ہے بغیر اس کے نماز نہ ہوتی ہوگی تو ایک امر مباح کو وہ واجب سمجھیں گے اور فتنہ میں پڑ جاویں گے اور عوام کے خیالات فاسدہ کا دفع حتی الامکان واجب ہے۔ ان تمام نظائر کے بعد امام صاحب کا کسی ایصال ثواب کے لئے کسی خاص سورت کا پڑھنا اور اسی پر اصرار کرنا کہ میں تو یہی سورت حسب رواج پڑھوں گا

ناجائز ہے بلکہ بجائے ثواب عذاب کا اندیشہ ہے اس لئے کہ ایصال ثواب کے لئے کوئی خاص
سورت شریعت میں وارد نہیں ہے۔ قرآن پاک کی تمام سورتیں اور تمام آیتیں فضیلتوں سے
پُر ہیں جونسی سورت چاہے پڑھ کر ایصال ثواب کر سکتے ہو اپنی رائے سے کسی خاص سورت
کو خاص کر لینا ناجائز اور شرعًا ممنوع ہے اس پر یہ شبہ پڑتا ہے کہ ناجائز تو جب ہو
کہ جب امام صاحب یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ ایصال ثواب اسی سورت سے ہو سکتا ہے
دوسری سے نہیں لیکن جبکہ ان کا عقیدہ یہ نہ ہو بلکہ محض سہولت کے لئے وہ ایسا
کرتے ہوں جیسا کہ سوال مذکور میں یہی صورت ہے تو اس کو بھی فقہاء نے مکروہ لکھا ہے
کہ بلا اعتقاد بھی کسی امر مباح پر دوام کرنا مکروہ ہے اور اس کی وجہ وہی توہمات عوام
ہیں کہ وہ ضروری اور واجب سمجھ جاتے ہیں۔ ان کے خیالات بدلنے کے لئے گاہے
گاہے تبدیل کرنا اور خاص سورتوں کا ترک کرنا واجب اور ضروری ہے۔ تو صورت
مذکورہ میں امام کا فعل ہی ناجائز اور شرعًا ممنوع ہے۔ علی ہذا القیاس کسی شخص کا امام
پر جبر کرنا کہ فلاں سورت پڑھ کر ثواب پہنچا دے یہ بھی خلاف سنت اور ممنوع ہے جونسی
سورت چاہے پڑھ کر ایصال ثواب کر دیا جاوے۔ نیز بصورت عدم تعمیل حکم امام کو
لعنت ملامت کرنا گناہ اور فسق ہے لیکن ہاں اگر اس کو اس کے اصرار پر ملامت کی
جاوے تو کچھ حرج نہیں۔ سوال سوئم کہ یہ امام کے فرائض میں بھی داخل ہے یا نہیں۔
اس کے متعلق جواب اول سے معلوم ہو گیا کہ شریعت میں قرآن خوانی اور فاتحہ اور ختمات
خوانی کے لئے جمع ہونا ہی ثابت نہیں۔ امام کے فرائض میں سے ہونا نہ ہونا تو بعد کا درجہ
ہے۔ لہٰذا ماحصل جوابات کا یہ ہے کہ (۱) طریقہ مخصوص پر فاتحہ خوانی اور قرآن
خوانی شریعت میں ثابت نہیں ممنوع اور بدعت ہے (۲) طریقہ مسنون پر جو
قرآن خوانی ہو اس میں بھی کوئی دن معین کرنا اور اس کو ضروری سمجھنا اور نیز ایصال ثواب
کے لئے کوئی خاص سورت معین کر لینا اور اس پر دوام کرنا اور ضروری سمجھنا یہ بھی شرعًا
ممنوع ہے بلا تعین وقت اور بلا تعین سورت خاص ایصال ثواب باعث اجر اور
کفارہ سیئات ہے۔ نیز امام کے فرائض میں یہ داخل نہیں کہ وہ مردے کے لئے ایصال

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

ثواب کیا کرے اور ان کے گھروں پر جا کر دعا مانگے طریقہ مسنون یہی ہے کہ روزانہ پنجوقتہ نماز کے بعد دعا کر دی جاوے یا تعزیت کے اول روز جبکہ اکثر لوگ خود جمع ہو جاتے ہیں اور جو کہ مسنون ہے اس وقت دعا کرا دی جاوے یا کسی مدرسہ میں طلبائے مدرسہ سے ختم قرآن کرا کر ایصال ثواب کراوے بشرطیکہ ان کو اس روز کسی قسم کی اجرت نہ دی جاوے اور نہ اجرت دی جاوے اور نہ کوئی دن معین کیا جاوے مثلاً سیوم وغیرہ۔

احقر العبید ظہور احمد صانہ اللہ عن شر حاسد اذا حسد مدرس اول مدرسہ سعیدیہ شاہجہانپور

الجواب واللہ الموفق للصواب

میرٹھ۔ بطریق مذکور میت کے لئے دعاء مغفرت کا شریعت محمدیہ میں کہیں ثبوت نہیں ہے اول طریق مشروع دعاء مغفرت للمیت کا صلوٰۃ جنازہ ہے اور وہ بھی مشروط ہے جنازہ کے سامنے ہونے کے ساتھ کہ احناف کے نزدیک غائبانہ یعنی جبکہ جنازہ سامنے نہ ہو تو اجتماع کے ساتھ صلوٰۃ جنازہ بھی کہ موضوع ہے میت کے واسطے دعاء مغفرت کے لئے جائز نہیں ہے پھر کیا پوچھنا دوسرے اجتماع کا جبکہ اس میں اتنا اہتمام ہو کہ جو شریک نہ ہو وہ مطعون بھی ہو۔ صلوٰۃ جنازہ بھی فرض کفایہ ہے کہ چند آدمی پڑھ لیں تو باقی لوگوں پر جو کہ شریک نہیں ہوئے شرعاً کسی قسم کا لعن وطعن نہیں ہے۔ اور اس کے علاوہ کسی میت کے لئے دعاء مغفرت کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ اپنی صلاح وفلاح اور دینی ودنیوی ضروریات کا حق تعالیٰ سے سوال کرنا کہ کسی کا لڑکا سخت بیمار ہو تو نہ اس کی ضرورت ہے کہ اس کی صحت کی دعا کے لئے وہ وقت اور جگہ معین کرے نہ اس کی حاجت ہے کہ معتقدیان مسجد یا امام کو جمع کرے۔ پریشان باپ کو جس کا کلیجہ اپنے لخت جگر کی تکلیف دیکھ کر نکلا جاتا ہے اس تاخیر واہتمام وتداعی کا ہوش بھی نہ ہوگا اور جس وقت بھی محبت کا شعلہ اٹھیگا وہ زبان اور دل سے دعا کرے گا کہ اے کریم بے نیاز خدا میرے بیمار بچہ پر رحم فرما بس اس حالت سے اندازہ کر سکیگا کہ اپنے مر جانے والے کسی عزیز کی مغفرت کے لئے دعا کیونکر مانگنی چاہئے اور اس کے لئے امام نمازیان مسجد یا قوم وبرادری کا

کا جمع کرنا کس درجہ میں ضروری یا مناسب اور باموقع ہے۔ واللہ اعلم

(۲) امام صاحب یا کسی پر بھی عدم شرکت وغیر حاضری کا طعن کرنا اور الزام دینا صحیح نہیں جبکہ صلوٰۃ جنازہ بھی جو کہ فرض کفایہ کا درجہ رکھتی ہے اور ادائے فرضیت کے بعد دوسروں پر عدم شرکت کا الزام صحیح نہیں ہو تو اپنی مجوزہ اور شرعاً بے اصل صورت اجتماعی میں کسی کا شریک نہ ہونا موجب الزام کیسے ہو سکتا ہے

(۳) نفس شرکت ہی جبکہ غیر ضروری بلکہ بے اصل ہے تو فرمائش کا امام پر استحقاق اور اس کے پورا نہ کرنے پر طعن ایسا ہے جیسے نماز با جماعت ادا کر لینے کے بعد ہر نمازی جگہ اور وقت مقرر کرکے امام صاحب اور نمازیان مسجد اور قوم و برادری کو بلا کر جمع کیا کرے کہ آؤ فلاں وقت فلاں جگہ سب ملکر میرے لئے اور میرے بال بچوں کے لئے ہدایت کی دعا مانگو اور پھر فرمائش کرے کہ گو نماز میں الحمد پڑھی گئی اور اس میں ہدایت کی دعا سب کے لئے ہو گئی مگر اب امام صاحب سورۃ بقرہ پڑھ کر خاص میرے لئے ہدایت کی دعا مانگیں۔ تو کون عاقل اور دیندار ہے جو نماز پنجگانہ کی مشترکہ دعا ہدایت عامہ کو ناکافی سمجھکر اس مجوزہ مشترکہ تخصیصی دعاء ہدایت کو جائز و مستحسن بتا کر سب کو شرکت پر اور امام مسجد کو تعمیل فرمائش پر مجبور کرے گا چہ جائیکہ تعمیل نہ ہونے پر الزام وطعن بھی ہو بالخصوص امام مسجد پر عدم شرکت یا عدم تعمیل فرمائش خاص کا طعن ایسا ہے جیسے کوئی شاہی ملازم صرف اس خدمت پر مامور ہو کہ درباری امراء کو اوقات معینہ پر شاہی حضوری میں پیش کرکے ان کا سلام کرا دیا کرے پس عام سائلین اور اہل مقدمہ افراد اس سے یہ بھی درخواست کریں کہ جب سلام کرانا دربار خاص میں تمہارے متعلق ہے تو ہمارے مقدمات کی سفارش اور سوال کی منظوری کے لئے بھی فلاں فلاں وقت تم کو ہمارے مکان پر حاضر ہونا ضروری ہے اور درصورت غیر حاضری ہم تمکو سب وشتم اور لعن طعن کریں گے تو ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ یہ سرکاری شاہی ملازم کے منصب جلیلہ وعہدہ رفیعہ کی قدر ومنزلت نہ سمجھنا اور بلا وجہ اپنی خواہش پورا نہ ہونے کے سبب اس کو پریشان کرنا اور حقیر سمجھنا ہے۔ ہاں اس کی عظمت اور تقرب شاہی کا یہ اقتضا ضرور ہے کہ وہ از خود عام رعایا کی بہبودی کا خواستگار رہو اور اس کی یہی صورت ہے کہ صلوٰۃ جنازہ میں سب کا امام بنکر دعاء مغفرت

اموات واحیاء کرے اور کرائے۔ یا بلا تعین وقت اور بغیر جبر جابر اپنی رغبت از تعلّق شفقت مع الخلق کی بنا پر جب چاہے اخلاص و توجہ و الحاح کے ساتھ عام موتیٰ یا خاص میت کے لئے دعاء مغفرت کرے کہ شاہنشاہی دربار میں ایسی ہی استدعا قابل منظوری ہی ہے ورنہ جو سائلین کسی کے لحاظ یا دباؤ یا پابندی رسم کی وجہ سے یا لعن طعن کے اندیشہ سے اوپری دل کے ساتھ دعا کرنے کو جمع ہوئے ہیں وہ ایسے سائل ہیں جن کی صورت سوال کر رہی ہے مگر دل سوال و درخواست نہیں کرتا۔ اور عالم الغیب بے نیاز شاہنشاہ کے دربار میں محض صورت سوال قابل پذیرائی نہیں کیونکہ درحقیقت وہ لوگ سائل ہی نہیں ہیں بلکہ ضابطہ پری کر رہے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

عاشق الٰہی عفی عنہ میرٹھی ۱۳ر محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

الجواب واللہ الموفق للسداد والصواب

ٹونک - از عدالت شرع شریف صدر ریاست اسلام ٹونک۔ طریقہ مذکورہ استفتار ایصال ثواب و دعار کا کسی حدیث شریف و روایت فقہیہ سے ثابت نہیں اور التزام اس کا بدعت ہے اجتناب چاہئے اور ایسے موقع پر عدم موجودگی میں امام پر اعتراض بیجا ہے اور امام پر جبر ہے۔ سورہ تبارک الذی نہ پڑھنے پر درست نہیں اور لعنت ملامت کرنا تو مسلمان پر حرام ہے۔ اور نہ یہ امور فرائض امامت میں ہیں امام خوشی سے پڑھیں تو قوم نہایت خشوع و خضوع سے سن لے اور امام کہ محترم ہوتا ہے اس کا وقار ملحوظ رکھیں اور امام صاحب بھی حسبۃً للہ نفس ایصال ثواب خواہ کلام اللہ شریف کا و یا دیگر عبادات نافلہ کا اموات کو بطریق مسنون کر دیا کریں جو کہ صرف نیت ایصال ثواب سے ہو جاتا ہے۔ اور امام صاحب کی خدمت قوم پر لازم ہے۔ خصوصاً جبکہ غریب اور حاجتمند ہوں روایات کتب فقہ میں موجود ہیں۔ واللہ اعلم۔ فقط مورخہ ۱۳ر ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ

مواہیر و دستخط مفتیان کرام عدالت شرع شریف صدر ریاست اسلام ٹونک

ابوالحسن عفی عنہ — عبدالرحیم عفی عنہ — محمد حسین عفی عنہ — خادم شرع خلیل الرحمٰن عفی عنہ

الجواب

ڈاکھیل - ایصال ثواب کے لئے طریقہ مسنونہ یہ ہے کہ بلا تعیین وتخصیص ایام وبلا تعیین وتخصیص مجلس وماکی جاوے کھانا کھلایا جاوے۔ قرآن شریف پڑھ کر اس کا ثواب بخشا جاوے صدقات وخیرات کئے جاویں کہ وہ ان چیزوں کے سخت محتاج ہیں ہم ان کی امداد صرف انہی چیزوں سے کر سکتے ہیں۔

جو خاص طریقہ ایصال ثواب کا اس سوال میں مذکور ہے وہ نہ تو قرآن شریف سے ثابت ہے نہ احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے، نہ دنیا سے ہے نہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا نہ آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے ایسا کیا نہ تابعین نے نہ تبع تابعین نے نہ ائمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے ایسا کیا یہ طریقہ مروجہ محض بدعت ہے صرف رنگون میں یہ طریقہ رواج دیا گیا ہے۔ ہمارے فقہاء کرام نے اس طریق سے جمع ہونا مکروہ لکھا ہے رد المحتار جلد اول صفحہ ۶۶۳ بیان ثواب ملی المیت میں تحریر فرماتے ہیں وفی الامداد وقال کثیر من متاخری ائمتنا یکرہ الاجتماع عند صاحب البیت ویکرہ له الجلوس فی بیته حتی یاتی من یعزی بل اذا فرغ ورجع الناس من الدفن فلیتفرقوا ولیشتغل الناس بامورهم وصاحب البیت بامرہ الخ اور مراقی الفلاح شرح نور الایضاح صفحہ ۱۰ا میں ہے قال کثیر من متاخری ائمتنا رحمهم الله یکرہ الاجتماع عند صاحب المیت حتی یاتی الیه من یعزی بل اذا رجع الناس من الدفن فلیتفرقوا ولیشتغلوا بامورهم وصاحب المیت بامرہ ویکرہ الجلوس علی باب الدار للمصیبة فان ذلك عمل اهل الجاهلیة ونهی النبی صلی الله علیه وسلم عن ذلك وتکرہ فی المسجد وتکرہ الضیافة من اهل المیت لانها شرعت فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة۔ ہاں اگر کہیں اتفاقیہ لوگ جمع ہو گئے ہوں

اور کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کیا جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں -

(۲) امام صاحب کی عدم موجودگی میں اعتراض کرنا بالکل بیجا ہے جبکہ یہ فعل خود بدعت ہے -

(۳) خاص سورت پڑھانے کے لئے جبر کرنا اور بوقت انکار لعن طعن کرنا درست نہیں

اور نہ یہ امامت میں داخل ہے - فقط واللہ تعالے اعلم

کتبہ احمد غفرلہ سوتی سملکی سابق مفتی جامع رنگون حال مہتمم و مفتی مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل ضلع سورت

سمیلک ضلع سورت

الجواب صحیح :- محمد امین غفرلہ مدرس مدرسہ تعلیم الدین :- الجواب صحیح - ہٰذا صدرو شمس عفی عنہ

الجواب صحیح احقر محمد صدیق غفرلہ مدرس مدرسہ صوفہ

جواب سطورہ بالا صحیح ہے :- احقر الزمان محمد عبداللہ خان عفی عنہ مدرس مدرسہ تعلیم الدین

الجواب

راندیر - اول چند امور بطور مقدمات سمجھ لے جائیں اس کے بعد سوال مذکور کا جواب بہت جلد ذہن نشین ہو جائے گا -

(۱) اللہ تعالی فرماتے ہیں ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ہم الظالمون جو لوگ اللہ تعالے کی حدوں سے تجاوز کر جاتے ہیں وہی ظالم ہوتے ہیں لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلوتہ یری ان حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رأیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ اھ (بخاری مسلم عن ابن مسعود) عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اپنی نماز میں کوئی شخص شیطان کا حصہ مقرر نہ کرے بایں طریق کہ وہ اپنے اوپر داہنی طرف منہ کرنے کو نماز سے فارغ ہونے کیلئے ضروری سمجھے میں نے بسا اوقات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد بائیں طرف پھر جایا کرتے تھے جس کو بخاری مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے اس حدیث کی شرح میں صاحب مجمع البحار صفحہ ۲۲۳ علامہ محمد طاہر پٹنی فرماتے ہیں واستنبط منہ ان المندوب ینقلب مکروھا اذا خیف ان

یرفع عن رتبتہ قال الطیبی شارح المشکوٰۃ فی شرح الحدیث المذکور فیہ ان من اصر علی مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ ومنکر اھ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس وقت مستحب چیز کو اس کے مرتبہ سے ارفع کر دیا جائے تو وہ مکروہ ہو جاتی ہے۔ علامہ طیبی مشکوٰۃ شریف کے شارح حدیث مذکور کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ جو شخص کسی مستحب امر پر اصرار کرے اور اس کو لازم کرے اور رخصت پر عمل نہ کرے تو شیطان اس کے گمراہ کرنے کے پیچھے پڑتا ہے پس ایسے شخص کا کیا حال ہے جو بدعت اور منکر امر پر اصرار کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے جو فعل مستحب مکروہ ہو جائے اس کا ترک ضروری ہوتا ہے۔/

(۲) الندب حکم شرعی لا بد لہ من دلیل اھ (رد المحتار) مستحب ہونا کسی فئے کا حکم شرعی ہے اس کے واسطے دلیل کا ہونا ضروری ہے۔

(۳) اگر کسی مستحب پر مداومت کرنے سے عوام کا عقیدہ خراب ہوتا ہو اور وہ اسکو ضروری سمجھنے لگیں تو وہ مداومت مکروہ ہے اور اس کا چھوڑنا ضروری ہے۔ والحق ان المداومۃ مکروہۃ مطلقا سواء راہ حتما اولا اھ (فتح القدیر شرح الہدایۃ)۔

(۴) لکن الاولیٰ ھو الاتباع بطریقۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فان الخیر کلہ فی الاتباع بہ لاسیما اذا وجد التزام ما لا یلزم وظن ما لیس من الشرع من الشرع وما لیس بسنۃ سنۃ اھ (ردع الاخوان) آنحضرت اور صحابہ کے طریق کی اتباع کرنا ہی اولیٰ اور افضل ہے کیونکہ تمام بہتری اسی اتباع میں ہے خصوصاً ایسے وقت میں کہ جو چیز شریعت میں داخل نہیں اس کو لوگ شریعت کا حکم سمجھنے لگیں اور جو سنت نہ ہو اس کو سنت خیال کرنے لگیں۔ اور جو چیز لازم نہ ہو اسکو لازم کریں

(۵) وقد تقرر فی مقرہ ان کل مباح ادی الی التزام غیر مشروع والی فساد عقائد الجہلۃ وجب ترکہ علی الکملۃ اھ (ردع الاخوان) اپنے محل پر یہ امر ثابت ہے کہ جو مباح شے التزام ناجائز کی رہبر ہو اور جہلاء کے عقائد کو فاسد

کرتی ہو پیشوا ؤں پر اسکا ترک کرنا واجب ضروری ہے ۔ ۱ھ

(۶) فقد تتغیر الاحکام لاختلاف الزمان فی کثیر من المسائل علی حسب المصالح اھ (ردالمحتار)

زمانی اختلاف کیوجہ سے مصلحتوں کے موافق بہت سے مسائل میں احکام متغیر ہو جاتے ہیں ۔

پس ان مقدمات بالا قرآنیہ ۔ حدیثیہ اور فقہیہ پر نظر ڈالنے سے جس ہیئت کذائی کو سوال میں ذکر کیا گیا ہے شریعت اسکی اجازت نہیں دیتی ہے اسکی چند وجہ ہیں اول تو یہ کہ اس خاص طریق پر ایک وقت میں سب کے جمع ہونیکا اہتمام آنحضرت اور صحابہ کے زمانے میں نہ تہا بلکہ جسوقت خبر ہوتی اہل میت کے پاس آکر تسلی و تشفی دیتے اور صبر کی تلقین اور میت کے واسطے مغفرت کی دعا کرتے تھے فاتحہ خوانی کی رسم جو سوال میں مذکور ہے صحابہ کے زمانے میں نہ تہی تیسرے لوبان سلگانا اور امام مسجد کا انتظار کرنا صحابہ کے زمانہ میں نہ ہوتا تہا بلکہ جو شخص آتا وہ اہل میت کو اسطرح کہتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اجر کو بڑہا دے تمہارے صبر کو اچہا کر دے تمہاری میت کو بخشدے چنانچہ درمختار میں یہ الفاظ تعزیت کے تعلیم کئے ہیں و یقول اعظم اللہ اجرک واحسن عزاءک وغفر لمیتک اھ امام صاحب کا لوگوں کے انتظار میں بیٹہا رہنا اور جو لوگ آتے جائیں انکے ساتھ معہود فی السوال طریقہ پر دعا کرتے رہنا التزام مالا یلزم ہے جو چوتھے پانچویں مقدمات مذکورہ کے بالکل خلاف ہے جسکے مکروہ ہونے میں کوئی شک نہیں چوتھے امام صاحب کے خاص خاص سورتوں کے پڑہنے کی فرمائش کرنی اور نہ پڑہنے پر لوگوں کا طعن و تشنیع کرنا حدود خداوندی سے تجاوز کرنا ہے جو پہلے اور چوتھے اور پانچویں مقدمات کے صریح خلاف ہے کہ ایک امر مباح پر اسقدر اصرار کہ ترک کرنیوالے پر طعن تشنیع اور ملامت کیجاتی ہے جو مکروہ اور قبیح ہے پانچویں امام صاحب کے اگر اتفاقاً تاخیر ہو جائے تو لعنت و ملامت کرنا بجائے خود ایک امر قبیح ہے چہ جائیکہ ایک رسم غیر مشروع کے ترک کرنے کے لئے لعنت و ملامت ہوتی ہے جو پہلے مقدمہ قرآنیہ اور حدیثیہ کے سراسر مخالف اور ایک غیر مشروع پر اصرار ہے لہذا مکروہ ہے چھٹے ان امور مباح بلکہ غیر مشروع پر مداومت کیجاتی ہے جو کراہت سے خالی نہیں اور تیسرے چوتھے پانچویں مقدمہ کے خلاف ہے ساتویں اس صورت اور ہیئت کذائی کو شریعت کا حکم اور مستحب و سنت سمجھا جاتا ہے جو پہلے دوسرے چوتھے پانچویں مقدمات کے خلاف ہے آٹھویں دعا کرنے کا اختیار شریعت نے علی الاطلاق دیا ہوا تہا اسکو قیود مذکورہ سے مقید کر کے ایک نیا طریق ایجاد کیا جو نئی شریعت کہلاتی ہے جسپر کوئی دلیل شرعی نہیں تاکہ اسکو مستحب کہا جائے بلکہ مکروہ و بدعت ہے امام صاحب پر کسی خاص سورت پڑہنے کیلئے کسی کو

شرعاً جبر کرنیکا حق نہیں اور نہ امام صاحب کے اس فرمائش کو پورا کرنا ضروری ہے بلکہ صورت مذکورہ کے لحاظ سے اسکا ترک ضروری ہے اگر ممکن ہو تو ایسی بدعی مجالس میں شریک ہی نہ ہو کیونکہ طریق مذکور کا حدیث وفقہ میں کہیں ثبوت نہیں اور اس اصرار والتزام مالایلزم کی شریعت میں کوئی نظیر نہیں ہے بار بار تعزیت کے لئے آنا اور اسکے غم کو نیا کرنا امام صاحب سے منقول ہے کہ مکروہ ہے چنانچہ شامی میں ہے خصوصاً میت غائب کے لئے اتنا مبالغہ سے اہتمام کرنا شرعاً ثابت نہیں گو موت کی خبر دینے کی فقہائے اجازت دی ہے نیز تعزیت کی لیکن جب اسکی صورت ہی بدل گئی اور خاص طریق کی تعزیت اور فاتحہ خوانی کی رسم اختیار کرلی تو اختلاف زمانہ کیوجہ سے اسکا حکم بدل گیا یعنی یہ ہیئت کذائی مکروہ ہے چنانچہ چھٹا مقدمہ اسپر شاہد ہے تعزیت کی صورت فقہاء نے وہی لکھی ہے جو درمختار میں ہے چنانچہ صاحب بحر فرماتے ہیں وهي كما في التبيين ان يقول اعظم الله اجرك واحسن عزاك وغفر لميتك ولا باس بالجلوس لها ثلثا من غير ارتكاب محظور من فرش البسط والاطعمة من اهل البيت لانها تتخذ عند السرور اه (بحر جلد ثانی صفحہ ۱۹۲) مگر اسی وقت اس تعزیت کی اجازت دیتے ہیں کہ ممنوعات کے ارتکاب سے خالی ہو اور فرش وغیرہ بچھانے اور اہل میت کی طرف سے کھانا پکنے اور دعوت کرنے کو ممنوعات میں داخل کیا ہے جب یہ چیزیں ممنوع ہیں تو ہیئت مذکورہ فی السوال بھی ممنوعات میں بوجوہ مذکورہ داخل ہے۔ فتاوٰئے ظہیریہ میں تعزیت کے لئے دروازہ مکان پر بیٹھنے کو مکروہ کہا ہے چنانچہ بحر میں منقول ہے عالمگیری میں مضمرات سے تعزیت کے لئے یہ الفاظ نقل کئے ہیں غفر الله تعالى لميتك وتجاوز عنه وتغمده برحمته ورزقك الصبر على مصيبته واجرك على موته اه اور کہا ہے کہ یہ صورت مستحب ہے لیکن اس سے بہتر وہ الفاظ ہیں جو آنحضرت صلعم سے منقول ہیں ان لله ما اخذ وله ما اعطى وكل شيء عنده باجل مسمى كذا في السراج الوهاج اه (عالمگیری صفحہ ۱۶۷ جلد اول) واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ السید مہدی حسن غفرلہ ۱۵ جمادی الاول ۱۳۴۱ھ ۳ جنوری ۱۹۲۳ء یوم چہارشنبہ راندیر ضلع سورت

الجواب صحیح :- محمد حسین راندیر   صح الجواب :- ابراہیم عفی عنہ

الجواب وبه نستعين

راندیر۔ صورت مسئولہ میں خاص طریقہ سے جو میت کی دعاء مغفرت کیلئے ذکر کیا گیا ہے اسکا ثبوت

حدیث محققہ سے نہیں ہے یہ فعل محض رسم و رواج ہے شرع شریف میں اسکا کوئی ثبوت نہیں اسلئے کہ یہ طریقہ خاص وحال سے خالی نہیں اگر محض رسم و رواج ہے مع سخت پابندی کے جیسا کہ سوال میں ذکر کیا گیا ہے یہ محدثات و بدعات سے ہے اور اگر مقصود اس اجتماع و فاتحہ خوانی سے تعزیت داری ہے تو یہ بھی غلطی ہے اسے فعل تعزیت داری نہیں کہتے ہیں تعزیت داری تو میت کے دفن کرنیکے قبل ہوتی ہے نہ کہ بعد میں اور تعزیت داری بھی ایسے طریقے پر نہیں ہے جو کہ سوال میں مذکور ہے قرون ثلثہ سے ایسی فاتحہ خوانی اور اجتماع اور پیش امام پر اس قسم کا جبر کرنا ثابت نہیں ہے دلیل اسکی یہ ہے قال فی البحر التعزیت المشروع مرۃ واحدۃ لقولہ علیہ السلام التعزیت مرۃ انتہی وقال ابوحنیفۃ والثوری انما ھو قبلہ لقولہ علیہ السلام فاذا وجب فلا تبکین باکیۃ اخرجہ مالک والشافعی واحمد ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ والحاکم والمراد بالوجوب دخول القبر کما وقع فی روایۃ لاحمد ولان وقت الموت حال صدمۃ الاولی کما سیاتی والتعزیۃ تسلیۃ فینبغی ان تکون وقت الصدمۃ التی یشرع الصبر عندھا (نیل الاوطار صفحہ ۳۳) وعن جریر بن عبداللہ البجلی قال کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعۃ الطعام بعد دفنہ من النیاحۃ

(شوکانی صفحہ ۴۴) یہ صرف رواج ہے شریعت کے اسکا کوئی ثبوت نہیں پھر اسکے اوپر دوسرے رواج کو ایجاد کرنا مثلاً فلاں سورۃ پڑھنا اور نہ پڑھنے پر طعن و تشنیع کرنا شریعت میں درست نہیں ہے اور امام صاحب کی تاخیر پر لعن و ملامت کرنا از روئے شرع کے درست نہیں (۲) امام صاحب کی عدم موجودگی پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں وہ از روئے شریعت حق نہیں ہے اسلئے کہ جو فعل شرع سے ثابت نہ ہو اس پر امام کو مجبور نہیں کر سکتے ہیں اور امام کے اس فعل نہ کرنے پر جو لوگ اعتراضات کرتے ہیں وہ فضول و واہیات ہیں (۳) امام صاحب پر سورۃ تبارک وغیرہ پڑھنے کو جبر کرنا اور اگر امام ان امور کو نہ بجا لائے تو اس پر لعنت و ملامت کرنا از روئے شریعت کے صحیح نہیں ہے ہر شخص کو حق نہیں کہ جو دل میں چاہے امام پر جبر کرے اور امام کے نہ کرنے پر لعنت و ملامت کرے کیا پیش امام کو اور ملازمین کی طرح خیال کرتے ہو کہ جو دل چاہا حکم کر دیا امام کے حقوق مقتدیوں پر بہت سے ہیں امام کو چاہئے کہ مقتدیوں کو شریعت کا راستہ بتلائے اور راہ ضلالت سے بچائے لوگوں کو خلاف شرع پر امام کو جبر کرنیکا حق نہیں ہے اللہ پاک جملہ مسلمانوں کو طریقہ سنت پر عمل کرنیکی نیک توفیق عطا فرمائے آمین۔ ھذا ما ظھر لی واللہ اعلم وعلمہ اتم

کرد عبد من عباد اللہ ابو اللطف الحقیر احمد بن عارف اشرف غفر لہ الخادم للمدرسۃ الاشرفیۃ الواقعۃ فی راندیر

المجیب مصیب ۔ حررہ عبد من عباد اللہ خادم الطلبۃ القاضی رحمت اللہ عفی عنہ

الجواب صحیح والمجیب مصیب ۔ خاکسار عبد اللہ غفر لہ از مدرسہ اشرفیہ راندیر

الجواب صواب والمجیب مصاب ۔ الراقم عبد اللہ چترالوی (مدرس مدرسہ اشرفیہ راندیر)

فتاوٰی مندرجہ بالا کے علاوہ حضرات علماء کرام مفصلہ ذیل کے مفصل فتاوے بھی موجود ہیں جنمیں طریقہ مذکورۂ سوال کا شریعت مطہرہ سے ثابت نہ ہونا اور اسپر التزام واصرار کرنیکو بدعت لکھا ہے اور ثابت کیا ہے کہ امام صاحب کو اس طریقۂ مخترعہ کی پابندی پر مجبور کرنا اور بصورت انکار انکو برا بھلا کہنا اور انکی توہین کرنا ناجائز اور موجب فسق ہے ان تمام حضرات کے فتوے موجود ہیں بخوف تطویل درج نہیں کئے گئے +

اسمائے گرامی حضرات علمائے کرام

۱	مولانا محمد الرحمن صاحب (فوالکمال)
۲	مولانا محمد عبد التواب صاحب مولوی فاضل (رہتک)
۳	مولانا محمد عبد السلام صاحب 〃
۴	مولانا محمد اسمٰعیل صاحب 〃
۵	مولانا ابو القاسم محمد صدر الدین صاحب (کانپور)
۶	مولانا خان زمان خان صاحب 〃
۷	مولانا نذیر محمد صاحب 〃
۸	مولانا محمد سعید صاحب بلگرامی
۹	مولانا امتیاز احمد صاحب (اجمیر)
۱۰	مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب (امرتسر)
۱۱	مولانا محی الدین احمد صاحب (گلاوٹھی)
۱۲	مولانا سید محمد حسن شاہ صاحب (مانڈلہ)
۱۳	مولانا محمد عبد الرحمن صاحب 〃
۱۴	مولانا عبد الحفیظ صاحب (دربھنگہ)
۱۵	مولانا عبد الرحیم صاحب 〃
۱۶	مولانا سراج الدین صاحب 〃
۱۷	مولانا محمد ایوب صاحب 〃
۱۸	مولانا محمد عبد الشکور صاحب (لکھنؤ)
۱۹	مولانا محمد علی صاحب قادری 〃
۲۰	مولانا ابو بکر محمد شیث صاحب (جونپور)
۲۱	مولانا احمد الدین صاحب عباسی
۲۲	مولانا محمد عبد الغنی صاحب (شاہجہانپور)
۲۳	مولانا محمد فیض اللہ صاحب (ہاٹ ہزاری)
۲۴	مولانا سعید احمد صاحب (ہاٹ ہزاری)
۲۵	مولانا امین الدین صاحب 〃
۲۶	مولانا عبد الجلیل صاحب 〃
۲۷	مولانا وصی الرحمن صاحب 〃
۲۸	مولانا حبیب اللہ صاحب 〃
۲۹	مولانا ضمیر الدین احمد صاحب 〃
۳۰	مولانا محمد ذاکر صاحب 〃
۳۱	مولانا مقبول احمد صاحب 〃
۳۲	مولانا سید احمد حسن صاحب (سنبھل)
۳۳	مولانا عبد المجید صاحب 〃
۳۴	مولانا محمد ابراہیم صاحب 〃
۳۵	مولانا محمد فخر الدین صاحب (مرادآباد)
۳۶	مولانا محمد قدرت اللہ صاحب 〃
۳۷	مولانا خلیل الرحمن صاحب مدرس اول (سراج گنج)
۳۸	مولانا مظفر حسین صاحب 〃
۳۹	مولانا عبد الرحمن صاحب 〃
۴۰	مولانا محمد مولا بخش صاحب 〃
۴۱	مولانا محمد علی صاحب 〃
۴۲	مولانا احمد علی صاحب محدث (دہلی)
۴۳	مولانا محمد انوار الحق صاحب اعظمی (بہار)
۴۴	مولانا محمد ابراہیم صاحب 〃
۴۵	مولانا عبد الحق صاحب (ترلام)

تمت

میر محمد کتب خانہ

کی قابلِ قدر دینی و علمی کتابیں

سنن ابن ماجہ (عربی) محشیٰ مع رسالہ ما تمس الیہ الحاجہ لمن یطالع سنن ابن ماجہ

سنن ابی داؤد (عربی) محشیٰ

تفسیر بیضاوی مع الحواشی المفیدہ (عربی)

التوضیح والتلویح مع حاشیہ التوشیح کامل ۲ جلد

نورالانوار مع قمرالاقمار و سوال جواب (عربی)

جامع ترمذی شریف (عربی) مع الثواب الحلی تتمہ الکوکب الدری۔

موطا امام مالک (عربی) محشیٰ۔

موطا امام محمد (عربی) محشیٰ

حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح (عربی)

شرح معانی الآثار (طحاوی شریف) کامل ۲ جلد

دیوان حماسہ (عربی)

الحسامی بالنامی (عربی)

الحسامی مع شرح نظامی (عربی)

درایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو (عربی)

مفتاح العربیہ کامل چار حصہ

ریاض الصالحین (عربی) جدید ایڈیشن مع تخریج الاحادیث۔

سنن نسائی شریف (عربی) محشیٰ مع اسماء الرجال

شرح تہذیب (عربی)

شرح ابن عقیل (عربی)

شرح عقائد نسفی (عربی)

شرح مأۃ عامل (عربی) کلاں

شرح وقایہ (عربی) اولین مع حاشیۃ عمدۃ الرعایہ و آخرین مع تکملہ

قطبی (عربی)

گلستان (فارسی) بہ حاشیہ اردو

بوستان (فارسی) بہ حاشیہ اردو

مالابد منہ (فارسی)

اللباب فی شرح الکتاب (میدانی)

مختصر المعانی بحواشی شیخ الہند

مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایۃ

مراقی الفلاح شرح نورالایضاح

المختصر القدوری مع حلہ المسمی التوضیح الضروری (عربی)

مسلم الثبوت مع حاشیہ مفاتح البیوت (عربی)

مسند الامام اعظم مع شرح تنسیق النظام (عربی)

المفردات فی غریب القرآن (عربی)

کمال صحت، اضافات مفیدہ، حسن کتابت اعلیٰ کاغذ اور دیدہ زیب

طباعت "میر محمد کتب خانہ" کا روایتی طرۂ امتیاز ہے۔

(فہرست کتب مفت طلب فرمائیں)

میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات

میر محمد کتب خانہ

کی قابلِ قدر دینی و علمی کتابیں

اشرف الہدایہ شرح اردو شرح وقایہ ۔ از علامہ عبید اللہ بن مسعود صدر الشریعہ

التسہیل الضروری شرح اردو مختصر القدوری

آیات بینات (اردو) از محسن الملک سید محمد مہدی علی

بوستان (مترجم)

تحفہ اثنا عشریہ از حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

تشریحات علی المرقات (شرح اردو مرقات)

نیل الامانی شرح اردو مختصر المعانی

تقریرات شرح اردو مقامات حریری ۔ از شیخ الادب مولانا اعزاز علی

التقریب حل شرح تہذیب (اردو) از مولانا مفتی ... صاحب

تنظیم الاشتات شرح اردو مشکوٰۃ شریف کامل ۴ جلد

التوضیحات توضیح شرح اردو علم الصیغہ از مولانا مفتی ... صاحب

خلاصۃ الحواشی شرح اردو اصول الشاشی

دروس البلاغہ مع شرح اردو ... الفصاحۃ

روایت النحو شرح اردو ہدایۃ النحو مترجم مولوی عبد الوہاب صاحب میرٹھی

سراج المعانی شرح اردو شرح جامی مترجم مفتی ... صاحب

ظفر المحصلین باحوال المصنفین اضافات جدیدہ ...

عربی کا معلم از مولانا عبد الستار خان کامل ۴ حصہ

گلستان مترجم

مجالس الابرار (اردو)

شمائل ترمذی مع اردو شرح خصائل نبوی ...

کتاب التوحید مترجم اردو ۔ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب

کتاب الوسیلہ

اسماء الرجال

اسوہ حسنہ

اصح السیر

اصحاب صفہ

اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت از امام محمد غزالی

امام ابن ماجہ اور علم حدیث

الاتقان فی علوم القرآن (اردو) کامل ۲ جلد

الملل والنحل (اردو) از ابو محمد علی بن احمد بن حزم الاندلسی

بستان المحدثین (اردو) از شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

بلوغ المرام (مترجم) از علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی

تازیانے ترجمہ المنبہات (عربی ۔ اردو)

تفسیر حقانی از علامہ ابو محمد عبد الحق حقانی دہلوی ۔ کامل ۸ جلدیں

تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان و نصیحۃ المسلمین

تلبیس ابلیس (اردو) از علامہ ابن الجوزی

حصن حصین (مترجم) تالیف علامہ محمد ابن الجزری

تکمیل بیان القرآن کامل ۲ جلد

مشارق الانوار (مع نئی ترتیب ...)

مصباح اللغات (مکمل عربی اردو ڈکشنری)

معدن الحقائق شرح اردو کنز الدقائق مترجم مولانا محمد حنیف صاحب گنگوہی

موطا امام مالک مترجم کامل ۲ جلد

نادر مجموعہ خوشنویسی (اردو) مع نادر قطعات ...

نصیحۃ المسلمین

کمال صحت، اضافات مفیدہ، حسن کتابت، اعلیٰ کاغذ اور دیدہ زیب

طباعت "میر محمد کتب خانہ" کا روایتی طرۂ امتیاز ہے۔

(فہرست کتب مفت طلب فرمائیں)

میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی

دیوبندی ملوی کی کتاب برائے حوالہ جات